تیسیرُ النحو

ترجمہ وشرح اردو

ہِدایۃُ النَّحو

از حضرت علامہ محمد حسن صاحب
سابق استاد دار العلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ
اِقرأ سنٹر. غزنی سٹریٹ. اردو بازار لاھور
فون:042-7224228-7221395

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

تَيْسِيْرُ النَّحْوِ

ترجمہ و شرح اردو

هِدَايَةُ النَّحْوِ

از
حضرت علامہ محمد حسن صاحب
سابق استاذ دار العلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ ◎ اقرأ سنٹر اردو بازار، لاہور

فہرست مضامین

افتتاحیہ

جناب محترم انظار الحق صاحب عثمانی دیوبندی نے راقم الحروف سے فرمائش کی کہ ایک مختصر شرح جو ابتدائی طلبہ کے لئے کارآمد ہو اور کتاب حل ہو جائے، اس ذیل میں مسائلِ نحو کی آسان زبان و بیان میں بزبانِ اردو پیش کر دیا جائے۔

مذکورہ فرمائش کے تحت میں نے ہدایۃ النحو کی شرح بنام "تیسیر النحو" آسان اردو زبان میں لکھی جو مندرجہ ذیل خصوصیات کی حامل ہے:

۱۔ اصل کتاب کی عبارت کا سلیس اردو ترجمہ۔

۲۔ عبارت کا ٹکڑا ٹکڑا لے کر اس کی تشریح بہت آسان زبان اور مختصر انداز میں۔

۳۔ اس طور پر کہ مبتدی طلباء عربی عبارت کو اچھی طرح سمجھ لیں، اور اس عبارت میں جو مسئلہ علم نحو کا بیان کیا گیا ہے خوب اچھی طرح ان کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔

۴۔ تشریح میں بلا وجہ کی غیر متعلق بحثیں نہیں کی گئیں جن سے عام طور پر اردو کی شروح خالی نہیں ہوتیں۔

انشاء اللہ یہ کتاب پڑھنے اور استفادہ کرنے والے کے لئے اس کتاب سے متعلق پورا پورا معلوماتی مواد بشکل مسائل و حلِ عبارت کے فوائد کے مہیا کر دیا گیا ہے، نیز بعض اہم اور ضروری حل طلب مسائل نحو کے حل کرنے کے ساتھ ساتھ علماءِ نحو سیبویہ، اخفش، ابن مالک کے اقوالِ نحو کی مشہور مستند اور قدیم کتاب (الرضی) کے حوالہ سے ضروری فوائد کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے، مگر بہت مختصر صرف ضروری معلومات کی حد تک۔

انشاء اللہ یہ شرح اپنی مذکورہ خصوصیات کی وجہ سے اساتذہ اور طلبہ کے لئے بہترین موادِ علم نحو فراہم کرے گی۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ کتاب کو طلباء کے لئے نافع اور راقم کے لیے ذخیرۂ آخرت فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

احقر محمد حسن غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد فھذا مختصر مضبوط فی النحو جمعت فیہ مہمات النحو علی ترتیب الکافیۃ مبوبا ومفصلا بعبارۃ واضحۃ مع ایراد الامثلۃ فی جمیع مسائلھا من غیر تعرض للادلۃ والعلل لئلا یشوش ذھن المبتدی عن فھم المسائل۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور نیک انجام متقین کے لئے ثابت ہے اور درود و سلام اس کے رسول پر نازل ہو جن کا نام نامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور ان کی تمام آل و اولاد اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور بہرحال حمد و صلوٰۃ کے بعد پس یہ مختصر منضبط کتاب ہے جو علم نحو کے مسائل پر مشتمل ہے جس میں میں نے نحو کے اہم مسائل کافیہ کی ترتیب پر باب وار اور فصل وار صاف ستھری اور آسان عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے اور ساتھ ساتھ تمام مسائل میں ان کی مثالیں بھی تحریر کر دی ہیں۔ ان کے دلائل اور علتوں کا ذکر نہیں کیا تاکہ مبتدی کا ذہن مسائل کے سمجھنے میں تشویش و پریشانی میں مبتلا نہ ہو۔

تشریح تمام مصنفین کتاب کا دستور ہے کہ وہ کتاب کے شروع میں پہلے بسم اللہ الخ لکھتے ہیں اور اس کے بعد حمد تحریر کرتے ہیں۔ یہی ترتیب قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی ترتیب بھی اسی کے مطابق ہے کہ پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اس کے بعد الحمد للہ رب العالمین الخ مرقوم ہے۔ اور حدیث بھی ہے کہ جو کام بغیر بسم اللہ اور حمد کے شروع کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرامین اور مکاتیب (یعنی خطوط) سلاطین کے نام ارسال فرمائے ان پر بھی اس کی رعایت فرمائی ہے۔ اس لئے مصنف کتاب نے بھی اپنی کتاب کو بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع فرمایا ہے تاکہ کتاب اللہ کے موافق ہو جائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بھی اور دوسرے مصنفین کتب کے طرز کے مناسب بھی۔

بسم اللہ۔ جہاں تک بسم اللہ شریف کے مفردات کا تعلق ہے تو معلومات میں اضافہ کی غرض سے اختصار کے ساتھ ہم بھی بیان کرتے ہیں مثلاً یہ کہ لفظ اللہ ذات واجب الوجود کا علم (نام خاص) ہے جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے اور اَلِہَ یَالَہُ باب سمع سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مالوف ہونا۔ مانوس ہونا اور لفظ الرحمن باری تعالیٰ کا وصف خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے پر اس کا اطلاق نہیں کیا جاتا اسی وجہ سے بسم اللہ میں لفظ

اللہ کے بعد الرحمٰن کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور الرحمٰن کے معنیٰ ہیں دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والا۔ یا بہت زیادہ بے انتہا رحم کرتے والا۔ فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور لفظ الرحیم بھی فعیل کے وزن پر مبالغہ کے لیئے آتا ہے۔ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ رحمٰن کے معنیٰ دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والا اور رحیم کے معنیٰ آخرت میں رحم کرنے والے کے ہیں۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

الحمد للہ رب العالمین۔ حمد میں الف اور لام استغراق، جنس اور عہد کے لیے ہو سکتے ہیں اور تینوں کے لحاظ سے معنی درست ہیں۔ استغراق کے لیے لے کر یہ معنی ہوں گے۔ تمام کی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ثابت ہیں۔ یعنی تعریف کا ہر ہر فرد باری تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور الف لام جنس کے لیے لینے میں معنی یہ ہیں۔ جنس حمد اللہ تعالےٰ کے لیے ثابت ہے خواہ ایک تعریف ہو یا تمام تعریفیں یعنی مجموعہ تعریفات سب باری تعالےٰ کے لیے ثابت ہیں اور عہد خارجی کے لیے لیں تو معنیٰ تقریباً اسی قسم کے ہیں۔

حمد۔ زبان سے اچھے اوصاف کو بیان کرنا کسی نعمت (احسان) کے بدلے میں تعریف کی جائے۔ یا بالغیر نعمت کے حاصل یہ ہے کہ حمد زبان سے کی جاتی ہے نعمت اور غیر نعمت دونوں کے مقابلے میں۔ اور شکر۔ زبان یا دیگر اعضاء بدن سے کسی کا شکریہ ادا کرنا، کسی احسان کے بدلے میں اور حمد و شکر دونوں کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔

رب العالمین۔ رب دھیرے دھیرے طبعی استعداد کے مطابق کسی چیز کو حد کمال تک پہنچانے والا۔ اسی طرح العالمین عالم کی جمع ہے۔ یا نون کے ساتھ ذوی العقول کی جمع ہے۔ اگرچہ عالم میں ذوی العقول یعنی انسان و جنات کے علاوہ اور بہت سی مخلوق شامل ہیں۔ اور حق تعالیٰ ان سبھی کا رب ہے مگر غلبہ ذوی العقول کو دیا گیا ہے اور جمع میں ذوی العقول کو ترجیح دی گئی ہے۔ عالمین عالم کی جمع ہے یعنی بہت سے عالم جن کا شمار بھی مشکل ہے۔ بعض ان میں سے یہ ہیں: عالم سموٰت، عالم ملائکہ، عالم ارض، عالم انسان، عالم جنات، عالم حیوانات، عالم نباتات یعنی شجر، حجر، نبات، پھر عالم قبر، عالم برزخ، عالم قیامت، عالم جنت، عالم دوزخ وغیرہ حق تعالیٰ شانہ سب کا مالک اور سب کے خالق اور سب کے رب ہیں۔ اور سبھی پر حق تعالیٰ کا انعام و احسان و کرم و بخشش و نوازش ہے۔

والعاقبۃ للمتقین، مگر انجام خیر یعنی نجات اور اخروی آرام و راحت اور ہر قسم کی آسانی و سہولت صرف متقیوں کے لیے ثابت ہے۔ جو ایمان کے ساتھ حق تعالیٰ سے ڈرتے اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔

والصلوٰۃ۔ صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ مگر اصطلاح میں اگر صلوٰۃ کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب کی جائے تو نزول رحمت کے معنی لیئے جاتے ہیں۔ اور جب ملائکہ کی جانب نسبت ہو تو استغفار کے معنی اور جب بندوں اور انسانوں کی جانب صلوٰۃ کی نسبت کی جائے تو اس کے معنی دعاء کے لیے جاتے ہیں۔ اور الصلوٰۃ کے شرعی معنی مخصوص عبادت نماز کو کہتے ہیں۔ جس کی فرضیت آسمان پر معراج کے موقع پر ہوئی اور نماز کے پڑھنے کا طریقہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غار حرا میں آنحضورؐ کو بتایا اور دو دن تک پانچوں نمازکی امامت فرمائی پھر آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھ کر سکھائی اور بتائی۔ اور صلوٰۃ (نماز) ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے اور نماز کا عمداً ترک کر دینا بڑا گناہ ہے اور اس کے پڑھنے میں سستی کرنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پابندی سے وقت پر جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رسول۔ وہ برگزیدہ اور پاک انسان جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا اور ان کو مخلوق کی ہدایت کرنے، راہِ راست پر لانے، برائی سے پرہیز کرنے کی ہدایت کریں۔ نیز ان کو نئی کتاب اور نئی شریعت سے نوازا ہو۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عیسٰی علیہ السلام وغیرہ۔

نبی:- وہ مبارک ہستیاں جن کو اللہ نے اپنے بندوں میں سے اپنے مخصوص کام کے لیے منتخب فرمایا۔ نبی اپنے زمانے کے رسول کا معین و مددگار ہوتا ہے یا اپنے سے پہلے والے رسول کی اتباع کرنے والا۔ نبی کے لیے نئی کتاب یا نئی شریعت کا دیا جانا ضروری نہیں۔ بعض نے کہا کہ رسول خاص اور نبی عام ہے یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ جیسے حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام نبی تھے رسول نہیں تھے۔ منصب رسالت اور منصب نبوت دونوں وہبی ہیں۔ کسب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ یعنی یہ منصب جن کو حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا اور نوازا انہیں کو شرف نبوت و رسالت حاصل ہوا۔ ان کے علاوہ کوئی بڑا سے بڑا عبادت گذار اپنے کسب و اختیار سے اس منصب کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اب سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہو چکا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول دنیا میں تشریف نہ لائیں گے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے۔ مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و تعلیمات کا اتباع کریں گے۔

محمدؐ۔ حمد سے مشتق ہے جن کی تعریف کی گئی۔ حق تعالیٰ نے آپ کی تعریف و توصیف بیان فرمائی۔ آپ اسم بامسمّٰی ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ نے بہت سے اعزازات میں سے ایک اعزاز یہ بھی بخشا ہے کہ امت کو آپ پر درود پڑھنے کو ضروری قرار دیا۔ یاایھا الذین اٰمنوصلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ چنانچہ جس مجلس میں آپ کا نام نامی ذکر کیا جائے اس مجلس میں آپؐ پر ایک مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا۔ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اس پر حق تعالیٰ دس بار رحمتیں نازل فرمائے گا۔

وآلہٖ۔ آل، اہل کی جمع ہے۔ اہل و عیال یعنی گھر کے افراد کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ آل باعزت اور شریف لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ خواہ صرف دنیا کے اعتبار سے وہ باعزت ہوں جیسے آل فرعون۔ یا دنیا و آخرت دونوں میں باعزت ہوں جیسے آلِ رسول، آلِ علی وغیرہ، اصحاب، صاحب کی جمع وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو یا ملاقات کی ہو۔ چونکہ سرچشمۂ علم شریعت اسلامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے علوم و معارف حضرات صحابہ پھر

وسميته بهداية النحو رجاء ان يهدي الله تعالى به الطالبين ورتبته على مقدمة وثلاثة اقسام وخاتمة بتوفيق الملك العزيز العلام اما المقدمة ففي المبادي التي يجب تقديمها لتوقف المسائل عليها وفيها فصول ثلاثة فصل النحو علم باصول يعرف بها احوال اواخر الكلم الثلث من حيث الاعراب والبناء وكيفية تركيب بعضها مع بعض والغرض منه صيانة الذهن عن الخطأ اللفظي في كلام العرب وموضوعه الكلمة والكلام ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ان کے بعد تابعین کی معرفت واسطہ در واسطہ ہم تک پہنچے ۔ اس لیے حضرات صحابہ و تابعین کا فیضان علوم میں بڑا دخل ہے اس لیے مصنف نے دعاء میں ان حضرات کو بھی شریک فرمایا ۔

اما بعد ۔ اما شرط کے معنی میں ہے اس لیے فہذا میں حرف فاء جزاء کے لیے لایا گیا ۔ اور لفظ بعد اس جگہ ضمہ پر مبنی ہے کیونکہ مقطوع عن الاضافۃ ہے بہر حال حمد وصلوٰۃ کے بعد ۔

فہذا مختصر مضبوط فی النحو ۔ ھٰذا کا اشارہ اس مضمون کی طرف ہے جو کتاب لکھتے وقت مصنف کے ذہن میں تھا ۔ اور اگر یہ خطبہ مصنف نے کتاب لکھنے کے بعد لکھا ہے تو اس کا اشارہ اس مسوّدہ کی طرف ہے جو اوراق میں لکھا جا چکا تھا ۔

علی ترتیب الکافیہ ۔ مصنف نے اپنی کتاب ہدایۃ النحو کے مضامین کی ترتیب کافیہ کی ترتیب کے مطابق رکھی ہے جس طرح کافیہ میں مسائل نحو کو باب اور فصول پر تقسیم کر کے الگ الگ بیان کیا گیا ہے انہوں نے بھی اسی طرح اپنی کتاب کو مرتب فرمایا ہے ۔

بعبارۃ واضحۃ مع ایراد الامثلہ ۔ مصنف نے مسائل نحو کو بہت آسان زبان و بیان میں مرتب فرمایا ہے اور ہر مسئلہ کی مثال بھی تحریر کی ہے اور چونکہ یہ کتاب بالکل ابتدائی درجات کے طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے مسائل کے دلائل اور ان کی علتوں کو ذکر نہیں فرمایا تاکہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو اور وہ آسانی کے ساتھ مسائل نحو سے اچھی طرح واقف ہو جائیں ۔

ترجمہ اور میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو رکھا ہے ۔ اس امید پر کہ حق تعالیٰ اس کے ذریعہ طلباء کو ہدایت دیں ۔ اور اس کو میں نے ایک مقدمہ، تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب اور بہت زیادہ علم والا ہے ۔ بہر حال مقدمہ تو پس وہ ان ابتدائی مسائل کے بیان پر مشتمل ہے جن کو مقدم بیان کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے کہ بہت سے مسائل ان پر موقوف ہیں اور اس میں (مقدمہ میں) تین فصلیں ہیں ۔ فصل اول ۔ نحو چند اصول (قواعد) کے جاننے کا نام ہے ۔ جن قواعد کے ذریعہ تینوں کلموں کے آخری حروف کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں کہ وہ معرب ہیں یا مبنی اور ان کلمات کی ایک دوسرے کے ساتھ ترکیب کی کیفیت کیا ہے ۔ اور اس سے غرض (یعنی علم نحو سے) ذہن کو کلام عرب (عربی عبارت میں) لفظی خطاء

سے بچانا ہے۔ اور اس کا (علم نحو کا) موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تشریح قولہٗ ہدایۃ النحو۔ یہ کتاب کا نام ہے اور نحو ایک خاص اصول و قواعد کا مجموعہ ہے جس سے عربی الفاظ کے آخر کے حالات معلوم ہوتے ہیں کہ وہ معرب ہے یا مبنی ہے اور یہ کہ وہ فاعل ہے یا مفعول وغیرہ۔ ھدایۃ کے ایک معنی ایصال الی المطلوب کے ہیں یعنی منزل مقصود تک پہنچانا دوسرے معنی ہدایۃ کے ارا ءۃ الطریق کے ہیں یعنی کسی کو منزل تک کا راستہ بتا دینا۔ یہاں ہدایت کے دوسرے معنیٰ مراد ہیں۔

ترتیب مضامین کتاب: مصنف نے اپنی کتاب کو اس طرح مرتب فرمایا ہے کہ پہلے مقدمہ ذکر فرمایا اور مقدمہ میں تین فصول بیان کی۔ اس کے بعد پوری کتاب کو تین اقسام پر مرتب کیا۔ قسم اول بحث اسم۔ قسم ثانی۔ بحث فعل اور قسم ثالث میں حروف کی بحث کا ذکر کیا ہے پھر ہر قسم کے تحت مختلف ابواب اور ہر باب کے تحت مختلف فصول ذکر کی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

فصل النحو۔ علم نحو کی اصطلاحی تعریف: نحو چند اصول و قواعد کے مجموعہ کا نام ہے، جن کے ذریعہ کلمہ کے تینوں کلمات (اسم، فعل اور حرف) کے آخری حروف کے حالات معلوم ہوں کہ آیا وہ معرب ہے یا مبنی اور یہ بھی معلوم ہو کہ ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کے ساتھ مرکب ہونے کی کیفیت کیا ہے۔ علم نحو کی غرض اور اس علم کی غرض عربی کلام میں خطاء لفظی سے ذہن کو بچانا اور اس علم کا موضوع جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے اور وہ کلمہ اور کلام ہے۔

نوٹ: کسی علم کو شروع کرنے سے پہلے ان چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ ان کے جان لینے کے بعد اس علم کے شروع کرنے میں پوری بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اول اس علم کی تعریف۔ دوم اس علم کی غرض و غایت سوم اس علم کا موضوع جس سے اس میں بحث کی جائے گی۔ اور چوتھی چیز علم کی وجہ تسمیہ اور اس علم کے وضع کرنے اور مدوّن کرنے والے کا نام۔ بہرحال علم نحو کی تعریف۔ چند اصول و قواعد کا جاننا جن کے ذریعہ تینوں کلموں کے آخر کے حالات معلوم ہو سکیں، کہ وہ معرب ہیں یا مبنی ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ان کلمات کا ایک دوسرے سے کیا رابطہ ہے۔ جیسے زیدٌ قائمٌ میں زید مبتدا ہے اس لئے مرفوع ہے اور قائمٌ اس کی خبر ہے اس لئے مرفوع ہے کیونکہ مبتدا اور خبر دونوں مرفوعات میں سے ہیں اور اس علم کی غرض و غایت یہ ہے کہ اس کو جان لینے کے بعد آدمی کلام عرب میں لفظی غلطی سے محفوظ رہتا ہے مثلاً ضرب زید کسی نے پڑھا تو وہ سمجھ جائے گا کہ ضرب فعل ماضی واحد مذکر ہے اور زید اس کا فاعل ہے۔ لہٰذا ضرب کے آخری حرف باء کو فتحہ پڑھے گا اور زید کے آخری حرف دال کو فاعل ہونے کی وجہ سے رفع پڑھے گا اور اس علم کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل اور حرف۔ اور کلام کی مثال اوپر گذر چکی ہے۔

فصل الکلمۃ لفظ وُضع لمعنیً مفرد وھی منحصرۃ فی ثلاثۃ اقسام اسم وفعل وحرف لانھا امّا ان لا تدلّ علی معنیً فی نفسھا وھو الحرف او تدلّ علی معنی فی نفسھا ویقترن معناھا باحد الازمنۃ الثلاثۃ وھو الفعل او تدلّ علی معنیً فی نفسھا ولم یقترن معناھا بہ وھو الاسم فحدّ الاسم کلمۃ تدلّ علی معنیً فی نفسھا غیر مقترنٍ باحد الازمنۃ الثلاثۃ اعنی الماضی والحال والاستقبال کرجل وعلم وعلامتہ صحّۃ الاخبار عنہ نحو زیدٌ قائمٌ والاضافۃ نحو غلامُ زیدٍ ودخول لام التعریف کالرجل والجرّ والتنوین نحو بزیدٍ والتثنیۃ والجمع والنعتُ والتصغیر والنداء فان کل ھٰذہ خواصُّ الاسم ومعنی الاخبار عنہ ان یکون محکومًا علیہ لکونہ فاعلاً او مفعولاً او مبتدأً ویسمّی اسمًا لسموہ علی قسیمیہ لا لکونہ وسمًا علی المعنیٰ ۔

ترجمہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ تین قسموں پر منحصر ہے ۔ اسم، فعل اور حرف اس لئے کہ وہ (یعنی کلمہ) یا نہ دلالت کرے گا ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں پائے جاتے ہوں اور وہ حرف ہے ۔ یا فی نفسہٖ معنی پر دلالت کرے گا اور اس کے معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن (ملے ہوئے) ہوں گے اور وہ فعل ہے یا فی نفسہٖ معنی پر دلالت کرے گا اور اس کے معنی اس کے ساتھ (زمانے کے ساتھ) ملے ہوئے نہ ہوں گے اور وہ اسم ہے پس اسم کی تعریف، اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنیٰ پر جو اس کی ذات میں پائے جاتے ہوں اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ اس کے معنی مقترن نہ ہوں ۔ یعنی ماضی، حال اور استقبال ۔ جیسے رجلٌ، عالمٌ ۔ اور اسم کی علامت اس سے خبر دینا صحیح ہو ۔ جیسے زید قائم ۔ اضافت جیسے غلام زید ۔ اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید ۔ اور تثنیہ وجمع ہونا ۔ صفت، تصغیر اور ندا کا ہونا ۔ پس بیشک ان میں سے ہر ایک اسم کی خواص ہیں ۔ اور اخبار عنہ کے معنی محکوم علیہ ہونے کے ہیں ۔ کیونکہ وہ فاعل ہوگا یا مفعول یا مبتدا ہوگا اور اس کا اسم نام اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے دونوں قسیموں سے بلند ہوتا ہے ۔ اسم نام اس لئے نہیں رکھا کہ وہ معنی کے لئے علامت ہوتا ہے ۔

تشریح قولہ، فصل الکلمۃ ۔ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام دونوں ہیں ۔ مصنف نے اس جگہ کلمہ کو پہلے ذکر کیا اور کلام کی بحث اس کے بعد ذکر کریں گے ۔ کیونکہ کلمہ جُز اور کلام کُل ہے اور قاعدہ ہے کہ جزء اپنے کُل پر مقدم ہوا کرتا ہے ۔ اس لئے مصنف نے بھی جزء کو (یعنی کلمہ کو) پہلے بیان کیا ہے ۔ لفظ کے معنیٰ ہیں پھینکنا، مگر اصطلاح میں لفظ اس کو کہتے ہیں جن کا انسان تلفظ کرتا ہے ۔ گویا لفظ اس جگہ ملفوظ کے معنی میں ہے کلمہ کی تعریف میں وضع کی قید سے وہ تمام الفاظ نکل گئے جو کسی معنیٰ کے لئے وضع نہیں کئے گئے ۔ جیسے جسق، مہمل وغیرہ اور تلفظ کی دو قسمیں ہیں ۱ حقیقۃً زبان اسکا تلفظ کرے جیسے اضرب ۔ یا حکمًا تلفظ کرے جیسے اضرب میں انت کی ضمیر

وحد الفعل كلمة تدل على معنًى فى نفسها دلالةً مقترنةً بزمان ذلك المعنى كضَرَبَ يَضرِبُ اِضرِبْ وعلامته ان يصح الاخبار به لاعنه ودخول قد والسين وسوف والجزم والتصريف الى الماضى والمضارع وكونه امرًا ونهيًا واتصال الضمائر البارزة المرفوعة نحو ضربتُ وتاء التانيث الساكنة نحو ضَرَبَتْ ونون التاكيد فان كل هذه خواص الفعل ومعنى الاخبار به ان يكون محكومًا به ويسمّى فعلًا باسم اصله وهو المصدر لان المصدر هو فعل الفاعل حقيقةً ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) پوشیدہ ہے۔ بہر حال کلمہ کی صرف تین اقسام ہیں اسم، فعل اور حرف۔

وجہ حصر: اس لئے کہ وہ فی نفسہ کسی معنی پر دلالت نہ کرے گا، بلکہ معنی دینے میں دوسرے کلمہ کے ساتھ مل کر معنیٰ دے۔ مثلاً مِنْ حرف ہے جب تک سِرتُ مِنَ البصرۃ نہ کہا جائے گا اس کے معنی ابتداء کے سمجھ میں نہ آئیں گے تو وہ حرف ہے یا کلمہ فی نفسہ معنیٰ پر دلالت کرے اور اس کے معنیٰ تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شامل ہوں، تو وہ فعل ہے۔ جیسے نصر، ضرب یا فی نفسہ معنی پر دلالت کرتا ہو مگر اس کے معنی کسی زمانے کے ساتھ مقترن نہ ہوں، جیسے زیدٌ، رجل، عالم وغیرہ اور تین زمانے ان کے نزدیک ماضی، حال اور استقبال ہیں۔

علاماتِ اسم: اسم کی علامتیں۔ اول علامت یہ ہے کہ اسکی جانب سے خبر دینا صحیح ہو۔ یعنی وہ مخبر عنہ بن سکے جیسے زید قائم میں زید کے قیام کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے زید مخبر عنہ ہے۔

دوسری علامت اضافت ہے یعنی مضاف یا مضاف الیہ کا ہونا۔ یہ اسم کا خاصہ اس وجہ سے ہے کہ اضافت تعریف معرفہ بنانے کے لئے آتی ہے یا کسی چیز کو خاص کرنے کے لیے آتی ہے۔ یا تخفیف کے لئے آتی ہے اور یہ تینوں چیزیں اسم میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے اسم کا خاصہ ہیں۔ لام تعریف کا داخل ہونا۔ کیونکہ تعریف ابہام کو دور کرنے کے لیے آتا ہے اور ابہام صرف اسم ہی میں ہوتا ہے اس لیئے لام تعریف صرف اسم میں داخل ہوتا ہے۔ جر چونکہ جر حرف جر کا اثر ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے لہذا جر بھی اسم ہی پر داخل ہو گا۔

وجہ تسمیہ اسم: اسم نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اسم کے معنیٰ بلندی کے ہیں۔ چونکہ اسم اپنے دونوں قسموں پر فائق ہوتا ہے۔ اس لیے مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے۔ اسم کے دوسرے معنیٰ علامت کے بھی ہیں چونکہ اسم اپنے مسمّٰی کے لیے علامت ہوتا ہے اس لیے اسکا نام اسم رکھا گیا ہے اسم بعض نے کہا سموٌ سے ماخوذ ہے اور بعض کا قول ہے کہ وسم سے بنایا گیا ہے۔

ترجمہ اور فعل کی تعریف، فعل وہ کلمہ ہے جو فی نفسہ معنیٰ پر دلالت کرے اور دلالت ایسی ہو کہ جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ جیسے ضرب، یضرب اور اضرب۔ اور اس کی علامت میں سے یہ ہے کہ اسکا اخبار بہ ہونا صحیح ہو۔ نہ کہ اخبار عنہ ہونا اور قد، سین، سوف اور جزم کا داخل ہونا اور ماضی و مضارع کی طرف اس کی گردان کا ہونا اور امر اور نہی ہونا اور ضمیر بارز مرفوع

متصل کا اس کے ساتھ متصل ہونا۔ جیسے ضربتُ اور تاء تانیث ساکنہ کا اس کے آخر میں ہونا۔ جیسے ضربتْ اور تاکید کے دونوں نون (ثقیلہ وخفیفہ) کا داخل ہونا۔ جیسے اِضرِبَنَّ، اِضرِبنْ اور اخبار بہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ محکوم بہ ہو۔ اور اسکا نام فعل رکھا گیا ہے، اس کے اصل نام سے اور وہ مصدر ہے اس لیے کہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہوا کرتا ہے۔

تشریح اسم کی تعریف اور اس کی علامات کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ نے فعل کی اصطلاحی تعریف اور اس کی علامتیں بیان فرمایا ہے فعل کی اصطلاحی تعریف فعل وہ کلمہ ہے جو فی نفسہٖ کسی معنیٰ پر دلالت کرتا ہے اور وہ معنیٰ تین زمانوں میں سے کسی زمانے میں پائے جاتے ہوں جیسے ضرب، اس نے مارا، زمانہ ماضی میں۔

وعلامتہ، ان یصح الاخبار بہ اور فعل کی علامت یہ ہے کہ اسکا اخبار بہ ہونا درست ہو یعنی اس سے کسی چیز کی خبر دی جاسکے اس کا دوسرا نام محکوم بہ بھی ہے۔ دخول قد۔ چونکہ ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے لفظ قد کو وضع کیا گیا ہے۔ یا پھر اس واسطے وضع کیا گیا ہے کہ مضارع میں تحقیق یا تقلیل کے معنیٰ پیدا کرے اور یہ دونوں باتیں فعل ہی میں پائی جاتی ہیں۔ سین وسوف دونوں استقبال کے معنیٰ کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ سین قریب کے لئے اور سوف مستقبل بعید کے لئے جیسے سیضرب۔ عنقریب وہ مارے گا اور سوف یضرب، مستقبل بعید میں وہ مارے گا۔

قولہ الاخبار بہ لاعنہ فعل مخبر بہ بن سکتا ہے یعنی مسند بن سکتا ہے جیسے زید ضرب۔ ضرب کی اسناد زید کی جانب کی گئی ہے۔ مخبر عنہ نہیں بن سکتا یعنی مسند الیہ نہیں بن سکتا، قولہ، اتصال ضمیر بارز مرفوع۔ ضمیر بارز مرفوع کا اس کے ساتھ متصل ہونا۔ یہ بھی فعل کی خاصیت ہے۔ کیونکہ ضمیر بارز درحقیقت فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور صرف اسی کے ساتھ لاحق ہوتی ہیں۔ جس کے لیے فاعل ہو۔ اور وہ صرف فعل ہی ہے لہٰذا ضمیر بارز صرف فعل کے ساتھ متصل ہوسکتی ہے۔ جیسے ضربتَ میں انت اور انا کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہے۔ تاء ساکنہ یہ بھی فعل کی خاصیت ہے کہ اس کے آخر میں تاء ساکنہ لاحق ہوتی ہے جیسے ضربتْ کیونکہ تاء متحرکہ اسم کا خاصہ ہے کیونکہ اسم خفیف ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو تاء متحرک دے دی گئی۔ اور فعل چونکہ ثقیل ہوتا ہے اس لئے اس کو خفیف چیز یعنی تاء ساکنہ دی گئی ہے تاکہ دونوں میں اعتدال پیدا ہو جائے۔

قولہ، معنی الاخبار بہ۔ اور اخبار بہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ فعل محکوم بہ ہوتا ہے کیونکہ اسم محکوم علیہ ہوتا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ کسی چیز کے ذریعہ حکم دیا جائے۔ اس ضرورت کے لیے فعل لایا گیا، تاکہ محکوم علیہ و محکوم بہ سے مل کر جملہ پورا ہو جائے۔

فعل کی وجہ تسمیہ:۔ فعل کلمہ کی دوسری قسم فعل ہے۔ اس کلمے کو فعل کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اصل میں فعل تو مصدر ہے اور مصدر فاعل کا اثر اور فعل ہوا کرتا ہے۔ جیسے الضرب میں مارنا

وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الابتداء وهي لا تدل عليه الا بعد ذكر ما منه الابتداء كالبصرة والكوفة مثلاً تقول سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ الى الكوفة وعلامته ان لا يصح الاخبار عنه ولا به وان لا يقبل علامات الاسماء ولا علامات الافعال وللحرف في كلام العرب فوائد كالربط بين الاسمين نحو زيد في الدار او الفعلين نحو اريد ان تضرب او اسم وفعل كضربت بالخشبة او الجملتين نحو ان جاء نى زيد اكرمته وغير ذلك من الفوائد التي تعرفها في القسم الثالث ان شاء الله تعالى ويسمى حرفا لوقوعه في الكلام حرفا اى طرفا اذ ليس مقصوداً بالذات مثل المسند والمسند اليه۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ایک فعل ہے جو مارنے والے کے ساتھ قائم اور اس سے صادر ہوتا ہے تو جو چیز فاعل سے صادر ہو وہ مصدر ہے یہی نام اس کے مشتق کو دے دیا یعنی اس کلمے کو فعل کہا جانے لگا، جو مصدر سے مشتق ہو جیسے ماضی، حال وغیرہ۔

ترجمہ حرف تعریف۔ حرف وہ کلمہ ہے جو فی نفسہ معنیٰ پر دلالت نہ کرتا ہو، بلکہ ایسے معنیٰ پر دلالت کرتا ہو۔ جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہوں۔ جیسے مِنْ اس لئے کہ اس کے معنیٰ ابتداء کے ہیں۔ اور وہ یعنی من ابتداء کے معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن ما منہ الابتداء (جس سے ابتدا کی گئی ہو) کے ذکر کرنے کے بعد جیسے مثال کے طور پر بصرہ، کوفہ، تو کہے۔ سرت من البصرة الی الکوفة (میں نے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا) اور اسکی (حرف کی) علامت یہ ہے کہ نہ صحیح ہو اس سے خبر دینا (یعنی اسکی خبر دینا) اور نہ اسکے ذریعے خبر دینا (یعنی نہ محکوم علیہ بن سکے اور نہ محکوم بہ) اور یہ کہ وہ (حرف) اسم کی علامتوں کو اور فعل کی علامتوں کو قبول نہیں کرتا اور کلام عرب میں حرف سے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرنا، جیسے زید فی الدار، یا دو فعلوں کے درمیان جیسے ارید ان تضرب/ میں چاہتا ہوں کہ تو مارے) یا اسم وفعل کے درمیان جیسے ضربت بالخشبۃ (میں نے ڈنڈے سے مارا) یا دو جملوں کے درمیان جیسے ان جاءنی زید اکرمتہ (اگر میرے پاس زید آیا تو میں اسکی عزت کروں گا) اور اس کے علاوہ بھی دوسرے فائدے ہیں جن کو تم انشاء اللہ تیسری قسم میں پہچان لوگے اور اسکا نام حرف رکھا گیا ہے اس کے واقع ہونے کی وجہ سے کلام میں طرف یعنی کنارے پر کیونکہ وہ بالذات مقصود نہیں ہوتا جس طرح مسند اور مسند الیہ جملے میں مقصود ہوتے ہیں۔

تشریح فوائد قیود:۔ حرف کی تعریف میں فی غیرہا کی قید ہے اس سے اسم اور فعل دونوں خارج ہو گئے کیونکہ ان کی دلالت فی نفسہ ہوتی ہے اور حرف اپنے معنیٰ دینے میں غیر (دوسرے) کا محتاج ہوتا ہے۔ مثلاً مِنْ حرف ہے اور اس کے معنیٰ ابتدا کے ہیں جب تک ما منہ الابتدا کا ذکر نہ ہوگا ابتداء کے معنیٰ سمجھ میں نہ آئیں گے اسی لئے کہا جاتا ہے سرتُ من البصرة میرے سفر کی ابتدا بصرہ سے ہوئی

فصل الكلام لفظٌ تضمّن كلمتين بالاسناد والاسناد نسبةُ احدى الكلمتين الى الاخرى بحيثُ تفيدُ المخاطب فائدة تامة يصح السكوت عليها نحو زيد قائم و قام زيد و يسمّٰى جملة فعلم انّ الكلام لا يحصل الا من اسمين نحو زيد قائم ويسمّٰى جملة اسمية او من فعلٍ واسمٍ نحو قام زيد ويسمّٰى جملة فعليةً اذ لا يوجدُ المسندُ والمسندُ اليه معًا في غيرهما ولابدّ للكلام منهما فان قيل قد نوقض بالنداء نحو يا زيد قلنا حرفُ النداء قائم مقام ادعو واطلبُ وهو الفعل فلا نقضَ عليه۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) **اعتراض**: جس طرح حرف اپنے معنیٰ دینے میں غیر کا محتاج ہے اسی طرح بعض اسم ایسے ہیں جو لازم الاضافۃ ہوتے ہیں یعنی وہ ایسے اسماء ہیں جو اپنے مضاف الیہ کے ملائے بغیر معنی نہیں دیتے تو یہ بھی معنی دینے میں غیر کے محتاج ہوئے۔ لہٰذا ان کو حرف کہنا چاہیئے۔ **الجواب**۔ حرف کی وضع میں اس کے متعلق کا ذکر کرنا شرط ہے اور اسم کی اصل وضع میں اضافت کی شرط نہیں ہے۔

اعتراض: اسماء موصولہ الذی وغیرہ اور اسماء اشارہ ہٰذا وغیرہ ایسے ہی ضمیر غائب ہو ہما وغیرہ اپنے معنیٰ دینے میں غیر کے محتاج ہیں۔ اسم موصول اپنے معنیٰ دینے میں صلہ کا محتاج۔ اسم اشارہ اپنے معنیٰ دینے میں مشار الیہ کا محتاج اور ضمیر غائب اپنے مرجع کی محتاج ہے۔ **الجواب**: یہ سب اپنے اپنے معانی پر اصل وضع میں دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ استعمال میں آکر ان کو غیر مستقل بنا دیا گیا ہے۔ حرف اخبار عنہ اور اخبار بہ دونوں نہیں بن سکتا کیونکہ اخبار عنہ محکوم علیہ یا مسند الیہ ہوتا ہے اور اخبار بہ مسند اور محکوم بہ ہوتا ہے اور حرف نہ مسند بن سکتا ہے اور نہ مسند الیہ اسلئے مخبر عنہ اور مخبر بہ دونوں نہیں بن سکتا۔ اور چونکہ حرف کا پورا بیان بحث میں آنے والا ہے اس لئے ہم نے بھی یہاں اختصار سے کام لیا۔

ترجمہ یہ تیسری فصل ہے۔ کلام وہ لفظ ہے جو (کم از کم) دو کلمات سے مرکب ہو اسناد کے ساتھ اور اسناد دو کلموں میں سے ایک کی اسناد کرنا ہے دوسرے کلمے کی طرف اس طور پر کہ وہ فائدہ دے مخاطب کو فائدہ تامہ (پورا پورا فائدہ) کہ اس پر سکوت صحیح ہو۔ جیسے زید قائم (مثال اسم کی) اور قام زید (فعل کی مثال ہے) اور اسکا جملہ نام رکھا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بے شک کلام نہیں حاصل ہوتا مگر دو اسموں سے۔ جیسے زید قائم (دونوں اسم ہیں) اور اسکا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے۔ یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے جیسے قام زیدٌ (قام فعل اور زید اسم ہے) اور اسکا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ دونوں ایک ساتھ ان دونوں (جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ) کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے اور ضروری ہے کلام کے لیے ان دونوں کا پایا جانا۔ پس اگر اعتراض کیا جائے کہ نقض وارد کیا گیا ہے ندا سے جیسے یا زید ہم جواب دیں گے (اس مثال میں) حرف نداء ادعو اور اطلب کے قائم مقام ہے اور وہ فعل ہے۔ پس اس پر کوئی نقض وارد نہیں ہوتا۔

وَاذا فرغنا مِنَ المقدّمة فلنشرع فی الاقسام الثلاثة واللّٰه الموفق والمعین **القسم الاوّل** فی الاسم وقد مرّ تعریفہ وھو ینقسم الی المعرب وَالمبنی فلنذکر احکامہٗ فی بابین وخاتمۃ **الباب الاول** فی الاسم المعرب وفیہ مقدمۃ وثلاثۃ مقاصد وَخاتمۃ **اما المقدمۃ** ففیھا فصول فصل فی تعریف الاسم المعرب وھو کل اسم رُکّب مع غیرہٖ ولا یشبہ مبنی الاصل اعنی الحرف والامر الحاضر وَالماضی نحو زیدٌ فی قام زیدٌ لا زیدٌ وحدہٗ لعدم الترکیب ولا ھٰؤلاءِ فی قام ھٰؤلاءِ لوجود الشبہ ویسمّٰی متمکناً۔

تشریح مقدمہ تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ یہ اسکی تیسری اور آخری فصل ہے جس میں مصنف نے کلام کی تعریف اور اسکی مثال نیز اس کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ کلام وہ لفظ ہے جو کم از کم دو کلموں سے مرکب ہو۔ اور ترکیب ان دونوں کلموں میں اسنادی ہو۔ یعنی ایک کلمہ مسند الیہ اور دوسرا مسند ہو۔ تاکہ اس ترتیب سے مخاطب کو پورا پورا فائدہ حاصل ہو یعنی کلام سننے کے بعد مخاطب کو انتظار باقی نہ رہے جیسے زید قائم۔ زید مسند الیہ اور قائم مسند ہے اور دونوں جز اسم ہیں۔ اس لیے جملہ اسمیہ ہے اور قام زیدٌ قام مسند ہے اور زید مسند الیہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہے۔ فعلم ان الکلام۔ تعریف کے قیود سے معلوم ہوا کہ کلام کے اندر کم از کم دو کلمات کا ہونا ضروری ہے۔ اور دونوں کلموں کی ترکیب اسنادی ہو۔ یعنی ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ، اس کے بغیر جملہ تام نہ ہوگا پھر اس جملے کی دو قسمیں ہیں۔ اگر اول جز اسم ہے تو وہ جملہ اسمیہ ہے۔ جیسے زید قائم۔ اگر پہلا جز فعل ہے تو اس کو جملہ فعلیہ کہا جاتا ہے۔ جیسے قام زید۔

اذلایوجد المسند الخ۔ کلام کے لئے ضروری شرط ہے کہ دونوں کلمات کے درمیان اسناد پائی جائے اور اسناد، مسند و مسند الیہ کے بغیر نہیں پائی جاسکتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کلام کے تام ہونے کے لیے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اعتراض۔ یازید جملہ ہے مگر یا حرف ندا اور زید مسند الیہ یا اسم ہے۔ معلوم ہوا کہ کلام ایک حرف اور ایک اسم سے پورا ہوسکتا ہے۔ **الجواب**: یا حرف ندا ہے جو ادعو اور اطلب کے قائم مقام ہے تو اصل عبارت یہ ہے ادعو زیدًا یا اطلب زیدًا۔ میں زید کو بلاتا یا زید کو طلب کرتا ہوں۔ تو اس کی ترکیب ایک فعل یعنی ادعو اور ایک اسم یعنی زید سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

ترجمہ اور جب ہم مقدمہ کے بیان سے فارغ ہوگئے تو تینوں اقسام کو شروع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہترین توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ القسم الاول پہلی قسم اسم کے بیان میں۔ اور تحقیق کہ اس کی تعریف گزر چکی ہے اور وہ معرب و مبنی کی طرف منقسم ہوتا ہے۔ پس ہم اس کے احکام کو دو بابوں اور ایک خاتمہ میں بیان کریں گے۔

الباب الاوّل فی الاسم: باب اول اسم معرب کے بیان میں اور اس میں ایک مقدمہ

ہے اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے۔ بہر حال مقدمہ تو اس میں چند فصلیں ہیں۔ **فصل اوّل**: اسم معرب کی تعریف میں اور اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب کیا گیا ہو اور مبنی اصل کے مشابہ نہ ہو۔ یعنی حرف۔ امر حاضر اور فعل ماضی۔ جیسے زیدٌ قام زیدٌ میں، نہ کہ صرف زیدٌ کیونکہ ترکیب نہیں پائی جاتی اور نہ ھٰؤلاءِ، قام ھٰؤلاءِ میں۔ مشابہت پائے جانے کی وجہ سے۔ اور اس کا نام متمکن رکھا جاتا ہے۔

تشریح

قسم اول اسم کے بیان میں

قسم اول میں مصنف اسم کو بیان کریں گے۔ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ اول اسم معرب، دوم اسم مبنی۔ پھر اس کو مصنف نے دو باب، ایک خاتمہ میں بیان کیا ہے۔

باب اوّل:۔ اسم معرب کے بیان میں۔ اور اس باب میں ایک مقدمہ، تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے بہر حال مقدمہ تو اس میں چار فصلیں بیان کی ہیں۔ فصل اول اسم معرب کی تعریف اور اس کی مثال میں دوسری فصل اسم معرب کے حکم کے بیان میں۔ تیسری فصل اعراب کی اقسام کے بیان میں اور چوتھی قسم اسم معرب کی تقسیم منصرف اور غیر منصرف کی طرف اور تین مقاصد میں اول مقصد میں مرفوعات دوسرے میں منصوبات اور تیسرے مقصد میں مجرورات کو بیان کریں گے اور خاتمہ میں توابع کو بیان کریں گے۔

بہر حال مقدمہ تو اس میں چار فصلیں ہیں۔ فصل اول اسم معرب کی تعریف میں معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر سے مرکب ہو۔ اور مبنی اصل کے مشابہ نہ ہو۔ مرکب مع غیرہ کی قید سے اسم معرب سے وہ اسم خارج ہو گئے جو غیر کے ساتھ مرکب نہ ہوں۔ جیسے اسماء اصوات اور اسماء عدد۔ جیسے واحدٌ اثنانِ، ثلاثۃٌ اور اسماء معدودہ جیسے الف، بار، تار وغیرہ۔ اور زید، عمر، بکر وغیرہ سب نکل گئے۔ پھر ترکیب سے مراد بعض نے ترکیب اسنادی لی ہے اس لئے کہ وہی اعراب کی علت بھی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ترکیب سے یہ مراد لی جاتے کہ اسم اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو یا پھر یہ کہا جاتے کہ ایسی ترکیب کہ اس کے ساتھ اس کا عامل متحقق ہو۔

لو یشبہ مبنی الاصل: اس سے وہ اسم خارج ہو گئے۔ جو غیر کے ساتھ مرکب تو ہوں مگر مبنی اصل کے مشابہ ہو) جیسے ھٰؤلاء قام ھٰؤلاء میں۔ مبنی ہے۔ اس لئے کہ وہ حرف کے مشابہ ہے۔ کیونکہ ھٰؤلاء اشارہ ہے جو اپنے معنیٰ دینے میں مشارٌ الیہ کا محتاج ہے۔ اور اس اسم کا نام اسم متمکن ہے۔ کیونکہ یہ اعراب کو جگہ دیتا ہے۔

فصلٌ حُکمُہٗ ان یختلف اٰخرہٗ باختلاف العوامل اختلافاً لفظیاً نحو جاء نی زیدٌ و رأیتُ زیداً و مررتُ بزیدٍ او تقدیریاً نحو جاء نی موسیٰ و رأیتُ موسیٰ و مررتُ بموسیٰ الاعرابُ ما بہٖ یختلفُ اٰخرُ المعرب کالضمۃ والفتحۃ والکسرۃ والواو والالف والیاء واعرابُ الاسم علٰی ثلٰثۃ انواعٍ رفعٌ و نصبٌ و جرٌّ والعاملُ ما بہٖ رفعٌ او نصبٌ او جرٌّ و محل الاعراب من الاسم ھو الحرف الاخیرُ مثال الکل نحو قام زیدٌ فقام عاملٌ و زیدٌ معربٌ والضمۃ اعرابٌ والدالُ محل الاعراب واعلم انّہٗ لا یُعرَبُ فی کلام العرب الا الاسم المتمکن والفعلُ المضارعُ وسیجیٔ حکمہٗ فی القسم الثانی ان شاء اللّٰہُ تعالٰی

ترجمہ دوسری فصل اور معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے بدل جائے اختلاف لفظوں میں ہو جیسے جاءنی زیدٌ اور رأیت زیداً اور مررتُ بزیدٍ ۔ یا اختلاف تقدیراً ہو جیسے جاءنی موسیٰ ، رأیتُ موسیٰ اور مررتُ بموسیٰ ۔ اعراب وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے معرب کا آخری حرف بدل جائے جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ، اور واو، الف اور یاء اور اسم کے اعراب تین قسم پر ہیں ۔ رفع، نصب، جر اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع اور نصب اور جر آئیں ۔ محل اعراب اسم میں آخری حرف ہے ان سب کی مثال قام زیدٌ ہے پس قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے اور جان تو کہ شان یہ ہے کہ کلام عرب میں کوئی معرب نہیں ہے لیکن اسم متمکن اور فعل مضارع اور اس کا بیان قسم ثانی میں انشاء اللہ تعالےٰ آئے گا ۔

تشریح قولہ، حکمہ ان یختلف آخرہ ۔ معرب کا حکم یہ ہے کہ اسکا آخر عامل کے بدلنے سے بدل جائے مختلف ہونے سے مراد یہ ہے کہ دوسرے وصف سے متصف ہو جاتے ہیں پہلے مرفوع تھا پھر عامل کے بدلنے سے منصوب ہو جائے یا مجرور ہو جائے حاصل یہ کہ اسم کا آخری حرف نہیں بدلتا بلکہ اس حرف پر جو اعراب ہوتا ہے وہ بدل جاتا ہے جیسے جاءنی زید میں زید اسم معرب ہے ۔ آخری حرف دال پر رفع ہے جب آپ نے رأیت زیداً کہا تو عامل جاء کے بجائے رأیت ہو گیا ۔ اس لئے زید کے آخری حرف پر رفع کے بجائے نصب آگیا ۔

اختلافاً لفظیاً ۔ اسم معرب کا آخری حرف لفظوں میں بدل جائے یعنی رفع سے نصب اور نصب سے جر میں تبدیل ہو جائے جیسا عامل کا تقاضا ہو اس کے مطابق اعراب اس میں داخل ہو ۔ جیسے اوپر کی مثال میں آپ نے پڑھا ہے اختلاف تقدیری یہ ہے کہ اسم کا آخری حرف بدستور اپنی حالت پر برقرار رہے، جو اعراب اس میں حالت رفع میں تھا وہی بعد میں بھی باقی رہے ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آخری حرف پر اعراب لفظوں میں ظاہر نہ ہو جیسے جاءنی موسیٰ میں رفع تقدیری ہے ۔ لفظوں میں نہیں ہے ۔ اسی طرح رأیت موسیٰ میں موسیٰ پر اعراب نصب کا لفظ میں نہیں ہے ۔

الاعراب ۔ نحویوں کی اصطلاح میں اعراب اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے اسم معرب کا آخر اس کی وجہ سے

فصل فی اصناف اعراب الاسم وھی تسعۃ اصناف الاول ان یکون الرفع بالضمۃ والنصب والجر بالکسرۃ ویختص بالمفرد المنصرف الصحیح وھو عند النحاۃ ما لا یکون فی اٰخرہ حرف علۃ کزید وبالجاری مجری الصحیح وھو ما یکون فی اٰخرہ واو او یاء ما قبلھا ساکن کدلو وظبی وبالجمع المکسر المنصرف کرجال تقول جاءنی زیدٌ ودلوٌ وظبیٌ ورجالٌ ورأیت زیدًا ودلوًا وظبیًا ورجالًا ومررت بزیدٍ ودلوٍ وظبیٍ ورجالٍ الثانی ان یکون الرفع بالضمۃ والنصب والجر بالکسرۃ ویختص بجمع المؤنث السالم تقول ھن مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ و مررت بمسلماتٍ الثالث ان یکون الرفع بالضمۃ والنصب والجر بالفتحۃ ویختص بغیر المنصرف کعمر تقول جاءنی عمرُ ورأیت عمرَ ومررت بعمرَ الرابع ان یکون الرفع بالواو والنصب بالالف والجر بالیاء ویختص بالاسماء الستۃ مکبرۃ موحدۃ مضافۃ الی غیر یاء المتکلم وھی اخوک وابوک وھنوک وحموک وفوک وذو مالٍ تقول جاءنی اخوک ورأیت اخاک ومررت باخیک وکذا البواقی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بدل جائے جیسے ضمہ، فتحہ اور کسرہ۔ ان کا نام اعراب بالحرکت ہے اور واؤ، الف اور یا ان کو اعراب بالحروف کہا جاتا ہے۔

اعرابِ اسم:۔ اسم کے تین اعراب ہیں۔ اول رفع، دوم نصب، سوم جر۔ اور محل اعراب اسم کا حرف آخر ہے مثال میں عامل، اعراب اور محل اعراب کو سمجھ لیجئے۔ جیسے قام زید میں زید اسم معرب ہے اور اس کے حرف آخر میں دال ہے۔ یہ محل اعراب ہے مرفوع ہے تو رفع اسکا اعراب ہے خلاصہ یہ کہ قام عامل، زید اسم معرب اور دال محل اعراب اور رفع اس کا اعراب ہے۔

واعلم انہ:۔ پورے کلام عرب میں صرف اسم متمکن ہی معرب ہوتا ہے یا پھر فعل مضارع معرب ہے ان دونوں کے علاوہ باقی سب مبنی ہوتے ہیں اور فعل مضارع کا بیان بحث فعل میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

ترجمہ اور تیسری فصل اسم کے اعراب کی قسموں کے بیان میں اور وہ نو قسمیں ہیں۔ قسم اول یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو۔ اور خاص ہے وہ مفرد منصرف صحیح کے ساتھ اور وہ نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ جیسے زید اور قائم اور خاص ہے قائم مقام صحیح کیساتھ اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ما قبل ساکن ہو۔ جیسے دَلْوٌ اور ظَبْیٌ اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجال تو کہے جاءنی زید، دلوٌ ظبیٌ ورجالٌ اور رأیت زیدًا و دلوًا وظبیًا ورجالًا اور مررتُ بزیدٍ ودلوٍ وظبیٍ ورجالٍ۔ اور دوسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب و جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے۔ تو کہے ھنّ مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ اور مررتُ بمسلماتٍ۔ اور تیسری

قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر فتحہ کے ساتھ ہو۔ اور یہ اعراب خاص ہے غیر منصرف کے ساتھ۔ جیسے عُمَر تو کہے جاءنی عمر اور رأیت عمر و مررت بعمر۔ اور قسم رابع یہ ہے کہ رفع واو کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ اور جر یا کے ساتھ ہو۔ اور یہ اعراب مخصوص ہے اسماء ستہ مکبّرہ کے ساتھ در انحالیکہ واحد کے صیغے ہوں اور مضاف ہوں یاء متکلم کے علاوہ کسی دوسری ضمیر کی طرف۔ اور وہ اخوک، ابوک، ہنوک، حموک، فوک اور ذو مال ہیں۔ تو کہے جاءنی ابوک اخوک رأیت اخاک مررت باخیک۔ اس مثال کی طرح باقی پانچ کو بھی قیاس کر لیجئے۔

تشریح اوپر مصنف نے اعراب کی تین قسمیں ذکر کی ہیں۔ یعنی رفع، نصب اور جر اور یہ بھی بتایا ہے کہ عامل وہ ہے جس کی وجہ سے یہ رفع ونصب وجر آئے ہوں۔ اب اس فصل ثالث میں مصنف نے اسم متمکن کا اعراب ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اصولی طور پر اعراب کی نو قسمیں ہیں۔ تحریر میں اسم متمکن کی سولہ قسمیں بیان کی ہیں جن کو تم نے پڑھ لیا ہے اعراب کی پہلی قسم حالت رفع میں ضمہ اور حالتِ نصب میں فتحہ اور حالت جر میں کسرہ داخل ہو۔ اور یہ اعراب مفرد منصرف صحیح کے ساتھ خاص ہے مفرد منصرف صحیح، صحیح کی تعریف میں نحویوں اور صرفیوں کے درمیان اختلاف ہے۔ صرفی کہتے ہیں صحیح وہ کلمہ ہے جس میں حرف علت ہمزہ اور دو حرف صحیح ایک جنس کے نہ ہوں اور نحوی کہتے ہیں صحیح وہ ہے کہ جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ مصنف نے نحویوں کا قول اختیار کیا ہے۔

اور جاری مجری صحیح یعنی صحیح کے قائم مقام وہ اسم ہے واو ہو یا یا ہو اور اس کے ماقبل حرف ساکن ہو جیسے دَلْوٌ میں واو آخر میں ہے اس سے پہلے حرف پر سکون ہے ایسے ہی ظَبْیٌ یا آخر میں ہے اور یا راس سے پہلے ساکن ہے۔ دلوٌ ڈول ظبیٌ ہرن اور جمع مکسر منصرف وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہا ہو جیسے رجال رجل کی جمع ہے ج اور ل کے درمیان الف داخل ہے اسلئے واحد کا وزن ٹوٹ گیا اس سے احتراز ہے اس جمع مکسر سے جو غیر منصرف ہو اسلئے کہ جمع مکسر غیر منصرف کا اعراب اسکے علاوہ ہے اسی طرح جمع مکسر سالم سے بھی احتراز ہے۔ کیونکہ اس میں واحد کا وزن سلامت رہتا ہے۔ اسکا اعراب بھی جمع مکسر منصرف سے جداگانہ ہے حاصل یہ ہے کہ مفرد منصرف صحیح، جاری مجری صحیح اور جمع مکسر منصرف تینوں قسموں کا اعراب ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ حالتِ رفع میں ضمہ کے ساتھ حالتِ نصب میں فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جر میں کسرہ کے ساتھ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

قولہٗ الثانی ان یکون الرفع۔ اعراب کی نو اقسام میں سے دوسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب وجر کسرہ کے ساتھ ہو (اس میں حالت نصب حالت جر کے تابع ہے) اعراب کی یہ قسم صرف جمع مؤنث سالم کے ساتھ مخصوص ہے۔

قولہٗ الثالث ان یکون الرفع۔ اعراب کی مذکورہ نو اقسام میں سے تیسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر دونوں حالتوں میں فتحہ آتا ہے۔ اس قسم میں حالت جر نصب کی حالت کے تابع ہے۔

الخامسُ ان یکونَ الرّفعُ بالالف وَالنصب والجرُّ بالیاءِ المفتوحِ ما قبلها ویُختصُّ بالمثنیّ وکلا مضافًا الی مضمرٍ واثنانِ واثنتانِ تقول جاءَ نی الرّجُلانِ کلاهما واثنان واثنتانِ ورَاَیتُ الرّجُلَیْنِ کلیهما واثنین واثنتین ومررتُ بالرجلین کلیهما واثنین واثنتین السادس ان یکونَ الرفعُ بالواو المضموم ما قبلها والنصبُ وَالجرُّ بالیاءِ المکسورِ ما قبلها ویُختصُّ بجمع المذکر السالِم نحو مسلمونَ واولُو وعشرُونَ مع اخواتها تقولُ جاءَنی مسلمون وعشرون واولو مالٍ ورَاَیتُ مسلمین وعشرین واولی مالٍ ومررتُ بمسلمین وعشرین واولی مالٍ واعلم اَنَّ نونَ التثنیۃِ مکسورۃ ابدًا ونون جمع السلامۃ مفتوحۃ ابدًا وکلاهما تسقطان عند الاضافۃ تقول جاءنی غلاما زیدٍ ومسلمو مصر۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قولہ' الرابع' اور اعراب کی چوتھی قسم رفع واؤ کے ساتھ' نصب الف کے ساتھ اور حالت جر یاء کے ساتھ اعراب کی یہ قسم اسماء ستہ مکبّرہ کے ساتھ خاص ہے اس حال میں کہ اسماء ستہ (چھ اسماء) مکبّرہ ہوں یعنی ان کی تصغیر نہ لائی گئی ہو۔ کیونکہ اگر مصغّر ہوں گے تو ان کا اعراب اس کے علاوہ ہوگا اور دوسری شرط یہ بھی ہے کہ یہ چھ اسم واحد کے صیغے ہوں۔ نہ تثنیہ ہوں اور نہ جمع۔ تیسری شرط یہ ہے کہ یاءِ متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں۔ کیونکہ اگر یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کا اعراب تقدیری ہوگا۔ جیسے جاءنی اخوک رأیت اخاک مررت باخیک' اخ بھائی۔ اب والد۔ ہن ناپسندیدہ چیز۔ نیز اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس کے اخلاق اچھے نہ ہوں۔ حم' عورت کا قریبی رشتہ دار۔ فوک فم سے بنا ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ ذومال۔ مالدار۔ حموکِ حم کی اضافت کاف مکسورہ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کیونکہ حم عورت کے قریبی عزیز کو کہتے ہیں۔

قولہ' وکذا البواقی' مصنف نے اسماء ستہ مکبّرہ کی صرف ایک مثال کو ذکر کیا ہے۔ حالت نصب وجر دونوں کو ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ اسی طرح باقی دونوں حالتوں کو قیاس کر لیجئے۔

ترجمہ انواعِ اعراب کی پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ' نصب وجر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہو اور یہ نوع خاص ہے مثنّیٰ کے ساتھ اور کلا کے ساتھ جب کہ وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنانِ واثنتانِ کے ساتھ جیسے تو کہے جاءنی الرجلان کلاھما واثنان واثنتان اور رأیت الرجلین کلیھما واثنین واثنتین اور مررتُ بالرجلین' کلیھما واثنین واثنتین۔ اور چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ ہو' اور نصب وجر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہو۔ اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے جاءنی مسلمون واولو مالٍ وعشرون یہی اعراب ثلاثون' اربعون' خمسون وغیرہ کا بھی ہے۔ اور رأیت مسلمین' عشرین واولی مالٍ ومررتُ بمسلمین وعشرین واولی مالٍ۔ اور جان لو کہ تثنیہ کا نون ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور جمع سالم کا نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسے تم کہو

جاءنی غلاما زیدٍ و مسلمو مصر۔

تشریح قولہ الخامس ان یکون الرفع۔ اعراب کی پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع کی حالت میں الف کے ساتھ اور نصب و جر کی حالت میں یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا۔ یہ اعراب مثنیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کِلا کا اعراب بھی یہی ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ضمیر کی جانب مضاف ہو۔ اسی طرح اثنان اور اثنتان کا بھی یہی اعراب ہے۔ کلا کے معنیٰ ہر دو۔ اثنان کے معنیٰ دو مذکر۔ اثنتان دو مؤنث۔ مثال ترجمہ میں گزر چکی ہے مثنّیٰ یعنی وہ اسم جس پر مثنّیٰ کا لفظ بولا جائے۔ اور مثنّیٰ وہ اسم ہے کہ الف ماقبل مفتوح اور نون مکسور اس کے آخر میں ہو یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور اس کے آخر میں ہو۔ جیسے رجلانِ اور رجلین کلاَ کی دو حالتیں ہیں۔ صورت میں مفرد ہے اور معنًا بیں تثنیہ ہے اور چونکہ دونوں جانب کی رعایت مقصود تھی اس لئے جب کِلا اسم ظاہر کی جانب مضاف ہوگا تو افراد کی جانب کی رعایت کرکے اعراب بالحرکۃ دیا جائے گا اور جب کلا ضمیر کی جانب مضاف ہوگا تو اس کو حرف کا اعراب دیا جائے گا۔ تاکہ دونوں جانب کی رعایت ہو جائے۔

قولہ السادس ان یکون الخ۔ اعراب کی چھٹی قسم یہ ہے کہ حالت رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگا۔ یہ اعراب صرف جمع مذکر سالم میں پایا جاتا ہے۔ جمع مذکر سالم وہ اسم ہے جس کی جمع میں واحد کا وزن سلامت ہو۔ جیسے مسلم کی جمع مسلمون۔ نیز یہی اعراب اولو اور عشرون، ثلاثون اور اربعون وغیرہ کا بھی ہے۔

واعلم ان نون التثنیۃ الخ۔ نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے کیونکہ نون حرف ہے اور حروف مبنی ہیں اور مبنی کی اصل سکون ہے۔ اس لئے نون ساکن تھا اور قاعدہ ہے کہ ساکن کو جب التقائے ساکنین کی وجہ سے حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ساکن حرکت بنائی ہے۔ اس لئے معرب کی حرکات سے جو بعید ترین حرکت ہے۔ اسی لئے غیر منصرف اور فعل مضارع میں کسرہ نہیں آتا۔ وہ اس کو دے دیا گیا اور چونکہ تثنیہ پہلے ہے جمع اس کے بعد آتا ہے۔ تو اصل اس کو دے دیا گیا اور نون جمع کو دوسری حرکت دی گئی۔ یعنی فتحہ، ضمہ اس لئے نہیں دیا گیا۔ کیونکہ وہ ثقیل ہوتا ہے۔ اس لئے مصنف نے فرمایا نون تثنیہ ہمیشہ مکسور اور نون جمع سلامت کا ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ تاکہ دونوں نون میں فرق باقی رہے۔

کلا ھما لسقطان عند الاضافۃ۔ نون جمع اور نون تثنیہ اضافت کے وقت دونوں ساقط ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اضافت کے وقت تنوین ساقط ہو جاتی ہے۔ نون دراصل تنوین کے عوض میں لایا جاتا ہے اس لئے جب اصل ساقط ہو گیا تو فرع کی ضرورت نہ رہی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے غلاما زیدٍ اور مسلمو مصر۔

اَلسَّابِعُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّۃِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِیْرِ الْفَتْحَۃِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِیْرِ الْکَسْرَۃِ وَیَخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَھُوَ مَا فِیْ اٰخِرِہٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَۃٌ کَعَصًا وَبِالْمُضَافِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ غَیْرِ جَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ کَغُلَامِیْ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ عَصًا وَغُلَامِیْ وَرَاَیْتُ عَصًا وَغُلَامِیْ وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِیْ۔ اَلثَّامِنُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّۃِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِیْرِ الْکَسْرَۃِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَۃِ لَفْظًا وَیَخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَھُوَ مَا فِیْ اٰخِرِہٖ یَاءٌ مَا قَبْلَھَا مَکْسُوْرٌ کَالْقَاضِیْ تَقُوْلُ جَاءَنِی الْقَاضِیْ وَرَاَیْتُ الْقَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ ۔

ترجمہ اعراب کی انواع میں سے ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور نصب بتقدیر فتحہ اور جر بتقدیر کسرہ ہوگا اور یہ اعراب اسم مقصور کے ساتھ خاص ہے۔ اور وہ (مقصور) وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور خاص ہے اس اسم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔ اور وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہے۔ جیسے غلامی تو کہے جاءنی عصًا وغلامی ورأیت عصًا وغلامی ومررتُ بعصًا وغلامی۔ اور آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع بتقدیر ضمہ ہو اور جر بتقدیر کسرہ ہو۔ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ ہو اور یہ اعراب خاص ہے اسم منقوص کے ساتھ۔ جیسے تو کہے جاءنی القاضی، رأیتُ القاضی ومررتُ بالقاضی ۔

تشریح السابع ان یکون۔ اعراب کی ساتویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ۔ اور حالت جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہے۔ تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا۔ اعراب تقدیری جس طرح حرکت میں ہوتا ہے اسی طرح اعراب بالحروف میں بھی ہوتا ہے بہرحال اعراب تقدیر حرکت میں کبھی تینوں حالات میں تقدیری ہوتا ہے اور کبھی صرف دو حالتوں میں عصًا اور غلامی میں تینوں حالتوں میں اور قاضی وداعی میں صرف دو حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے اسی طرح اعراب بالحرف میں بھی کبھی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوتا ہے ۔ جیسے ابو القوم۔ مگر مصنف نے اس قسم کا ذکر نہیں کیا۔ سوال مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ اعراب کی اقسام بجائے نو کے دس ہیں۔ جواب۔ اعراب کی یہ قسم عصًا غلامی کے تحت بیان کی جا چکی ہے ۔ لہٰذا اقسام اعراب نو ہوتی ہیں نہ کہ دس ۔ قولہ الثامن ان یکون' اعراب کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع بتقدیر ضمہ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب میں فتحہ لفظوں میں آتا ہے اور اعراب کی یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے۔ اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو۔ جیسے قاضی۔ رفع تقدیری کی وجہ یہ ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف انتقال کرنا زبان پر ثقیل ہوتا ہے۔ اسی طرح حالت جر میں تین کسرہ ایک حرف میں جمع ہو جاتے ہیں جو کہ ثقل کا باعث ہے اس لیئے دونوں حالتوں' حالت رفع وحالت جر میں اعراب تقدیری رکھا گیا ہے ۔

التاسع ان يكون الرفعُ بتقدير الواو والنصبُ والجرُّ بالياء لفظاً ويختص بجمع المذكر السالم مضافاً الى ياء المتكلم تقول جاءني مسلميَّ تقديره مسلموي اجتمعت الواوُ والياءُ والاولى منهما ساكنة فقلبت الواو ياءً وادغمت الياء في الياء وابدلت الضمة بالكسرة لمناسبة الياء فصار مسلميَّ ورأيتُ مسلميَّ ومررتُ بمسلميَّ فصل الاسم المعرب على نوعين منصرفٌ وهو ما ليس فيه سببان او واحدٌ يقوم مقامهما من الاسباب التسعة كزيدٍ وَيُسمّى الاسمَ المتمكنَ وحكمُهُ ان يدخلهُ الحركاتُ الثلاثُ مع التنوين تقول جاءني زيدٌ ورأيتُ زيداً ومررتُ بزيدٍ وغيرُ منصرفٍ وهو ما فيه سببان او واحدٌ منها يقومُ مقامهما۔

ترجمہ اور نویں قسم یہ ہے کہ رفع واو کی تقدیر کے ساتھ ہو اور نصب اور جر یار لفظی کے ساتھ ہو اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے، جو یار متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے تو کہے جاءنی مسلمیَّ کہ مسلمیَّ کی اصل مسلموی تھی۔ واؤ اور یار ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان دونوں میں سے پہلا ساکن ہے۔ پس واو کو یار سے بدل دیا گیا اور یاء کو یار میں ادغام کر دیا گیا۔ اور میم کا ضمہ کسرہ سے بدل دیا گیا یار کی مناسبت کی وجہ سے پس مسلمیَّ ہو گیا۔ فصل۔ اسم معرب دو قسم پر ہے۔ اول قسم منصرف اور منصرف وہ اسم ہے جس میں دو سبب یا ایک سبب جو قائم مقام دو سببوں کے ہو۔ اسباب تسعہ میں سے اس میں نہ ہوں۔ جیسے زیدٌ اور اس قسم کا نام اسم متمکن رکھا جاتا ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ اس میں تینوں حرکات مع تنوین داخل ہوتی ہیں۔ جیسے تو کہے جاءنی زیدٌ رأیتُ زیداً اور مررتُ بزیدٍ۔ اور غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں دو سبب ہوں یا ایک سبب ہو ان نو اسباب میں سے اور وہ ایک سبب دو کے قائم مقام ہو۔

تشریح قولہ التاسع ان یکون الرفع۔ اعراب کی نویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع تبقدیر واو اور نصب و جر کی حالت یار لفظی کے ساتھ ہوگی۔ یہ جمع مذکر سالم کا اعراب ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یار متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مسلمی اصل میں مسلمونَ یَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اس کے بعد واو یار ایک جگہ جمع ہوئے۔ اول ان میں سے ساکن ہے۔ اس لئے واؤ کو یار سے بدل دیا گیا۔ پھر دو یار جمع ہوئیں اس لئے ادغام کر دیا گیا۔ میم کے ضمہ کو یار کی مناسبت سے کسرہ سے بدل دیا۔ مسلمیَّ ہو گیا۔

فصل اسم المعرب: مقدمہ کی یہ چوتھی فصل ہے جس میں اسم معرب کی تقسیم اولی کا بیان ہوگا یعنی یہ کہ اسم معرب کی دو قسمیں ہیں۔ منصرف و غیر منصرف۔ منصرف وہ اسم معرب ہے جس میں دو سبب یا ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہو اس میں نہ پایا جاتا ہو۔ جیسے زید۔ اس کو اسم متمکن کہا جاتا ہے۔ اسم متمکن کا حکم یہ ہے کہ اس میں تینوں حرکتیں ضمہ، فتحہ اور کسرہ داخل ہوتی ہیں۔ نیز تنوین بھی۔ جیسے جاءنی زیدٌ، رأیتُ زیداً مررتُ بزیدٍ۔

والاسباب التسعة هي العدلُ والوصف والتانيث والمعرفة والعجمة والجمع والتركيبُ وَ الالفُ والنونُ الزائدتان ووزنُ الفعل وَحُكمُهٗ ان لا يدخله الكسرة والتنوينُ ويكونُ فی موضع الجرّ مفتوحًا ابدًا تقول جاء نی اَحْمَدُ وَرَأیتُ احمدَ ومررتُ باَحْمَدَ اما العدلُ فهو تغيّرُ اللفظ من صيغته الاصلية الی صيغةٍ اُخریٰ تحقيقًا او تقديرًا ولا يجتمع مع وزن الفعل اصلًا ويجتمعُ مَعَ العلميّة كعمرٍ وزُفرٍ ومع الوصف كثلاث ومثلث وَاُخَر وجُمَعَ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) زید پر تینوں حالتوں میں تنوین کے ساتھ اعراب دیا گیا ہے ۔ اسباب سے مراد وہ چیز ہے کہ جب وہ کلام میں پائی جائے تو متکلم پر واجب ہے کہ اس کے مناسب احکام کو اختیار کرے۔

مافیہ سببان او واحد ۔ دو سبب یا ایک سبب جو دو اسباب کے قائم مقام ہو ۔ یہ ہے کہ اسباب حقیقۃً پائے جاتے ہوں یا حکماً پائے جاتے ہوں اس تاویل سے وہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو سراویل میں ہوتا ہے کہ اس میں جمعیت نہیں پائی جاتی اس کے باوجود اس کو غیر منصرف مانا جاتا ہے ۔ یعنی سراویل میں حکماً جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں ۔ لہٰذا اسباب غیر منصرف کے حقیقۃً پائے جاتے ہوں یا حکماً پائے جاتے ہوں دونوں صورتوں میں وہ غیر منصرف ہوگا ۔

ترجمہ اور اسباب تسعہ عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدتان، وزن فعل ہیں ۔ اور اسکا حکم یہ ہے کہ اس میں کسرہ و تنوین داخل نہ ہوں ۔ اور جر کی جگہ وہ ہمیشہ مفتوح ہوگا ۔ جیسے تو کہے جاء نی احمدُ، رایتُ احمدَ مررتُ باحمدَ ۔ بہر حال عدل پس وہ لفظ کا اپنے صیغہ اصلی سے نکلنا دوسرے صیغہ کی طرف تحقیقًا یا تقدیرًا ۔ اور وہ وزنِ فعل کے ساتھ بالکل جمع نہ ہوگا ۔ اور علمیت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے ۔ جیسے عمر، زفر، اسی طرح وصف کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے ۔ جیسے ثلاث اور مثلث اور اُخَر، جُمَع ۔

تشریح قولہ اسباب تسعہ ۔ اسم متمکن کے غیر منصرف ہونے کے اسباب نو ہیں ۔ اس لئے ان کو اسباب تسعہ کہا جاتا ہے اور وہ عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدتان اور ترکیب اور وزن فعل ہیں ۔ بعض نے اسباب تسعہ کے بجا اور صرف دو اسباب شمار کئے ہیں ۔ اول حکایت دوم ترکیب ۔ پھر انہوں نے مذکورہ نو اسباب کو ان میں داخل کرنے کی تاویلیں کی ہیں ۔ لیکن بہر حال جس اسم پر دو سبب پائے جائیں گے وہ اسم غیر منصرف ہوگا ۔ اس میں کسرہ اور تنوین داخل نہ ہوں گے ۔ رفع و نصب کی حالت میں ضمہ و فتحہ آئیں گے ۔ تنوین نہ آئے گی ۔ اسی طرح کسرہ کے بجائے فتحہ ہوگا ۔ جیسے احمدُ، احمدَ اور احمدَ پڑھا جائیگا ۔

اما العدل ۔ اسباب تسعہ اجمالاً بیان کرنے کے بعد مصنف نے ان کو تفصیل وار ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا عدل کی اصطلاحی تعریف لفظ کا اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی جانب منتقل ہونا / عدول کرنا) اب یہ

أَمَّا الوصفُ فلا يجتمع مع العلمية اصلاً وشرطهٗ ان يكونَ وصفًا في اصل الوضع فاسود وارقم غير منصرفٍ وَاِنْ صارا اسمين للحيّة لاصالتهما في الوصفية وأربع في مررتُ بنسوةٍ اربعٍ منصرف مع انه صفة ووزن الفعل لعدم الاصالة في الوصفية اما التانيث بالتاء فشرطه ان يكونَ علمًا كطلحة وكذلك المعنوي ثم المعنوي ان كان ثلاثيًا ساكن الاوسط غير عجمي يجوز صرفه وتركه لاجل الخفّةِ ووجود السببين كهند والا يجبُ منعهٗ كزينبَ وسقرَ وماهَ وجورَ والتانيثُ بالالف المقصورة كحبلى والممدودة كحمراء ممتنع صرفها البتة لان الالف قائم مقام السببين التانيث ولزومهٗ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عدول تحقیقی ہو یعنی ہم کو معلوم ہو کہ اس لفظ کا معدول عنہ کیا ہے اور جس کی طرف عدول کر کے آیا ہے وہ کیا ہے اور ساتھ ہی اسکی وجہ بھی معلوم ہو کہ عدول کرنے کی وجہ کیا ہے ۔ اس کے برخلاف عدول تقدیری میں ہم کو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں لیکن کیوں پڑھتے ہیں اس کی وجہ اور دلیل معلوم نہیں ۔ قولہ، ولا یجتمع مع وزن الفعل ۔ اسباب تسعہ میں سے عدل کن اسباب کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور کن کے ساتھ جمع نہیں ہوتا ہے ۔ مصنف نے فرمایا کہ عدل وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ عدل کے صرف چھ اوزان ہیں مفعَل جیسے مثلث، فُعَل جیسے عمر فَعَل جیسے اسس فُعال جیسے ثلاث فَعال جیسے قطام فعل جیسے سحر اور مذکورہ اوزان فعل کے وزن پر نہیں آتے ۔ ثلاث ومثلث میں عدل تقدیری پایا جاتا ہے کیونکہ ان کے معنی ہیں تین تین اور قاعدہ ہے کہ معنی میں تکرار بغیر لفظ کے تکرار کے نہیں ہوتا ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ ثلاثۃ ثلاثۃ تھا اور اسی سے ثلاث ومثلث کو عدول کر لیا گیا ہے ۔

قولہ اُخر وجمع ۔ لفظ اُخر اصل میں اُخریٰ کی جمع ہے اور اُخریٰ اسم تفضیل مؤنث کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل کا استعمال تین طریقہ سے ہوتا ہے لام کے ساتھ یا اضافت کے ساتھ یا پھر مِن کے ساتھ اور چونکہ ان میں سے کسی ایک کے مطابق استعمال نہیں کیا گیا ہے ۔ اس لئے قیاس کیا گیا کہ ان تینوں میں سے کسی ایک سے اس کو معدول کر لیا گیا ہے ۔ بعض نے صرف دو سے معدول مانا ہے یعنی من آخر یا الآخر سے ۔ اضافت سے استعمال کو جائز نہیں مانا ۔

قولہ جمع بلفظ جُمع جمعاء کی جمع ہے جو فعلاء کے وزن پر ہے ۔ اور فعلاء جو کہ افعل کا مؤنث ہے اگر صفت کا صیغہ ہو تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی جمع فعلٌ کے وزن پر آئے جیسے حمراء وحمر اور اگر فعلاء کا وزن اسم میں ہو تو اس کی جمع فعالیٰ یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے ۔ جیسے صحراء کی جمع صحاریٰ اور صحراوات آتی ہے لہٰذا جمع کی اصل یا جماعیٰ تھی یا جمعاوات تھی اور انہی سے اسکو عدول کر لیا گیا ہے ۔

ترجمہ | بہرحال وصف پس وہ علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور اسکی شرط یہ ہے کہ اصل وضع میں وہ وصف ہو (یعنی وہ لفظ وصف کے معنی دینے کے لیے وضع کیا گیا ہو) پس لفظ اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگرچہ (بقیہ)

وہ دونوں سانپ کے نام بن گئے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کی اصل وصفیت کے لئے تھی اور لفظ اربع مررت بنسوۃ اربع
میں منصرف ہے باوجودیکہ وہ اس مثال میں صفت واقع ہے اور اربعۃ وزن فعل بھی ہے (مگر منصرف ہے) اس لیے
کہ وصفیت میں اصل نہیں ہے۔

واما التانیث۔ اور بہر حال تانیث بالتاء، تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحۃ اور اسی طرح (تانیث) معنوی
بھی۔ پھر معنوی اگر ثلاثی ہے تو ساکن الاوسط ہو اور عجمی نہ ہو تو جائز ہے اس کا منصرف ہونا اور غیر منصرف ہونا (یعنی صرف
اور ترک صرف) دونوں جائز ہیں خفیف ہونے کی وجہ سے اور دو سبب پائے جانے کی وجہ سے جیسے ہند ورنہ اس کا
منع واجب ہے (یعنی غیر منصرف ہونا ضروری ہے) جیسے زینب، سقر اور ماہ وجور اور تانیث الف مقصورہ کے
ساتھ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء ان دونوں کا صرف (منصرف ہونا) ممتنع ہے (محال ہے)
البتہ کیونکہ الف دو سبب کے قائم مقام ہے اول تانیث اور دوم لزوم تانیث۔

تشریح اسباب منع صرف کا دوسرا سبب وصف ہے یعنی اسم کا کسی مبہم ذات پر دلالت کرنا جس سے
بعض صفات کو اخذ کر لیا گیا ہو۔ وصف کے مؤثر ہونے کی چند شرطیں ہیں۔ اول شرط۔ وصف علمیت
کے ساتھ جمع نہیں ہوتا وصف خواہ اصلی ہو یا عارضی ہو۔ اس لئے کہ علم اور وصف میں تضاد پایا جاتا ہے دوسری شرط
یہ ہے کہ صیغہ میں وصف اس کی اصل وضع میں پایا جاتا ہو یعنی واضع لغت نے اس لفظ کو وصف کے معنی دینے کے
لئے وضع کیا ہو۔ لہٰذا اس شرط کی بنا پر لفظ اسود اور ارقم (سانپ کے دو نام ہیں) غیر منصرف ہیں اس لئے ان کی اصل
وضع وصف کے لئے ہوئی ہے۔ اسود سیاہ رنگ۔ ارقم چتلا۔ چتکبرا۔ کالا سفید۔ ابلق کو کہتے ہیں اگرچہ بعد میں اسود
اور ارقم کالے سانپ کو کہا جانے لگا ہے اور چونکہ وصف اصلی وضع میں وصف ہی کے لئے ہونا شرط ہے
اس لئے اربع منصرف ہے۔ اگرچہ اس جگہ مثال میں اس کو وصف کے لئے استعمال کیا گیا ہے مگر چونکہ اربع کی اصل
وضع اسم کے لئے ہوئی ہے نہ کہ وصف کے لئے اس لئے اربع منصرف ہے اگرچہ اربع میں اس جگہ وصف اور وزن
فعل دونوں پائے جاتے ہیں مگر اصل وضع کی قید سے یہ خارج ہو گیا۔

قولہ اما التانیث۔ اسباب منع صرف کا یہ تیسرا سبب ہے تانیث کی دو قسمیں ہیں۔ اول قسم تانیث بالتاء یعنی
صیغہ میں حرف تانیث لفظوں میں مذکور ہو تو اس کے سبب ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ جیسے طلحۃ علمیت اگرچہ
تانیث معنوی کے لئے بھی شرط ہے مگر تانیث معنوی کی بعض شرائط اور بھی ہیں یعنی تانیث معنوی اگر ثلاثی ہو
ساکن الاوسط ہو اور غیر عجمی ہو تو اس میں دونوں وجہ جائز ہیں۔ منصرف پڑھنا اور غیر منصرف پڑھنا۔ اس لئے کہ اس
میں خفت پائی جاتی ہے۔ جو منصرف پڑھنے کا تقاضا کرتی ہے اور اس میں دو سبب بھی پائے جاتے ہیں اس لئے
اس کو غیر منصرف بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے ہند۔ فصیح لغت میں منصرف ہے اور فارسی نے کہا ہے کہ اس کو غیر منصرف پڑھنا
مرجوح ہے اور منصرف پڑھنا زیادہ فصیح ہے ابن جنی نے بھی اس کا اتباع کیا ہے مگر ابن ہشام خضراوی نے
اس کو غلط کہا ہے اور جمہور نحوی اور سیبویہ نے کہا عمدہ اس کو منع صرف پڑھنا ہی ہے اور زجاج نے کہا اس کا

اَمَّا المعرفۃ فلا یُعتَبَرُ فی مَنعِ الصَّرفِ منھا اِلّا العلمیّۃُ وتجتمعُ مع غیرِ الوصف اَمَّا العجمۃ فشرطھا ان تکونَ علماً فی العجمۃ وزائدۃً علٰی ثلاثۃِ احرفٍ کابراھیمَ او ثلاثیاً متحرّکَ الاوسطِ کشتر فلجامٌ منصرفٌ لعدمِ العلمیۃ ونوحٌ منصرفٌ لسکونِ الاوسطِ اَمّا الجمع فشرطہٗ ان یکونَ علٰی صیغۃِ مُنتھی الجُموعِ وھُوَ ان یکونَ بعدَ الفِ الجمعِ حرفانِ کمساجِد او حرفٌ مشدّدٌ مثل دوابّ او ثلاثۃُ احرفٍ اوسطُھا ساکنٌ غیرُ قابلٍ للھاءِ کمصابیح فصَیاقِلۃٌ وفرازنۃٌ منصرفٌ لقبولھما الھاءَ وھُوَ ایضاً قائمٌ مقامَ السّببینِ الجمعیّۃِ ولزومِھا وامتناعِ ان یُجمعَ مرّۃً اُخریٰ جمعَ التکسیر فکانّہٗ جُمِعَ مرّتینِ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔
والا یجب منعہ یعنی اسم اگر ثلاثی نہ ہو بلکہ رباعی ہو یا ثلاثی نہ ہو بلکہ رباعی ہو یا ثلاثی ساکن الاوسط نہ ہو، بلکہ متحرک الاوسط ہو جیسے سَقَر یا رباعی ہو جیسے زینب تو اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور الف مقصورہ کے ساتھ تانیث ہو یا الف ممدودہ کے ساتھ ہو تو ان دونوں کا غیر منصرف پڑھنا ضروری ہے۔ الف مقصورہ کی مثال حبلیٰ اور الف ممدودہ کی مثال حمراء ہے کیونکہ الف مقصورہ ہو یا ممدودہ دو سبب کے قائم مقام ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے لئے تانیث لازم ہے۔

ترجمہ اور بہرحال معرفہ پس نہیں معتبر ہے منع صرف میں اس سے مگر علمیت اور معرفہ وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ بہرحال عجمہ تو پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجم میں علم ہو۔ (یعنی عرب والوں کے استعمال کرنے سے پہلے عجم میں وہ علم رہا ہو) اور تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراہیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح منصرف ہے ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے اور بہرحال جمع پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔ اور منتہی الجموع یہ ہے کہ الف جمع کے بعد اس میں دو حرف ہوں جیسے مساجد۔ یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دوابٌّ یا تین حرف ہوں جن کا اوسط حرف ساکن ہو اور ھاء کو قبول کرنے والا نہ ہو۔ جیسے مصابیح پس لفظ صیاقلۃ اور فرازنۃ دونوں منصرف ہیں اس لئے کہ ھاء کو قبول کرتے ہیں اور یہ بھی دو سبب کے قائم مقام ہے۔ اول جمع ہونا۔ دوسرے جمع کے لئے لازم ہونا اور اس سے ممتنع ہونا کہ اس کی دوبارہ جمع تکسیر لائی جائے گی پس گویا وہ دو مرتبہ جمع لایا گیا ہے۔

تشریح قولہ اما المعرفۃ۔ معرفہ کے مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ اگر معرفہ علم کے علاوہ ہے تو اس کا منع صرف میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا مضمرات، مبہمات اگرچہ ان میں تعریف پائی جاتی ہے مگر علمیت نہیں پائی جاتی۔ اس لئے معرب کے حکم سے یہ خارج ہیں ان کا شمار مبنیات میں ہوتا ہے اور ان پر مبنی کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ معرفہ کے مؤثر ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ یہ وصف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ علم ذات اور وصف

اَمَّا التَّرکِیبُ فَشَرطُہٗ اَن یَّکُونَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَۃٍ وَّلَا اِسنَادٍ کَبَعلَبَکَ فَعَبدُ اللّٰہِ مُنصَرِفٌ وَ مَعدِیکَرِبُ غَیرُ مُنصَرِفٍ وَشَابَ قَرنَاھَا مَبنِیٌّ اَمَّا الاَلِفُ وَالنُّونُ الزَّائِدَتَانِ اِن کَانَتَا فِی اِسمٍ فَشَرطُہٗ اَن یَّکُونَ عَلَمًا کَعِمرَانَ وَعُثمَانَ فَسَعدَانُ اِسمُ نَبتٍ مُنصَرِفٌ لِعَدَمِ العَلَمِیَّۃِ وَاِن کَانَتَا فِی صِفَۃٍ فَشَرطُہٗ اَن لَّا یَکُونَ مُؤَنَّثُہٗ عَلٰی فَعلَانَۃٍ کَسَکرَانَ فَنَدمَانُ مُنصَرِفٌ لِوُجُودِ نَدمَانَۃٍ اَمَّا وَزنُ الفِعلِ فَشَرطُہٗ اَن یَّختَصَّ بِالفِعلِ وَلَا یُوجَدُ فِی الاِسمِ اِلَّا مَنقُولًا عَنِ الفِعلِ کَشَمَّرَ وَضُرِبَ وَاِن لَّم یَختَصَّ بِہٖ فَیَجِبُ اَن یَّکُونَ فِی اَوَّلِہٖ اِحدٰی حُرُوفِ المُضَارَعَۃِ وَلَا یَدخُلُہُ الھَاءُ کَاَحمَدَ وَیَشکُرَ وَتَغلِبَ وَنَرجِسَ فَیَعمَلٌ مُنصَرِفٌ لِقَبُولِھَا الھَاءَ کَقَولِھِم نَاقَۃٌ یَعمَلَۃٌ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

اسکا ایک حال ہوتاہے ۔ اس لئے جو کلمہ کہ حالت پر دلالت کرے گا وہ ذات پر دلالت نہیں کرسکتا غیر منصرف کے اسباب میں سے ایک سبب عجمہ بھی ہے یعنی کلمہ کا غیر عربی ہونا اور عجمہ کے مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ عجم میں علم کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ نیز تین حروف سے زائد ہو۔ جیسے ابراہیم اور اگر ثلاثی ہو تو متحرک الاوسط ہو جیسے شتر دبار بکریہ میں ایک قلعہ کا نام ہے اور کلمہ لجام جب کسی کا نام رکھ دیا جائے تو وہ منصرف ہوگا کیونکہ زبان عجم میں یہ علم نہیں تھا۔ نوح غیر عربی ہے مگر ثلاثی ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے منصرف ہے ۔حضرات انبیاء علیہم السلام میں جن کے اسماء گرامی منصرف ہیں۔ حضرت محمدؐ، صالح، ہود، شعیب، نوح، لوط، علیہم السلام ۔ان کے ماسوا دوسرے اسماء گرامی سب غیر منصرف ہیں۔

قولہٗ اما الجمع ۔ اسباب منع صرف کا ایک سبب جمع بھی ہے ۔ جمع کے مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ جمع کا صیغہ جمع کی انتہا کو پہنچا ہوا ہو کہ اس کے بعد اس کی جمع نہ لائی جاتی ہو۔ یعنی صیغہ منتہی الجموع ہو۔ اور اسکی پہچان یہ ہے کہ الف جمع کے بعد اس میں دو حرف ہوں یا تین حرف ہوں اور درمیان کا حرف ساکن ہو۔ نیز وہ صیغہ ھاء کو قبول نہ کرتا ہو۔ یعنی اس کے آخر میں ھاء نہ آتی ہو۔ صیاقلۃ، فرازنۃ دونوں ھاء کو قبول کرتے ہیں۔ اور مصابیح میں الف جمع کے بعد تین حروف ہیں اور ساکن الاوسط ہے نیز ھاء کو قبول نہیں کرتا۔

وہو ایضاً قائم مقام السببین اور جمع بھی نحویوں کے نزدیک دو سبب کے قائم مقام ہے اول سبب اسکا جمع ہونا ۔ دوسرا سبب جمع کے لئے لازم ہونا یعنی اس بات کا محال ہونا کہ اس صیغہ کی جمع دوبارہ لائی جا سکے لہٰذا تصور کرلیا گیا کہ اسکی جمع دو مرتبہ لائی گئی ہے ۔

ترجمہ بہرحال ترکیب پس اسکی شرط یہ ہے کہ علم بغیر اضافت اور بلا اسناد کے ہو جیسے بعلبک پس عبداللہ منصرف ہے اور معدی کرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناہا مبنی ہے اور بہرحال الف ونون زائدتان اگر یہ دونوں اسم میں واقع ہوں تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران اور عثمان ۔پس سعدان ایک گھاس کا نام ہے، منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر یہ دونوں (یعنی الف ونون زائدتان) صفت میں پائے جائیں تو اسکی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آتی ہو جیسے سکران، پس ندمان منصرف ہے ۔

ندمانۃ کے پائے جانے کی وجہ سے ۔ بہر حال وزن فعل تو پس اسکی شرط یہ ہے کہ فعل کے ساتھ خاص ہو اور نہ پایا جاتا ہو اسم میں مگر فعل سے نقل کرنے کے بعد جیسے شمّر اور ضُرِبَ اور اگر اس کے (فعل کے) ساتھ خاص نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حرف مضارع میں سے کوئی حرف پایا جاتا ہو اور اس میں ہاء داخل نہ ہوتی ہو ۔ جیسے احمد اور یشکر، تغلب ونرجس ۔ پس یعمل منصرف ہے اس کے ہار کے قبول کرنے کی وجہ سے جیسے ان کا قول ناقۃ' یعملۃ'۔

تشریح اما الترکیب ۔ اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ترکیب بھی ہے اور ترکیب سے مراد ترکیب امتزاجی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو یا اس سے زائد کلمات کو ملاکر ایک کر دیا جائے مگر کوئی حرف اس کا جزو نہ ہو ۔ قولہ' فشرطہ ان یکون علماً ۔ ترکیب کے مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ علم ہو مگر اس میں اضافت اور اسناد نہ ہو (یعنی ایک جزو مضاف دوسرا مضاف الیہ یا ایک جزو مسند اور دوسرا مسندالیہ نہ ہو) اور نہ ایک حرف دوسرے کا جزو ہو ۔ جیسے خمسۃ عشر میں خمسہ اور عشرہ کے لیے جزو ہے ۔ ترکیب کی مثال بعلبک ہے بعلبک ایک شہر کا نام ہے اور بعل اور بک دو مختلف کلمات ہیں ۔ دونوں کو ملاکر ایک کر دیا گیا ہے ۔ ان میں ترکیب کرنے کی صورت نہ اضافت کی ہے اور نہ اسناد کی ۔ بعل ایک بت کا نام تھا اور بک ایک آدمی کا نام تھا دونوں کو ملا کر ایک کر دیا گیا اور ایک شہر کا نام بعلبک رکھ دیا گیا ۔ پس عبداللہ منصرف ہے اگرچہ اس میں دو اسموں کو ملاکر

گیا ہے اور یہ بھی مرکب ہے مگر ترکیب میں اضافت پائی جاتی ہے ۔ عبد مضاف اور لفظ اللہ مضاف الیہ ہے اسی طرح معدی کرب ایک شخص کا نام ہے ۔ معدی ایک اسم کرب دوسرا اسم ہے ۔ دونوں کو ملاکر ایک کر دیا گیا ہے معدیکرب میں تین لغات ہیں اور شاب قرناہا مبنی ہے ۔ کیونکہ یہ علم بننے سے پہلے ہی مبنی تھا (اس عورت کے دونوں گیسو سفید ہو گئے) پھر شاب قرناہا اس عورت کو کہا جانے لگا جس کے سر کے بال سفید ہو گئے ہوں'

قولہ الالف والنون الزائدتان ۔ اسباب تسعہ میں سے ایک سبب الف نون زائدتان بھی ہے اس کے مؤثر ہونے کی شرطیں اسم وصفت کے لحاظ سے الگ الگ ہیں ۔ چنانچہ الف ونون اگر اسم میں زائد ہوں تو مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ' کے وزن پر نہ آتی ہو جیسے سکران (وہ شخص جو نشہ کی حالت میں ہو) اسکی مؤنث سکری آتی ہے اس لئے یہ غیر منصرف ہے اور ندمان میں الف نون موجود ہیں اور صفت کا صیغہ بھی ہے مگر چونکہ اس کی مؤنث ندمانۃ بروزن فعلانۃ آتی ہے اس لئے یہ منصرف ہے ۔

قولہ' اما وزن الفعل ۔ اسباب تسعہ میں سے ایک سبب وزن فعل بھی ہے ۔ غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اسم فعل کے ساتھ خاص ہو ۔ اسم میں نہ پایا جاتا ہو ۔ ہاں اگر فعل سے اس کو نقل کر کے اسم بنا لیا گیا ہو تو ممکن ہے جیسے شمّر ۔ باب تفعیل سے تشمیر مصدر کا ماضی واحد مذکر ہے شمّر اس نے تیاری کی اس کے بعد شمّر ایک گھوڑے کا نام رکھ دیا گیا ۔ اور ضُرِبَ فعل ماضی مجہول ہے اس کے بعد ضرب ایک آدمی کا

وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَا شُرِطَ فِيهِ الْعَلَمِيَّةُ وَهُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيبُ وَالاسْمُ الَّذِي فِيهِ الْاَلِفُ وَالنُّونُ الزَّائِدَتَانِ اَوْ لَمْ يُشْتَرَطْ فِيهِ ذٰلِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ فَقَطْ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُولُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الاسْمِ بِلَا سَبَبٍ وَاَمَّا فِي الثَّانِي فَلِبَقَائِهِ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُولُ جَاءَ نِي طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ آخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ وَكُلُّ مَا لَا يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيفَ اَوْ دَخَلَهُ اللَّامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) نام رکھ دیا گیا۔

قولہٗ وان لم یختص بہ الخ اور اگر وہ صیغہ فعل کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسم میں بھی استعمال ہوتا ہو اور فعل میں بھی تو غیر منصرف ہونے کے لئے اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں حرف مضارع (علامات مضارع جن کا مجموعہ اتین ہے) میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ہاء نہ آتی ہو، جیسے احمد، یشکر، تغلب، نرجس اسم میں بھی مستعمل ہیں اور فعل میں بھی۔ اور ان کے شروع میں علامت مضارع میں سے ایک ایک حرف ہر ایک کے شروع میں موجود ہے اور ان کے آخر میں ہا بھی نہیں ہے۔ یشکر بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط۔ اسی طرح تغلب بن وائل بن قاسط اور نرجس زجاج کے نزدیک غیر منصرف ہے۔ اصل وضع کے لحاظ سے اس وجہ سے نضرب کے وزن پر ہے مگر جمہور کے نزدیک منصرف ہے اور یعملۃ منصرف ہے اس لئے کہ اس کے آخر میں ہاء آتی ہے جیسے ناقۃ یعملۃ۔

ترجمہ جان تو کہ ہر وہ سبب ان اسباب تسعہ میں سے جن میں کہ علمیت شرط ہے اور وہ مؤنث بالتاء اور مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم ہے جس میں الف ونون زائدتان ہوں۔ یا وہ اسباب کہ ان میں علمیت شرط نہیں ہے بلکہ ایک سبب کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے۔ جب ان کو نکرہ کر دیا جائے گا تو منصرف ہو جائیں گے۔ بہر حال قسم اول میں تو پس اس لئے کہ اسم بلا سبب کے باقی رہ جاتا ہے اور بہر حال دوسری قسم میں تو اس کے باقی رہ جانے کی وجہ سے صرف ایک سبب پر جیسے تو کہے جاءنی طلحۃ وطلحۃ آخر اور قام عمرُ وعمرٌ آخر وضرب احمدُ واحمدٌ آخر۔ اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب وہ مضاف کیا جائے دوسرے اسم کی طرف یا اس پر لام داخل ہو جائے تو اس میں کسرہ داخل ہو جائے گا جیسے مررتُ باحمدِکم اور مررتُ بالاحمدِ۔

تشریح قولہٗ واعلم ان کل ما شرط۔ اسباب منع صرف جن کا ابھی اوپر بیان گزرا یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ وہ نو اسباب ہیں۔ ان میں سے بعض اسباب میں علم ہونا شرط ہے اور بعض میں شرط تو نہیں ہے مگر ایک سبب کے طور پر جمع ہو جاتی ہے جن میں علمیت شرط ہے وہ یہ اسباب ہیں۔ مؤنث بالتاء، مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم جس میں الف نون زائد موجود ہوں، اگر کسی وجہ سے ان کو

المقصد الاوّل فی المرفوعات الاسماءُ المرفوعاتُ ثمانیۃ اقسامٍ الفاعلُ و مفعولُ مالم یُسمَّ فاعلہٗ والمبتدأ والخبرُ وخبرُانَّ واخواتہا واسمُ کانَ واخواتہا واسم ماولا المشبّہتین بلیس وخبر لا التی لنفی الجنس فصل الفاعل کُلُّ اسمٍ قبلہ فعلٌ اوصفۃٌ اُسْنِدَ الیہِ علی معنی انہ قامَ بہٖ لا وقع علیہ نحو قام زید وزیدٌ ضاربٌ ابوہ عمرًا وماضربَ زیدٌ عمرًا وکل فعلٍ لابدّ لہٗ من فاعلٍ مرفوعٍ مظہر کذہب زید اومضمرٍ بارزٍ کضربتُ زیدًا اومستتر کزیدٌ ذہب وان کانَ الفعلُ متعدیًا کان لہٗ مفعول بہٖ ایضًا نحو ضربَ زیدٌ عمرًا وان کان الفاعلُ مظہرًا وُحِّدَ الفعل ابدًا نحو ضرب زیدٌ و ضربَ الزیدان وضربَ الزیدون وان کان مضمرًا وُحِّدَ للواحد نحو زیدٌ ضرب وثُنِّیَ للمثنّٰی نحو الزیدان ضربا وجُمِعَ للجمع نحو الزیدون ضربوا ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) نکرہ بنا دیا جائے اور ان سے علمیت ختم کردی جائے تو شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم غیرمنصرف ہونے کا ختم ہو جائے گا۔ اور دوسری قسم وہ اسباب ہیں کہ جن میں علم ہونا شرط تو نہیں مگر ایک سبب کی حیثیت سے اس میں جمع ہو جاتی ہے اس کو بھی جب نکرہ بنا دیں گے تو وہ اسم غیر منصرف ایک سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے منصرف ہو جائے گا جیسے طلحۃ اور طلحۃٌ آخر اور عمر اور عمرٌ آخر اور ضرب احمد و احمدٌ آخر۔

کل ما ینصرف اذا اُضیفَ الخ۔ اور تمام غیرمنصرف اسماء جب مضاف واقع ہوں کسی دوسرے اسم کی جانب یا ان پر الف لام داخل ہو جائے تو وہ بھی منصرف ہو جاتے ہیں اور ان پر کسرہ داخل ہو جاتا ہے مگر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ علم کو نکرہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تعیین ختم کر کے اس میں ابہام پیدا کر دیا جائے۔

ترجمہ مقصد اول مرفوعات کے بیان میں مشتمل ہے اسماء مرفوعہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔ فاعل، مفعول مالم یسم فاعلہ، مبتداء، خبر، انَّ اور اس کے اخوات کی خبر، کانَ اور اس کے اخوات کا اسم، ما و لا جو لیس کے مشابہ ہیں ان کا اسم اور اس لا کی خبر جو جنس کی نفی کے لئے آتا ہے۔

پہلی فصل: فاعل ہر وہ اسم ہے جس کے پہلے کوئی فعل ہو یا ایسی صفت ہو جو اس اسم کی جانب مسند ہو اس معنی کر کہ یہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں ہے جیسے قام زیدٌ اور زید ضارب ابوہ عمراً، ما ضرب زید عمراً اور ہر فعل ضروری ہے اس کے لیے ایسے فاعل کا ہونا جو مرفوع ہو اور اسم ظاہر ہو جیسے ذہب زیدٌ یا ضمیر بارز ہو جیسے ضربت زیداً یا ضمیر مستتر ہو جیسے زید ذہب اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے مفعول بہ بھی ہو گا جیسے ضرب زیدٌ عمراً، اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا۔ جیسے ضرب زید اور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون۔ اور اگر فاعل مضمر ہو تو فعل کو فاعل واحد کے لئے واحد لایا جائے گا جیسے زید ضرب اور فاعل مثنّٰی کے لئے فعل کو تثنیہ لایا جائے گا۔ جیسے الزیدانِ ضربا اور جمع کے لئے فعل کو جمع لایا جائے

گا۔ جیسے الزیدون ضربوا۔

تشریح المقصد الاول۔ مقدمہ کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مصنف نے اب یہاں سے مقاصد ثلاثہ کا بیان شروع فرمایا ہے چنانچہ مقصد اول مرفوعات کے بیان پر مشتمل ہے مرفوعات کو انہوں نے مقدم بیان فرمایا۔ کیونکہ مرفوع کلام میں عمدہ ہوتا ہے اور ترکیب اسنادی میں مثلاً فاعل مبتداء وغیرہ مقصود بالذات ہوتے ہیں اور منصوبات غیر مقصود بالذات اور بمنزلہ فضلہ کے ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے مرفوعات کو پھر اس کے بعد منصوبات کو بیان کیا ہے۔ مرفوعات کی کل آٹھ قسمیں ہیں۔ فاعل، مفعول مالم یسم فاعلہ، مبتداء، خبر، اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر، کان اور اس کے اخوات کا اسم، ما و لا جو لیس کے مشابہ ہیں۔ اِنَّ کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر، یہ سب مرفوعات ہیں۔

فصل الفاعل۔ تمام جملوں میں چونکہ جملہ فعلیہ اصل ہے اور جملہ میں فاعل موقوف علیہ ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے فاعل کو ذکر فرمایا۔ فاعل ہر وہ اسم ہے اور اسم خواہ صریح اسم ہو جیسے قام زید یا اسم ماؤل ہو حرف مصدر کی وجہ سے یعنی اصل میں تو وہ مصدر ہے مگر اس کو فاعل بنا دیا گیا ہے۔ جیسے لیسر المرء ما ذہب اللیالی۔ وکان ذھابھن لہٗ ذھابا۔ اس مثال میں ذھاب مصدر فاعل واقع ہے یا مصدر کے بغیر ہو اور تاویل کر کے اس کو فاعل بنا دیا گیا ہو۔ جیسے ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم اس مثال میں ءانذرتھم الخ جملہ ہو کر سواء کا فاعل ہے۔

قولہٗ او صفۃ۔ فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل ہو یا صفت ہو اور وہ صفت اُس اسم کی طرف مسند ہو۔ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل ہیں۔ اس جگہ مصنف نے لفظ صفت کا استعمال کیا ہے۔ لفظ معناہ نہیں کہا تاکہ ظرف اور جار مجرور بھی داخل ہو جائیں۔ قام بہٖ لا ما وقع علیہ۔ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو یا صفت اس کے ساتھ قائم ہو۔ اس پر واقع نہ ہو کیونکہ جس پر فعل واقع ہوتا ہے وہ مفعول مالم یسم فاعلہ کہلاتا ہے۔ قام زید۔ زید سے پہلے فعل ہے اور زید اسم ہے اور یہی فاعل ہے اور قیام زید کے ساتھ قائم ہے زید ضارب ابوہٗ عمراً یہ شبہ فعل کی مثال ہے۔ ضارب اسم فاعل ہے اور ابوہ اس کا فاعل ہے وصف ضرب ابوہ کے ساتھ قائم ہے اور ما ضرب زید عمراً یہ فعل منفی کی مثال ہے اور قام زید فعل مثبت کی۔

کل فعل لابدلہٗ، ہر فعل خواہ وہ لازم ہو جو تنہا فاعل پر پورا ہو جاتا ہو یا فعل متعدی ہو جس کے لئے مفعول بھی ضروری ہوتا ہے کے لئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ فاعل اسم ظاہر ہو یعنی لفظوں میں مذکور ہو جیسے ذہب زید میں زید فاعل اسم ظاہر ہے۔ یا فاعل کی ضمیر ہو جو فعل کے ساتھ متصل ہو جیسے ضربتَ زیداً اس میں انت ضمیر ضرب کے ساتھ متصل ہے اور فاعل ہے۔ یا فاعل مستتر پوشیدہ ہو جیسے زید ذہب، ذہب میں ھو ضمیر مستتر ہے۔ وہی اسکا فاعل ہے اور زید کی جانب راجع ہے اور زید مبتداء ہے۔

وان کان الفاعل مؤنثاً حقیقیاً وھو ملبازائه ذکرٌ من الحیوان اُنّث الفعل ابداً ان لم تفصل بین الفعل والفاعل نحو قامت ھندٌ وان فصلت فلک الخیار فی التذکیر والتانیث نحو ضرب الیوم ھندٌ وان شئت قلت ضربت الیوم ھندٌ وکذلک فی المؤنث الغیر الحقیقی نحو طلعت الشمس وان شئت قلت طلع الشمس ھذا اذا کان الفعل مسنداً الی المظھر وان کان مسنداً الی المضمر اُنّث ابداً نحو الشمس طلعت وجمع التکسیر کالمؤنث الغیر الحقیقی تقول قام الرّجال وان شئت قلت قامت الرجال والرجال قامت ویجوز فیه الرجال قاموا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وان کان الفعل متعدیاً۔ اور اگر فعل متعدی ہو تو فاعل کے ساتھ ساتھ اس فعل کے لئے مفعول بہ بھی ضروری ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمراً۔ وان کان الفاعل مظھراً۔ اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو تینوں صورتوں میں فعل واحد ہی لایا جائے گا۔ خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے ضرب زید فاعل واحد کی مثال۔ ضرب الزیدان فاعل تثنیہ کی مثال ہے۔ اور ضرب الزیدون فاعل جمع کی مثال ہے۔ وان کان مضمراً۔ اور اگر فاعل ضمیر ہو جو فعل کے اندر مستتر ہے تو واحد کے لئے واحد لایا جائے گا۔ جیسے زید ضرب۔ اور فاعل تثنیہ کے لئے فعل تثنیہ لایا جائے گا جیسے الزیدان ضربا اور فاعل جمع ہو تو فعل کو بھی جمع لائیں گے۔ جیسے الزیدون ضربوا۔

ترجمہ اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور مؤنث حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا۔ اگر فعل اور فاعل کے درمیان فصل نہ ہو۔ جیسے قامت ہند۔ اور اگر دونوں کے درمیان فصل لایا گیا ہے تو تم کو فعل کے مذکر و مؤنث لانے کا اختیار ہے جیسے ضرب الیوم ہند۔ اور اگر چاہے تو ضربت الیوم ہند کہے۔ اسی طرح فاعل مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے۔ جیسے طلعت الشمس اور اگر تو چاہے تو کہے طلع الشمس۔ یہ اس وقت ہے جبکہ فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہو۔ اور اگر فعل کی اسناد مضمر کی طرف کی گئی ہو، تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔ جیسے الشمس طلعت اور جمع تکسیر مؤنث غیر حقیقی کے حکم میں ہے تو کہے قام الرجال اور اگر چاہے تو قامت الرجال کہے اور الرجال قامت بھی کہہ سکتا ہے اور الرجال قاموا کہنا بھی درست ہے۔

تشریح ان کان الفاعل مؤنثاً حقیقیاً۔ مؤنث حقیقی کے معنیٰ صاحب فرج ہونا اور یہ صرف حیوان میں پائی جاتی ہے۔ مؤنث حقیقی کی اصطلاحی تعریف: مؤنث حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر اس کی جنس کا ہو۔

فعل کے مذکر و مؤنث لانے کی تفصیل۔ ۱۔ اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔ بشرطیکہ فعل و فاعل کے درمیان کوئی فصل واقع نہ ہو۔ جیسے قامت ہند اور اگر دونوں کے درمیان فصل واقع ہے تو فعل کے مذکر و مؤنث لانے میں تم کو اختیار ہے۔ جیسے ضرب الیوم ہند اور ضربت الیوم ہند۔ کذالک فی المؤنث الغیر الحقیقی

وَیجبُ تقدیمُ الفاعلِ علی المفعولِ اذا کانا مقصورَین وخِفتَ اللبس نحو ضرب موسیٰ عیسیٰ ویجوز تقدیم المفعولِ علی الفاعلِ ان لم تخفِ اللبسَ نحو اکل الکمثریٰ یحییٰ وضَرَبَ عمرًا زیدٌ ویجوز حذف الفعل حیثُ کانت قرینۃٌ نحو زیدٌ فی جواب من قال من ضَرَبَ وکذا یجوز حذف الفعل والفاعل معًا کنعم فی جواب من قال اَقامَ زیدٌ وقد یُحذف الفاعل و یُقام المفعول مقامہٗ اذا کانَ الفعلُ مجهولاً نحو ضُرِبَ زیدٌ وهُوَ القسمُ الثانی من المرفوعات

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو بھی تم کو اختیار ہے کہ اس کے فعل کو مذکر لاؤ یا مؤنث ذکر کرو۔ جیسے طلعت الشمس اور طلع الشمس۔ فعل کے مؤنث یا مذکر لانے کی مذکورہ بالا تفصیل اسوقت ہے جبکہ فاعل اسم ظاہر ہو۔

وان کان مسندًا الی المضمر۔ لیکن اگر فعل کی اسناد فاعل مضمر کی جانب کی گئی ہو یعنی فعل کا فاعل لفظوں میں نہ ہو۔ بلکہ فعل کے ساتھ اس کی ضمیر پوشیدہ ہو۔ تو پھر اس صورت میں فعل ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا۔ جیسے الشمس طلعت وجمع التکسیر۔ جمع تکسیر جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہا ہو۔ اس کا حکم وہی ہے جو فاعل مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ یعنی تم کو اختیار ہے فعل مذکر لاؤ یا مؤنث۔ جیسے قام الرجالُ اور قامتِ الرجال اور اس میں الرجال قاموا۔ یعنی جمع مذکر فاعل کی صورت میں فعل کو بھی جمع مذکر لانا درست ہے۔

ترجمہ اور فاعل کو مقدم ذکر کرنا مفعول پر واجب ہے جب دونوں اسم مقصورہ ہوں۔ اور تم نے التباس کا خوف کیا ہو۔ جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ۔ اور جائز ہے مفعول کی تقدیم فاعل پر اگر تم نے التباس کا خوف نہیں کیا۔ جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ۔ اور ضرب عمرًا زید اور فعل کا حذف کرنا جائز ہے جس جگہ قرینہ موجود ہو۔ جیسے زید اس شخص کے سوال کے جواب میں جس نے کہا مَنْ ضَرَبَ (کس نے مارا) اور اسی طرح جائز ہے فعل و فاعل دونوں کا حذف کر دینا ایک ساتھ جیسے نعم اس شخص کے جواب میں جس نے کہا اَقام زید (کیا زید کھڑا ہے) اور کبھی فاعل حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کی جگہ قائم کر دیا جاتا ہے جب کہ فعل مجہول ہو۔ جیسے ضُرِبَ زیدٌ اور وہ قسم ثانی ہے مرفوعات کی۔

تشریح فاعل تذکیر و تانیث کے لحاظ سے فعل کی تانیث و تذکیر کا بیان ابھی اوپر کیا گیا ہے۔ اب فاعل کی تقدیم علی المفعول کا بیان مصنف نے شروع کیا ہے فرمایا فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جب کہ دونوں اسم مقصورہ ہوں اور دونوں میں التباس کا خوف ہو۔ جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ۔ نیز مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جب دونوں میں التباس کا خطرہ نہ ہو۔ جیسے اکل الکمثری یحییٰ۔ یحییٰ نے امرود کھایا۔ اس مثال میں کمثریٰ مفعول مقدم اور یحییٰ فاعل مؤخر ہے۔ پھل کھایا جاتا ہے اور انسان اس کو کھاتا ہے دونوں اگرچہ اسم مقصور ہیں مگر التباس کا خوف نہیں ہے اس لئے مفعول کو مقدم اور فاعل کو مؤخر کر دیا گیا ہے دوسری مثال ضرب عمرًا زید ہے۔

فصلٌ اذا تنازع الفعلان فی اسم ظاهر بعدهما ای اراد کلُّ واحد من الفعلین ان یعمل فی ذلک الاسم فهذا انما یکون علیٰ اربعة اقسام الاوّل ان یتنازعا فی الفاعلیة فقط نحو ضربنی واکرمنی زیدٌ الثانی ان یتنازعا فی المفعولیة فقط نحو ضربتُ واکرمتُ زیداً الثالث ان یتنازعا فی الفاعلیة والمفعولیة ویقتضی الاوّل الفاعل والثانی المفعول نحو ضربنی واکرمتُ زیداً الرابع عکسه نحو ضربتُ واکرمنی زیدٌ واعلم اَنَّ فی جمیع هذه الاقسام یجوز اِعمالُ الفعل الاوّل واعمالُ الفعل الثانی خلافاً للفرّاء فی الصورة الاولیٰ والثالثة ان یُّعمل الثانی ودلیله لزوم احد الامرین اِمّا حذف الفاعل اَو الاضمارُ قبل الذکر وکلاهما محظوران وهذا فی الجواز واما الاختیار ففیه خلاف البصریّین فانّهم یختارُونَ اعمالَ الفعل الثانی اعتباراً للقرب والجوار والکوفیون یختارون اعمالَ الفعل الاوّل مراعاةً للتقدیم والاستحقاق۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مفعول ہونے کی وجہ سے عمر کے ساتھ الف کا اضافہ کیا گیا ہے اگرچہ مفعول مقدم ہے مگر فاعل کے ساتھ التباس کا خوف نہیں ہے۔

یجوز حذف الفعل ۔ کلام سے فعل کو حذف کر دینا جائز ہے جہاں قرینہ دلالت کرنے والا موجود ہو، جیسے زید کہنا اس شخص کے جواب میں جو تم سے سوال کرے کہ من ضرب (کس نے مارا) اسی طرح کلام سے فعل و فاعل دونوں کا حذف کر دینا جائز ہے۔ جیسے تمہارا صرف نعم کہنا، اس شخص کے جواب میں جس نے کہا اقام زید۔ کیا زید کھڑا ہے۔

وقد یحذف الفاعل ۔ اور کبھی کبھی کلام سے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ ذکر کر دیا جاتا ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مجہول ہو۔ جیسے ضرب زید۔ اس مثال میں ضرب فعل مجہول ہے اور زید اسکا مفعول ہے۔ کلام سے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ (ترجمہ۔ زید مارا گیا) اس مفعول کا نام ہے مفعول مالم یسم فاعلہ، اور یہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے قسم اول فاعل ہے۔

ترجمہ دوسری فصل جب کلام میں دو فعل نزاع (اختلاف) کریں اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہو۔ یعنی مذکورہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک ارادہ کرے کہ وہ اس اسم ظاہر میں عمل کرے پس یہ نزاع چار قسموں پر ہے۔ اول یہ ہے کہ دونوں فعل اپنے اپنے لئے فقط فاعل کا تقاضا کریں۔ جیسے ضربنی و اکرمنی زید۔ ثانی یہ ہے کہ دونوں فقط مفعول کا تقاضا کریں۔ (دونوں مفعولیت میں نزاع کریں) جیسے ضربتُ و اکرمتُ زیداً تیسری قسم یہ کہ دونوں فعل فاعلیت و مفعولیت میں نزاع کریں۔ اور پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل اپنے لئے مفعول کا تقاضا کرے۔ جیسے ضربنی واکرمت زیداً۔ چوتھی قسم اسکا عکس ہے (یعنی اوّل فعل مفعول کا اور دوسرا فعل اپنے لئے فاعل کا تقاضا کرے) جیسے ضربتُ واکرمنی زیدٌ۔ اور جان تو کہ بیشک مذکورہ ان تمام قسموں میں فعل اول کو عمل

دینا جائز ہے اور فعل ثانی کو بھی عمل دینا جائز ہے پہلی اور تیسری صورت میں فراء نحوی کا اختلاف ہے کہ ان دونوں (پہلی اور تیسری صورتوں) میں فعل ثانی کو عمل دیا جائے اور اس کی نزاع کی) دلیل دو امور میں سے کسی ایک کا لازم آنا ہے یا فعل کا حذف کر دیا جانا یا پھر اضمار قبل الذکر اور یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں۔ اور فراء کا یہ اختلاف جواز میں ہے اور بہر حال اختیار تو اس میں بصریوں کا اختلاف ہے پس وہ فعل ثانی کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں۔ قرب وجوار (پڑوس) کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی فعل اول کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں۔ تقدیم (قدامت) اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔

تشریح امام نحو یعنی نحوی کا قول ہے کہ مصنف ؒ اگر تنازع الفعلان فصاعدًا کہتے یا الفعلان وشبههما تحریر فرما دیتے تو تنازع کی یہ صورت دو فعلوں سے گزر کر شبہ فعل مثلاً اسم فاعل و اسم مفعول اور صفت مشبہ کو بھی شامل ہو جاتی جیسے انا قائل وضارب زیدًا۔ نیز دو عامل سے زائد کو بھی شامل ہو جاتی جب کہ مصنف نے تنازع میں صرف دو فعل ذکر فرمایا ہے۔ دو سے زائد عاملوں کے نزاع کی مثال ضرب واھنت واکرمت زیدًا وغیرہ صورتوں کو بھی شامل ہو جاتا۔ مگر چونکہ عمل میں بمقابلہ اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ کے صرف فعل ہی اصل عامل ہے۔ نیز کلام میں جب عامل متعدد مذکور ہوں تو متعدد عاملوں کی پہلی اور اصلی صورت یہی ہے کہ دو عامل ہوں۔ مصنف نے دونوں میں اصل کا اعتبار کیا ہے تاکہ اس کے بعد ان کی فروع کو اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

تنازع فعلین :- بہر حال جب کلام میں دو فعل ہوں اور ان کے بعد صرف ایک اسم لفظوں میں مذکور ہو تو اس کی چار صورتیں عقلاً نکلتی ہیں۔ اول دونوں فعل اپنے لئے فاعل کا تقاضا کریں۔ دوم دونوں فعل اپنے لئے مفعول کا تقاضا کریں۔ سوم اول فعل فاعل کا اور دوسرا فعل اپنے لئے مفعول کا تقاضا کرے۔ جیسے ضربنی واکرمت زیدًا۔ چہارم یہ کہ اول فعل اپنے لئے مفعول کا اور دوسرا اپنے لئے فاعل کا تقاضا کرے جب کہ کلام میں صرف ایک اسم مذکور ہے چاہو تو فاعل بنا دو۔ یا مفعول اور چاہو تو فعل اول کو عمل دے یا فعل ثانی کو۔

واعلم ان فی جمیع هٰذه الاقسام۔ مصنف نے فرمایا کہ مذکورہ تمام صورتوں میں فعل اول و فعل ثانی دونوں کو عمل دینا جائز ہے یعنی یہ کہ اس اسم ظاہر کو دونوں فعلوں میں سے چاہے جس کا معمول بنا دو، جائز ہے یعنی کوفیین و بصریین سب کا اس میں اتفاق ہے۔ خلافًا للفراء۔ مگر مذکورہ چاروں صورتوں میں سے اول و ثالث دونوں صورتوں میں یعنی جب اول فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہو اور فعل ثانی بھی فاعل کا تقاضا کرتا ہو۔ تیسری صورت یہ کہ فعل اول فاعل کا اور ثانی فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہو، تو ان دونوں صورتوں میں فراء کا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں ہے۔ فراء کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں دو خرابیاں لازم آتی ہیں اول کا کلام سے فاعل کو حذف کر دینا یا اسم ظاہر کو ذکر کرنے سے پہلے اسکی ضمیر لانا۔ اور یہ دونوں چیز ناجائز ہیں ہذا فی الجواز۔ فراء نحوی کا مذکورہ بالا اختلاف جواز کی صورت میں ہے اور باقی رہا یہ مسئلہ مذکورہ نزاعی صورتوں میں اولیٰ و افضل، در مختار مذہب

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِیْ فَانْظُرْ اِنْ کَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ یَقْتَضِیْ الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَہٗ فِی الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَاِنْ کَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ یَقْتَضِی الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ یَکُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کیا ہے۔ تو اس میں بصریوں و کوفیوں کا اختلاف ہے۔ بصری فعل ثانی کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں، پڑوس اور قرب کی رعایت کرتے ہوئے اور کوفی استحقاق اور قدامت کا لحاظ کرتے ہوئے فعل اول کے عمل دینے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ یعنی اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنانا ان کے نزدیک افضل ہے۔ الفضل للمتقدم اور الاقدم فالاقدم فضیلت اس کی ہے جو مقدم ہے اور جو پہلے ہے وہ پہلے حق رکھتا ہے، کے پیش نظر اس اجمال کی تفصیل شارح آئندہ بیان کرتے ہیں۔

ترجمہ پس اگر تو ثانی (دوسرے فعل) کو عمل دے (اسم کو اسکا معمول بنائے) پس نظر کر اگر فعل اول کا تقاضا کرتا ہے تو اول فعل میں اس کی (فاعل کی) ضمیر دے دے جیسے تو کہے متوافقین میں (یعنی دونوں فاعل کا تقاضا کریں) ضربنی واکرمنی زید، ضربانی واکرمنی الزیدان، وضربونی واکرمنی الزیدون اور متخالفین میں (یعنی اول فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے) تو کہے ضربنی واکرمت زیدًا وضربانی واکرمت الزیدین وضربونی واکرمت الزیدین اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو مفعول کو فعل اول سے حذف کر دے۔ جیسے تو کہے متوافقین میں (یعنی دونوں فعل مفعول کا تقاضا کرتے ہوں اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں) ضربتُ واکرمتُ زیدًا ضربت واکرمت الزیدین وضربت واکرمت الزیدینَ اور متخالفین میں (یعنی اول فعل مفعول کا اور دوسرا فعل اپنے لئے فاعل کا تقاضا کرتا ہو اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں) جیسے ضربت واکرمنی زیدٌ اور ضربت واکرمنی الزیدان اور ضربت واکرمنی الزیدون۔

تشریح تنازع فعلان میں بصریوں کا مذہب یہ ہے کہ وہ فعل ثانی کو عمل دیتے ہیں اس لئے ان کے مذہب کی بنا پر دونوں افعال کے عمل دینے کی پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں افعال میں سے اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو فعل اول کے لیے فاعل کی ضمیر دے دو۔ اور اسم ظاہر کو فعل ثانی کا فاعل قرار دیدو جیسے متوافقین میں یعنی دونوں فعل اپنے اپنے لئے فاعل کا تقاضا کرتے ہوں تو اسطرح کہا جائے گا۔ ضربنی واکرمنی زید ضربانی واکرمنی الزیدان اس مثال میں ضربانی میں ہما ضمیر پوشیدہ ہے اور الزیدان اکرمنی کا فاعل ہے تیسری مثال ضربونی واکرمنی الزیدون۔ اس مثال میں ضربونی میں ہم ضمیر پوشیدہ اسکا فاعل ہے اور فعل ثانی یعنی اکرمنی کا فاعل الزیدون ہے گویا اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنایا گیا ہے۔

وَاِنْ كَانَ الفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ القُلُوبِ يَجِبُ اِظْهَارُ المَفْعُوْلِ لِلفِعْلِ الاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِي مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اِذْ لَا يَجُوْزُ حَذْفُ المَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ القُلُوْبِ وَاِضْمَارُ المَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ البَصْرِيِّيْنَ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قولہ و فی المتخالفین :- مذہب بصریوں کا بیان ہے۔فعل ثانی کو عمل دینا ہے اور فعل اول میں فاعل کی ضمیر دینا ہے۔صورت متخالفین کی ہے۔یعنی فعل اول فاعل کا اور ثانی اپنے لئے مفعول کا تقاضا کرتا ہے۔ مثال ضربنی واکرمت زیدًا۔ فعل اول نے فاعل اور ثانی نے مفعول کا تقاضا کیا۔ضربانی واکرمت الزیدین۔اوّل میں فاعل کی ضمیر ھما پوشیدہ ہے۔اور الزیدین زید کا تثنیہ ہے اور اکرمتُ کا مفعول ہے ضربونی واکرمت الزیدین اول میں اسم ضمیر فاعل اور الزیدین فعل ثانی کا مفعول ہے۔ وان کان الفعل الخ۔اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور دونوں میں سے کوئی فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہو۔افعال قلوب حسبت، ظننت، خلت، رأیت، وجدت وغیرہ ہیں تو تنازع فعلین میں، مفعول کو فعل اوّل سے حذف کردو۔اور اسم ظاہر کو ثانی کا معمول بنا دو۔جیسے تم کہو متوافقین میں یعنی دونوں فعل ایک ہی چیز کا تقاضا کرتے ہوں، مثلاً مفعول کا تقاضا کرتے ہوں جیسے ضربت واکرمت زیدًا۔ضربت واکرمت الزیدین ضربت واکرمت الزیدین۔تینوں مثالوں میں عمل فعل ثانی کو دیا گیا ہے یعنی اکرمت کا مفعول زید کو بنایا گیا ہے اور ضربت کو بلا مفعول کے چھوڑ دیا ہے۔ و فی المتخالفین۔اور اگر اول فعل مفعول کا اور ثانی فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہو تو مفعول کا ذکر کئے بغیر ثانی فعل کے لئے اسم ظاہر کو فاعل بنادیں گے جیسے ضرب واکرمنی زیدا الخ۔ان تینوں مثالوں میں اکرمنی کا فاعل زید واقع ہے۔

ترجمہ اور اگر دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہوں تو فعل اول کے لئے مفعول کا اظہار واجب ہے جیسے تو کہے حسبنی منطلقاً وحسبت زیدًا منطلقاً اس لئے کہ افعال قلوب سے مفعول کا حذف کرنا جائز نہیں ہے اور یہ بصریین کا مذہب ہے۔

تشریح اگر دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہوں تو بصریوں کے مذہب پر عمل دینے کی صورت میں فعل اول کے لئے مفعول کو لفظوں میں لانا ضروری ہوگا۔ جیسے حسبنی منطلقاً وحسبت زیدًا منطلقاً۔حسبنی کی یا مفعول اول اور منطلقاً مفعول ثانی ہے جس کو لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے۔اس نے مجھ کو چلنے والا گمان کیا اور میں نے زید کو چلنے والا گمان کیا۔

اذ لا یجوز۔افعال قلوب دو مفعول کو چاہتے ہیں اور دونوں مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔لہذا مفعول حذف نہ کیا جائے گا۔اور اگر مفعول کے بجائے اس کی ضمیر لاتے ہیں تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ بھی جائز نہیں ہے۔مذکورہ بالا بصریوں کے مذہب کا بیان آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

وَ اَمَّا اِنْ اَعملتَ الفعلَ الاوّلَ علیٰ مذھب الکوفیینَ فانظر اِن کانَ الفعلُ الثانی یقتضی الفاعِلَ اضمرتَ الفاعل فی الفعل الثانی کما تقول فی المتوافقین ضربنی واکرمنی زیدٌ وضربنی واکرمانی الزیدان وضربنی واکرمونی الزیدونَ وفی المتخالفینَ ضربتُ واکرمنی زیداً او ضربتُ واکرمانی الزیدَین وضربتُ واکرمونی الزیدین وان کانَ الفعلُ الثانی یقتضی المفعول ولم یکن الفعلانِ مِن افعال القلوب جازفیہ الوجھان حذف المفعول والاضمارُ والثانی ھُوالمختارُ لیکونَ الملفوظُ مطابقاً للمرادِ امّا الحذفُ فکما تقولُ فی المتوافقین ضربتُ واکرمتُ زیداً وضربتُ واکرمت الزیدین وضربت واکرمت الزیدین وفی المتخالفین ضربنی وَ اکرمتُ زیدٌ وضربنی واکرمتُ الزیدانِ وضربنی واکرمتُ الزیدون۔

ترجمہ اور بہر حال اگر تو نے عمل دیا فعل اول کو کوفیوں کے مذہب کی بنا پر پس نظر کر کہ اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو فاعل کی ضمیر دے ثانی میں۔ جیسے تو کہے متوافقین میں، ضربنی واکرمنی زید۔ مارا مجھ کو اور اکرام کیا میرا زید نے۔ اور ضربنی واکرمانی الزیدان۔ مجھ کو دو زید نے مارا اور ان دونوں نے میرا اکرام کیا۔ ضربنی واکرمونی الزیدون۔ مجھ کو بہت زیدوں نے مارا۔ اور انہوں نے میرا اکرام کیا۔ اور متخالفین میں تو کہے ضربت واکرمنی زیدًا۔ میں نے مارا زید کو اور اکرام کیا میرا اس نے۔ ضربت واکرمانی الزیدین میں نے دو زیدوں کو مارا اور ان دونوں نے میرا اکرام کیا۔ ضربت واکرمونی الزیدین میں نے بہت سے زیدوں کو مارا اور انہوں نے میرا اکرام کیا اور اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہیں ہیں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں ۱ مفعول کا حذف کرنا ۲ ضمیر لانا اور دوسری صورت مختار (پسندیدہ) ہے تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہو جائے۔ بہر حال حذف کی صورت پس جیسے تو متوافقین میں کہے:- ضربت واکرمت زیدًا۔ میں نے مارا اور میں نے اکرام کیا زید کا۔ دوسری مثال ضربت واکرمت الزیدین میں نے مارا اور میں نے دو زیدوں کا اکرام کیا۔ تیسری مثال ضربت واکرمت الزیدین۔ میں نے مارا اور میں نے اکرام کیا بہت سے زیدوں کا۔

تشریح قولہٗ واماان اعملت الفعل الاوّل۔ یہاں سے کوفیوں کے مذہب کو بیان کیا جا رہا ہے۔ کوفی قدامت کے استحقاق کی وجہ سے تنازع فعلین کی صورت میں دونوں افعال میں فعل اول کو عمل دیتے ہیں یعنی مذکورہ اسم ظاہر کو اسکا معمول قرار دیتے ہیں۔ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

ان کان الفعل الثانی یقتضی الفاعل۔ پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں افعال میں سے ثانی فعل اپنے لئے فاعل کا مقتضی ہے تو فاعل کی ضمیر اس کو دیں گے اور اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنا دیں گے۔ جیسے متوافقین میں یعنی دونوں فعل فاعل کا تقاضا کرتے ہوں۔ ضربنی واکرمنی زید۔ زید ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمنی میں ھو ضمیر اسکا فاعل ہے۔ دوسری مثال ضربنی واکرمانی الزیدان۔ الزیدان ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمانی میں ھما ضمیر پوشیدہ ہے جو

واما الاضمار فكما تقول فی المتوافقین ضربت واكرمته زیدًا وضربت واكرمتهما الزیدین وضربت واكرمتهم الزیدین فی المتخالفین ضربنی واكرمته زیدٌ وضربنی واكرمتهما الزیدان و ضربنی واكرمتهم الزیدون

اس کا فاعل ہے ۔تیسری مثال ضربنی واکرمونی الزیدون ۔الزیدون ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمونی کا فاعل ھم ضمیر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے ۔

وفی المتخالفین :۔ اور جب دونوں فعل تقاضے میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں اور فعل اول مفعول کا اور ثانی فاعل کا تقاضا کرے تو اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنایا جائے گا ۔اور ثانی میں فاعل کی ضمیر لائیں گے جیسے ضربت واکرمنی زیدًا ۔ زیدًا ضربت کا مفعول ہے اور ھو ضمیر اکرمنی میں پوشیدہ اسکا فاعل ہے ضربت واکرمانی الزیدین ۔الزیدین ضربت کا مفعول اور ھما ضمیر پوشیدہ اکرمانی کا فاعل ہے ۔ضربت واکرمونی الزیدین، الزیدین زید کی جمع ہے اور ضربت کا مفعول ہے اور ھم ضمیر اکرمونی کا فاعل ہے ۔

قولہ وان کان الفعل الثانی یقتضی المفعول ۔کوفیوں کے مذہب کے مطابق تنازع فعلین میں فعل اول کے عمل دینے کا بیان چل رہا ہے ۔ اور صورت یہ ہے کہ فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہیں ہیں تو دو وجہیں جائز ہیں ۔۱ مفعول کا حذف کرنا اور ۲ مفعول کی ضمیر لانا ۔مگر ضمیر لانا بہتر ہے تاکہ جملہ مراد کے مطابق ہو جائے ۔ اما الحذف فکما تقول ۔کوفیوں کے مذہب پر عمل فعل اول کو اور فعل ثانی کو ضمیر دینا یا حذف کرنا یہ حذف کی صورت ہے ضربت واکرمت زیدًا میں زیدًا ضربت کا مفعول ہے اور اکرمت کا مفعول حذف کر دیا گیا ہے دوسری مثال ضربت واکرمت الزیدین الزیدین ضربت کا مفعول اور اکرمت کا مفعول محذوف ہے تیسری مثال ضربت واکرمت الزیدین ۔ الزیدین ضربت کا مفعول ہے اور اکرمت کے مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے ۔

قولہ وفی المتخالفین الخ ۔اور متخالفین میں یعنی فعل اول فاعل کا اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے مثال اول ضربنی واکرمت زید ۔ زید اس مثال میں ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمت کے مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے دوسری مثال ضربنی واکرمت الزیدان ۔ اس مثال میں الزیدان ضربنی کا فاعل ہے اور اکرمت کا مفعول محذوف ہے ۔تیسری مثال ضربنی واکرمت الزیدون ۔الزیدون فاعل ضربنی اور اکرمت کا مفعول محذوف ہے ۔

ترجمہ اور بہر حال ضمیر لانا (فاعل یا مفعول کی) تو پس جیسے تو کہے متوافقین میں ضربت واکرمتہ زیدًا ۔ مارا میں نے زید کو اور میں نے اسکا اکرام کیا ۔ ضربت واکرمتہما الزیدین ۔ میں نے دو زیدوں کو مارا اور میں نے ان دونوں کا اکرام کیا ۔ضربت واکرمتہم الزیدین ۔میں نے بہت سے زیدوں کو مارا اور میں نے انکا اکرام کیا ۔اور متخالفین کی صورت میں ضربنی واکرمتہ زیدٌ ۔ مارا مجھ کو زید نے اور میں نے اسکا اکرام کیا ۔ ضربنی واکرمتہما الزیدان ۔مارا مجھ کو دو زیدوں نے اور میں نے ان دونوں کا اکرام کیا ۔ضربنی واکرمتہم الزیدون

وَاَمَّا اذا کانَ الفعلانِ من افعال القلوب فلا بُدَّ مِن اظہارِ المفعول کما تقول حَسِبَنِی وَ حسبتُہما منطلقین الزیدان منطلقاً و ذٰلک لِاَنَّ حسبنی حسبتہما تنازعا فی منطلقاً واعملتَ الاول وھو حسبنی وَاظھرتَ المفعولَ فی الثانی فان حذفتَ منطلقین وقلتَ حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقاً یلزم الاقتصارُ علیٰ احد المفعولین فی افعالِ القلوب وَھو غیر جائزٍ۔

مارا مجھ کو بہت سے زیدوں نے اور میں نے ان سب کا اکرام کیا۔

تشریح
واما الاضمار۔ تنازع فعلان میں کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دینے کی صورت میں مفعول کو حذف کردیا گیا تھا۔ جس کی تفصیل آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ لیکن کبھی فعل ثانی کو ضمیر بھی دے دی جاتی ہے۔ ضمیر لانے کی تفصیل درج ذیل ہے۔

متوافقین میں ضمیر لانے کی صورت یعنی یہ کہ عمل فعل اول کو اور ضمیر فعل ثانی کو دی جائے جب کہ دونوں مفعول کا تقاضا کرتے ہوں۔ جیسے ضربت واکرمتہ زیداً، زیداً ضربت کا مفعول ہے اور اکرمتہ کے ساتھ جو ضمیر ہے وہ اسکا مفعول ہے۔ اسی طرح باقی تینوں مثالوں میں آپ قیاس کرلیجئے۔

قولہ، وفی المتخالفین۔ اور ضمیر لانے کی صورت جب کہ دونوں فعلوں کا تقاضا ایکدوسرے کے خلاف ہو۔ مثلاً ضربنی واکرمتہ زیدٌ فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے زید اسکا فاعل ہے اور فعل ثانی یعنی اکرمت مفعول کا تقاضا کرتا ہے تو اس کے لئے ضمیر لے آئے۔ یہی حال بقیہ مثالوں میں سمجھ لیجئے۔

ترجمہ
اور بہر حال جب دونوں متنازع فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو ضروری ہے مفعول کا اظہار کرنا۔ (لفظوں میں ذکر کرنا) جیسے تو کہے حسبنی وحسبتہما منطلقین الزیدان منطلقاً (گمان کیا مجھ کو چلنے والا دو زیدوں نے اور میں نے ان دونوں کو دو چلنے والا گمان کیا) اور یہ اس لئے کہ فعل حسبنی اور حسبتہما دونوں نے منطلقاً میں نزاع کیا (کہ ان کا مفعول واقع ہو) اور تم نے اول کو عمل دیدیا اور وہ حسبنی ہے اور ثانی میں مفعول کو ظاہر کردیا۔ پس اگر تم نے کلام سے منطلقین کو حذف کردیا اور کہا حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقاً تو اقتصار کرنا لازم آئے گا افعال قلوب کے مفعولوں میں سے ایک پر اور وہ جائز نہیں ہے۔

تشریح
قولہ، اما اذا کان الفعلان۔ تنازع کرنیوالے دونوں فعل اگر افعال قلوب میں سے ہوں تو چونکہ افعال قلوب دو مفعولوں کو چاہتے ہیں اور ان کے دونوں مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرنا اور دوسرے کو حذف کردینا یعنی ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے حذف مفعول کے بجائے اظہار ضروری ہے۔ حسبنی میں اول مفعول یا متکلم ہے الزیدان اس کا فاعل اور منطلقاً اسکا مفعول ثانی ہے اسی طرح حسبتہما منطلقین میں ھما مفعول اول اور منطلقین دوسرا مفعول واقع ہے۔ وذٰلک لانّ۔ مصنف نے فرمایا حسبنی وحسبتہما دونوں میں سے ایک ایک مفعول ان کے ساتھ ملا ہوا ہے اور مفعول ثانی منطلقاً میں

وان اضمرت فلا يخلو من ان تضمر مفرداً وتقول حسبني وحسبتهما اياه الزيدان منطلقاً وحينئذ لا يكون المفعول الثاني مطابقاً للمفعول الاول وهو هما في قولك حسبتهما ولا يجوز ذلك او ان تضمر مثنى وتقول حسبني وحسبتهما اياهما الزيدان منطلقاً وحينئذ يلزم عود الضمير المثنى الى اللفظ المفرد وهو منطلقاً الذي وقع فيه التنازع وهذا ايضاً لا يجوز واذا لم يجز الحذف والاضمار كما عرفت وجب الاظهار۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) دونوں کا نزاع واقع ہوا۔ تم نے کوفیوں کے مذہب کے مطابق منطلقاً کو حسبنی کا دوسرا مفعول بنا دیا اور حسبتہما میں مفعول کو ظاہر کر کے منطلقین کہدیا۔ تو یہ صورت جائز ہو گئی۔

فان حذفت منطلقین الخ۔ لہٰذا اگر تم نے مثال سے منطلقین کو حذف کر دیا اور کہا حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقاً تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

سوال: وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ جبکہ یحسبن کو غائب کا صیغہ پڑھا جائے تو مذکورہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تقدیر عبارت یہ ہے لا یحسبن بخلہم هو خیراً لہم۔ یہاں بخلہم مفعول اول ہے اور وہ محذوف ہے اور خیراً لہم مفعول ثانی ہے۔ الجواب جائز ہے کہ یحسبن کی ضمیر ہو ہو جو بخل کی جانب راجع ہے اور ضمیر مرفوع کی ضمیر منصوب کی جگہ رکھ دینا جائز ہے۔

ترجمہ اور اگر تو ضمیر لائے تو خالی نہیں اس سے کہ تو مفرد کی ضمیر لائے اور کہے حسبنی وحسبتہما ایاہ الزیدان منطلقاً تو اس صورت میں مفعول ثانی مفعول اول کے مطابق نہ ہو گا اور وہ ہما ہے تمہارے قول حسبتہما میں اور یہ جائز نہیں ہے یا یہ کہ تو تثنیہ کی ضمیر لائے اور کہے کہ حسبنی وحسبتہما ایاہما الزیدان منطلقاً تو اس صورت میں تثنیہ کی ضمیر کا مرجع کا مفرد ہونا لازم آئے گا اور وہ منطلقاً ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا جب حذف کرنا اور ضمیر کا لانا دونوں جائز نہ رہے تو اظہار کرنا واجب ہو گیا۔

تشریح قولہ وان اضمرت۔ افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز نہ ہونے کی وجوہ مصنف یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا اگر تم نے عمل فعل اول کو دے کر دوسرے فعل کے لیے ضمیر لائے یا مفرد کی ضمیر لاؤ گے اور کہو گے کہ حسبنی وحسبتہما ایاہ الزیدان منطلقاً۔ تو حسبتہما کی ضمیر ہما اور ایاہ میں مطابقت نہ رہے گی۔ ایک تثنیہ ہے اور دوسری ضمیر واحد کی اور یہ جائز نہیں۔ کیونکہ دونوں ضمیروں کا مصداق ایک ہے اس لیے یا مفرد اسکا مصداق ہو گا یا تثنیہ دونوں نہیں ہو سکتے او ان تضمر مثنیٰ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مفرد کے بجائے مطابقت پیدا کرنے اور مذکورہ اعتراض سے بچنے کے لئے تم تثنیہ کی ضمیر لائے اور کہا حسبنی وحسبتہما ایاہما الزیدان منطلقاً تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ تثنیہ کی ضمیر مفرد کی جانب راجع ہے۔ اور وہ منطلقاً ہے اور تنازع اسی میں واقع ہوا ہے۔ تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ نکلا

فصل مفعول ما لم یسمّ فاعلهٗ وھُوَ کل مفعول حذف فاعلہٗ واقیم ھو مقامہٗ نحو ضُرِبَ زیدٌ وحکمُہٗ فی توحید فعلہ وتثنیتہ وجمعہ وتذکیرہ وتانیثہ علی قیاس ما عرفت فی الفاعل فصلٌ المبتدأ والخبر ھُمَا اسمان مجردان عن العوامل اللفظیۃ احدھما مسندٌ الیہ ویسمّی المبتدأ والثانی مسندٌ بہ ویسمی الخبر نحو زیدٌ قائمٌ والعامل فیھما معنویٌ وھو الابتداء واصل المبتدأ ان یکون معرفۃً واصل الخبر ان یکون نکرۃً والنکرۃ اذا وُصفت جاز ان تقع مبتدأ نحو قولہ تعالی وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وکذا اذا تخصّصت بوجہٍ اٰخر نحو ارجلٌ فی الدار ام امرأۃٌ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کہ جب حذف ضمیر اور اضمار ضمیر دونوں جائز نہیں تو واجب ہوگیا کہ اس کو ظاہر کردیا جائے۔ یعنی دوسرے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہوگیا۔

ترجمہ مفعول مالم یسم فاعلہٗ وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کردیا گیا ہو اور اس (مفعول) کو اس کی (فاعل کی) جگہ قائم کردیا گیا ہو۔ جیسے ضُرِبَ زیدٌ۔ زید مارا گیا اور اسکا حکم اس کے فعل کے واحد لاتے، تثنیہ لانے اور جمع لانے، مذکر لانے اور مؤنث لانے میں اسی قیاس پر ہے جو تم فاعل کی بحث میں پڑھ چکے ہو۔

فصل: مبتدا اور خبر دو اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے مجرّد (خالی) ہوتے ہیں ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اور مبتدا نام رکھا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے خبر جیسے زید قائم (زید کھڑا ہے) اور عامل ان دونوں میں معنوی ہوتا ہے (جو لفظوں میں نظر نہیں آتا) اور وہ ابتداء ہے۔ اور مبتدا کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ اور نکرہ کی جب صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ وہ (نکرہ) مبتداء واقع ہو جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ولعبد مومن خیر من مشرک (اور البتہ مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے) اسی طرح جب تخصیص کردی جائے کسی دوسری وجہ سے جیسے ارجل فی الدار ام امرأۃ آیا مرد گھر میں ہے یا عورت ہے۔

تشریح مصنفؒ جب مرفوعات کی پہلی قسم فاعل کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب اس فصل میں مفعول مالم یسم فاعلہٗ کی بحث شروع کی ہے۔ مفعول مالم یسم فاعلہٗ اس مفعول کو کہتے ہیں جس کے فاعل کو حذف کردیا گیا ہو۔ اور اس کو اس کی جگہ قائم کردیا گیا ہو۔ جیسے ضُرِبَ زیدٌ۔ زید مارا گیا۔ مالم یسم میں ما سے مراد لفظ ہے تاکہ تعریف اسم صریح کو شامل ہو جائے۔ نیز اس کو بھی حرف مصدر ہو اور اس میں تاویل کرلی گئی ہو جیسے یُستحسنُ ما تمت یعنی یستحسن قیامک۔ یا وہ لفظ جس کو حرف مصدر کے بغیر تاویل کرلیا گیا ہو جیسے لا یُبالی ام تمت ام قعدت کو بھی مفعول مالم یسم کی تعریف صادق آئے۔ قولہ فاعلہٗ

فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ہے۔ یعنی یہ کہ اسکی فاعلیت اس فعل کے ساتھ ہے اور یہ مفعول اس سے تعلق رکھتا ہے۔

قولہ وحکمہ فی توحید فعلہ۔ جس طرح آپ نے پڑھا ہے کہ فاعل کے مذکر و مؤنث ہونے اور مفرد و تثنیہ وجمع ہونے کے مطابق فعل بھی واحد تثنیہ و جمع اور مذکر و مؤنث ہوتا ہے۔ وہی حکم مفعول مالم یسم فاعلہ کے فعل کا بھی ہے۔

فصل المبتداء والخبر۔ مرفوعات کی تیسری فصل میں مصنف نے مبتداء اور خبر کو بیان کیا ہے۔ دونوں کی اصطلاحی تعریف۔ مبتدا اور خبر دو اسم ہوتے ہیں۔ اور دونوں عوامل لفظی سے مجرد ہوتے ہیں۔ مبتدا مسند الیہ اور خبر مسند بہ ہوتی ہے۔ جیسے زیدٌ قائمٌ۔ زید مبتدا ہے اور قائم خبر ہے۔

قولہ ہما اسمان۔ اسم لفظوں میں ہو یا تقدیراً اسم ہو۔ جیسے ان تصوموا خیر لکم میں ان تصوموا جملہ ہوکر مبتدا ہے یعنی تقدیراً اسم ہے۔

قولہ مجردان۔ مبتداء اور خبر کی تعریف میں مجردان کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی قید کی وجہ سے کان اور اس کے اخوات اسی طرح اِنَّ اور اس کے اخوات اور باب علمت کا مفعول اوّل اور اعلمت کے باب کا مفعول ثانی مبتدا ہونے سے نکل گئے۔

قولہ والعامل فیہما:۔ مبتدا اور خبر میں عامل معنوی ہوتا ہے لفظوں میں مذکور نہیں ہوتا۔ عامل معنوی کی تعریف بصریوں نے یہ کی ہے کہ اس کی طرف کسی چیز کی اسناد کی گئی ہو۔ یا اسکی اسناد کسی چیز کی طرف کی گئی ہو۔ اول کو مسند الیہ اور دوسرے کو مسند بہ کہتے ہیں۔

اصل المبتداء۔ اولیٰ یہ ہے کہ مبتدا معرفہ ہو اور خبر نکرہ۔ کیونکہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ نکرہ ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی نکرہ کو بھی بعض صورتوں میں مبتدا بنا دیا جاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ نکرہ کو موصوف بنا کر اس کا وصف ذکر کر دیا جائے تو موصوف صفت سے مل کر تخصیص پیدا ہو گئی اور وہ مبتدا واقع ہو جاتا ہے جیسے ولعبد مؤمنٌ عبد نکرہ اور موصوف ہے مؤمن اسکی صفت ہے۔ دونوں ملکر فی الجملہ تخصیص آگئی اور وہ مبتدا واقع ہو گیا۔

وکذا اذا تخصصت بوجہ آخر۔ اسی طرح کسی دوسری وجہ سے جب نکرہ میں تخصیص پیدا کر دی گئی ہو جیسے ارجلٌ فی الدار ام امرأۃٌ۔ سوال کرنے والے کو معلوم ہے کہ گھر میں مرد اور عورت میں سے کوئی ہے مکان خالی نہیں ہے اور نہ صرف سامان رکھا ہے اور نہ صرف جانور بند ہیں۔ لہٰذا من وجہٍ تخصیص ہو گئی اس لئے ارجل اور ام امرأۃ مبتداء واقع ہو گئے۔ اس لئے کہ اشتراکِ قلیل پایا جاتا ہے۔

وَمَا احدٌ خيرٌ منكَ وشرٌّ اهرَّ ذا نابٍ وفی الدارِ رجلٌ وَسَلامٌ عليكَ وان كانَ احدُ الاسمين معرفۃً والاٰخرُ نكرۃً فاجعلِ المعرفۃَ مبتدأً والنكرۃ خبراً البتۃَ كمامرَّ وان كانا معرفتين فاجعل ايھما شئتَ مبتدأً والاٰخرخبراً نحو اللہُ الٰھنا ومحمدٌ نبيُّنا وادمُ ابونا

ترجمہ اور ما احد خیر منک (بھی نکرہ موصوفہ کے مبتدا ہونے کی مثال ہے) اور شرٌ اھر ذاناب (یہ دوسری مثال ہے، جس میں شر نکرہ کو مبتدا بنایا گیا ہے) اور فی الدار رجل (مرد گھر میں ہے) اور سلامٌ علیک (تم پر سلامتی ہو) اور اگر مذکورہ دونوں اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا اسم نکرہ ہو تو تم یقینی طور پر معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنا دُ۔ جیسا کہ اوپر اس کی مثال گزر چکی ہے۔ اور اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو دونوں میں سے جو نسے ایک کو مبتدا اور دوسرے کو خبر بنا دو۔ جیسے اللّٰہ الٰہنا (خدا ہمارا معبود ہے) محمد نبینا (محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں) اور آدم ابونا (حضرت آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں)

تشریح قولہ' وما احد خیر منک۔ کوئی بھی تجھ سے بہتر نہیں ہے۔ ما حرف نفی ہے اور احدٌ اسم نکرہ معنی کوئی۔ قاعدہ ہے کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا جب تمام افراد سے خیریت کی نفی ہو گئی تو فرد واحد یعنی مخاطب کے لیے خیریت ثابت ہو گئی تخصیص کی ایک صورت یہ بھی ہے قولہ' شر اھر ذاناب کسی بڑے شر نے کتے کو بھونکایا ہے۔ یہ جملہ اصل میں ما اھرَّ ذاناب الا شرٌ تھا نہیں بھونکایا کتے کو مگر کسی شر نے۔ اس مثال میں شر شابہ فاعل ہے۔ اور اھر اس کی صفت لائی گئی ہے اس لئے شرٌ اھرَّ موصوف صفت مل کر خاص ہو گیا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ شرٌ کے بعد عظیم محذوف مانا جائے۔ اور اصل عبارت یہ ہو کہ شر عظیم اھر ذاناب بڑی مصیبت نے کتے کو بھونکایا ہے لہٰذا شر موصوف عظیم صفت ملکر تخصیص ہو گئی اور اھر ذاناب اس کی خبر۔

قولہ' فی الدار رجل۔ فی الدار خبر مقدم رجل مبتدا مؤخر ہے۔ تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر جس کا مقام تاخیر تھا اس کو مقدم ذکر کرنے سے حصر پیدا ہوتا ہے۔ اس حصر کی وجہ سے رجل میں تخصیص پیدا ہو گئی (گھر میں صرف مرد ہی ہے۔ یعنی مرد کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ لہٰذا مرد کے ماسوا تمام کی نفی ہو گئی تو گھر میں صرف مرد ہی رہ گیا) قولہ' سلامٌ علیک۔ اس جملہ کی اصل سلمت سلاماً علیک تھی۔ دوام کے ارادہ سے سلمتُ فعل کو حذف کر دیا گیا اور گویا استمرار دوام کے ارادہ سے بطور دعا مخاطب سے کہا گیا سلامی من قبلی علیک۔ میری جانب سے تجھ پر دواماً برابر سلامتی پہنچتی رہے۔ اس سے سلمت فعل حذف کر کے سلاماً کے نصب کو رفع سے بدل دیا گیا۔ اور متکلم کی جانب سلام کی نسبت کرنے کی وجہ سے سلام میں تخصیص پیدا ہو گئی۔

قولہ' وان کان احد الاسمین الخ۔ جملہ میں دو اسم ہوں۔ ان میں سے ایک معرفہ دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر

وقد یکون الخبرُ جملۃً اسمیۃً نحو زیدٌ ابوہ قائمٌ او فعلیۃً نحو زیدٌ قامَ ابوہ او شرطیۃً نحو زیدٌ ان جاءنی فاکرمتہ او ظرفیۃً نحو زید خلفک وعمرٌو فی الدار والظرفُ متعلق بجملۃٍ عند الاکثر وھی استقرَّ مثلاً تقولُ زیدٌ فی الدار تقدیرہ زیدٌ استقرَّ فی الدار ولابُدَّ فی الجملۃ من ضمیرٍ یعودُ الی المبتدأ کالھاءِ فی ما مرَّ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بنایا جائے گا۔ جیسے زید قائم۔ اور اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو تم کو اختیار ہے۔ دونوں میں سے جسکو چاہو مبتدا بنا سکتے ہو اور دوسرے کو خبر۔ جیسے اللّٰہ الٰہنا میں لفظ اللّٰہ معرفہ اور الٰہ مضاف نا ضمیر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معرفہ ہوگیا۔ اسی طرح محمد نبینا میں محمد معرفہ اور نبی مضاف نا ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معرفہ ہوگیا۔ اسی طرح آدم ابونا میں ابو مضاف اور نا ضمیر مضاف الیہ ہے اس لئے ابونا معرفہ ہوگیا تینوں مثالوں میں جس کو چاہو مبتدا بنادو اور جس کو چاہو خبر کیونکہ جزء اول تو علم ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے اور دوسرا جزء اضافت کی وجہ سے معرفہ ہوگیا۔

ترجمہ اور کبھی کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے۔ جیسے زید ابوہ قائم (زید اس کا باپ قائم ہے) یا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قامَ ابوہ (زید قائم ہے اس کا باپ) یا جملہ شرطیہ ہوتی ہے۔ جیسے زید ان جاءنی فاکرمتہ (زید اگر آیا وہ میرے پاس تو میں اس کی عزت کرلوں گا) یا ظرفیہ ہوتی ہے۔ جیسے زید خلفک وعمرو فی الدار زید تیرے پیچھے ہے اور عمرو گھر میں ہے اور ظرف متعلق ہوتا ہے جملے کے ساتھ اکثر علماء نحو کے نزدیک اور وہ استقرّ ہے جیسے تو کہے زید فی الدار کی اصل زید استقرّ فی الدار ہے اور ضروری ہے جملہ میں ایک ضمیر کا ہونا جو متکلم کی جانب راجع ہو۔ جیسے ہا ضمیر گذشتہ مثال میں۔

تشریح جملہ میں خبر کی مختلف صورتیں۔ جس طرح ما سبق میں مصنف نے بتایا تھا کہ مبتدا معرفہ ہوتا ہے یا نکرہ جس کی صفت لاکر معرفہ بنا دیا گیا ہو۔ وہ بھی مبتدا واقع ہو جاتا ہے۔ نیز اضافت لاکر بھی نکرہ کو معرفہ بناکر مبتدا بنا دیا جاتا ہے۔ وغیرہ صورتیں بیان کی ہیں۔ اب مصنف خبر کی بھی مختلف صورتیں بیان کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

قد یکون الخبر الخ۔ خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے۔ زید ابوہ قائم میں ابوہ مبتدا اور قائم خبر دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر زید کی خبر ہے۔ اسی طرح خبر کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قام ابوہ۔ زید مبتدا۔ قام فعل ابوہ مضاف الیہ مضاف مل کر قام کا فاعل اور قام اپنے فاعل سمیت جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر زید کی خبر ہے۔ اسی طرح خبر کبھی جملہ شرطیہ بھی ہوتی ہے جیسے زید ان جاءنی فاکرمتہ، میں زید مبتدا ہے۔ ان حرف شرط۔ جاء فعل ھو فاعل نون وقایہ ی ضمیر مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط۔ فا جزائیہ اکرمت فعل با فاعل ہ ضمیر اس کا مفعول۔ فعل فاعل مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر زید مبتدا کی خبر ہے اسی طرح خبر کبھی ظرف بھی ہوتی ہے یعنی ظرف مکان۔ مثلاً زید خلفک زید مبتدا ہے خلف مضاف ک ضمیر مخاطب مضاف الیہ دونوں مل کر زید کی خبر ہے اور ظرف بھی ہے۔ اسی طرح عمرو مبتدا فی حرف جار الدار مجرور، جار مجرور ملکر ثابتٌ کے متعلق ہو

ویجوز حذفہ عند وجود قرینۃ نحو السمن منوان بدرھم والبر الکر بستین درھما وقد یتقدم الخبر علی المبتدأ نحو فی الدار زید ویجوز للمبتدأ الواحد اخبار کثیرۃ نحو زید عالم فاضل عاقل واعلم ان لھم قسما اخر من المبتدأ لیس مسندا الیہ وھو صفۃ وقعت بعد حرف النفی نحو ما قائم زید او بعد حرف الاستفھام نحو اقائم زید بشرط ان ترفع تلک الصفۃ اسما ظاھرا نحو ما قائم الزیدان واقائم الزیدان بخلاف ما قائمان الزیدان

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کہ خبر ہے اور ظرف بھی ہے۔

قولہ والظرف متعلق بجملۃ۔ نحوی قانون ہے کہ جار مجرور ظرف اکثر علماء نحو کے نزدیک فعل کے متعلق ہوا کرتا ہے اور وہ فعل استقر ہے۔ مثلاً زید فی الدار میں اصل یہ بتاتے ہیں کہ زید استقر فی الدار ہے۔ اور جار مجرور استقر فعل ماضی کے متعلق ہے۔ کیونکہ عمل میں اصل فعل ہے اور شبہ فعل اس کی فرع ہے۔ لہٰذا اصل ہی کے متعلق قرار دیا جاتا ہے۔

قولہ ولابد فی الجملۃ من ضمیر۔ جب مبتدا کی خبر جملہ واقع ہو، تو اس جملے کو مبتدا سے مربوط کرنے کے لئے کسی نہ کسی رابط کی ضرورت ہے۔ جو اس جملے کو مبتدا سے ملا دے۔ لہٰذا اس جملے میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جس کا مرجع مبتدا ہو۔ جیسے ھاء ضمیر مذکورہ مثال میں جیسے زید قائم ابوہ یا زید قائم ابوہ اور زید ابوہ قائم میں ہ ضمیر زید کی جانب راجع ہے۔

ترجمہ اور جملے سے اس کا (ضمیر رابط کا) حذف کر دینا جائز ہے۔ قرینہ موجود ہونے کے وقت جیسے السمن منوان بدرھم (گھی دو سیر ایک درہم کے بدلے ہے) اور البر الکر بستین درھما گیہوں اس سے ایک من ساٹھ درہم کے بدلے ہے۔ اور کبھی کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کر دیا جاتا ہے۔ جیسے فی الدار زید۔ (گھر میں زید ہے) اور جائز ہے ایک مبتداء کے لئے اخبار کثیرہ کا ہونا (یعنی ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہوں۔ جیسے زید۔ عالم۔ فاضل۔ عاقل۔ واعلم ان لھم۔ اور جان تو کہ ان کے یہاں مبتدا کی ایک قسم اور ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی اور وہ صیغۂ صفت ہے، جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ما قائم زید (زید قائم نہیں ہے) یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو۔ جیسے اقائم زید۔ (کیا زید قائم ہے) اس شرط کے ساتھ کہ یہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر مذکور کو رفع دے جیسے ما قائم الزیدان۔ دونوں زید قائم نہیں ہیں۔ اقائم الزیدان کیا دونوں زید قائم ہیں۔ بخلاف ما قائمان الزیدان کے قائم نہیں ہیں وہ دونوں یعنی دونوں زید۔

تشریح سابق میں بتایا ہے کہ مبتدا کی خبر جب جملہ واقع ہو تو اس کو مبتدا سے ملانے کے لئے کوئی ضمیر ہونا چاہیئے جو جملے کو مبتدا سے مربوط ہونے کا فائدہ دے۔ لیکن کیا یہ ضمیر لفظوں میں موجود ہونا ضروری ہے تو اس کے جواب میں فرمایا یجوز حذفہ، یعنی جب قرینہ موجود ہو تو اس ضمیر کو حذف کر دینا

جائز ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب جملہ میں ضمیر من حرف جار کا مجرور ہو تو اس کو حذف کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً السمن منوان بدرھم کی اصل تھی السمن منہ منوان بدرہم۔ گھی کے دو سیر ایک درہم کے بدلے میں مثال سے منہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ السمن ایک برتن میں موجود ہے۔ اسی سے دو سیر ایک درہم کے بدلے فروخت کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح البر منہ الکر بستین درھما گیہوں میں سے ایک کر ساٹھ درہم کے بدلے ہے گیہوں کا ڈھیر لگا ہے۔ اسی سے ساٹھ درہم کے بدلے ایک کر گیہوں کا بھاؤ ہے۔ اس قرینہ کی وجہ سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قولہٗ وقد یتقدم الخبر۔ کبھی کبھی کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ خبر کو مقدم اور مبتدا کو مؤخر ذکر کیا جاتا ہے مصنف نے قد لا کر کمی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قولہٗ ویجوز للمبتدأ الواحد۔ ایک مبتدا کے لئے متعدد خبریں لائی جا سکتی ہیں اگر مخبر عنہ واحد ہے جیسے زیدٌ فقیہٌ وکاتبٌ۔ تو بالاتفاق واؤ عطف کے ساتھ اور بغیر حرف عطف کے متعدد خبریں لائی جا سکتی ہیں صحیح مذہب کی بنا پر۔ کیونکہ خبر حکم ہوتی ہے اور شئی واحد پر احکام کثیرہ لائے جا سکتے ہیں۔ اخبار کثیرہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ ان کے بغیر معنی پورے ہو جاتے ہوں۔ جیسے زید عالم فاضل عاقل ہیں فاضل اور عاقل کے بغیر معنی درست اور تام ہیں۔ تو جائز ہے متعدد خبروں کا لانا اور نہ لانا۔ قسم دوم متعدد خبروں کا لانا واجب ہے۔ جہاں کہیں دوسرے کے ذکر کئے بغیر معنی پورے نہ ہوتے ہوں۔ جیسے الخل حلو حامض۔ سرکہ میٹھا ترش ہوتا ہے والابلق اسود ابیض۔ چتلا پن سیاہ و سفید ہوتا ہے۔

مخبر عنہ کثیر ہوں جیسے زیدٌ وعمرٌ فاضل وجاہل۔ یعنی جب مبتدا کثیر ہوں حقیقۃً تو خبر متعدد لانا واجب ہے یا مخبر عنہ حکماً کثیر ہوں۔ مثلاً یہ کہ جس کی خبر دی جا رہی ہے اجزاء والا ہو تو متعدد خبریں ان اجزاء کی طرف منقسم ہو جائیں گی جیسے انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخرٌ بینکم وتکاثر فی الاموال۔ دنیا کی زندگی لہو، لعب، زینت اور آپس میں ایک دوسرے سے فخر اور مال و دولت میں ایک دوسرے سے کثرت میں مقابلہ آرائی ہے۔ الحیٰوۃ الدنیا مبتدا ہے۔ لعب، لہو، زینت، تفاخر، تکاثر سب خبریں ہیں مگر سب ایسے اجزاء ہیں جو انسان کی دنیا کی زندگی کے مختلف پہلو سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ایک جز زندگی کے ایک ایک جز کے متعلق ہے۔ ایسے موقع پر واو عاطفہ کا لانا واجب ہے۔

واعلم ان لہم۔ ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ مبتدا ہمیشہ معرفہ ہوتا ہے اور یہ بھی کہ وہ مسند الیہ ہوتا ہے اور خبر مسند بہ اور نکرہ ہوتی ہے۔ مگر اس جگہ مبتدا کی ایک دوسری قسم کا بیان مصنف نے کیا ہے۔ فرمایا۔ علماء نحو کے یہاں مبتدا کی ایک نوع اور بھی ہے جو مسند الیہ کے بجائے صفت کا صیغہ ہوتی ہے مگر وہ صفت کا صیغہ جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ما قائم زید۔ ما حرف نفی قائم صیغہ صفت مبتداء زید اس کی خبر ہے۔ قائم مسند الیہ نہیں ہے اس لئے کہ اس مثال میں مسند الیہ زید ہے۔ یا صیغہ صفت حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اقائم زید۔ ہمزہ

فصل خبرُ اِنَّ واخواتها وهي اَنَّ وكَاَنَّ ولٰكنَّ وليتَ ولَعَلَّ فهٰذه الحروف تدخل على المبتدأ والخبر فتنصب المبتدأ ويسمّٰى اسم اِنَّ وترفع الخبر ويسمّٰى خبر ان فخبر اِنَّ هو المسند بعد دخولها نحو اِنَّ زيدًا قائمٌ وحكمه في كونه مفردًا اوجملةً او معرفة اونكرة كحكم خبر المبتدأ ولايجوز تقديم اخبارها على اسمائها الا اذا كان ظرفًا نحو ان في الدار زيدًا لمجال التوسّع في الظروف ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) استفہام قائم صیغہ صفت مبتدا زید مسند الیہ اور خبر ہے ۔

بشرط ان ترفع ۔ مگر صیغہ صفت کے مبتداء بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ صفت کا صیغہ اپنے بعد والے مذکور اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو ۔ جیسے ماقائم الزیدان ۔ ما حرف نفی قائم صیغہ صفت الزیدان کو رفع دے رہا ہے کیونکہ الزیدان میں الف و نون علامت رفع ہے ۔ اسی طرح اقائم الزیدان میں بھی قیاس کر لیجئے ۔ بخلاف ما قائما الزیدان کے کہ اس مثال میں ما حرف نفی ہے ۔ قائمان تثنیہ صیغہ صفت ہے اور ہما ضمیر اس میں پوشیدہ ہے جو اسکا فاعل ہے اور الزیدان کی جانب راجع ہے ۔ قائمان الزیدان کو رفع نہیں دے رہا ۔ کیونکہ قائمان کا فاعل ہما ضمیر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے ۔

ترجمہ پانچویں فصل اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر ہے (جو مرفوع ہوتی ہے) اور اِنَّ کے اخوات اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکنَّ، لیتَ اور لعلَّ ہیں ۔ پس یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور اسکا نام "اِنَّ کا اسم" رکھا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کو "ان کی خبر" کہا جاتا ہے ۔ پس اِنَّ کی خبر مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ان زیدًا قائمٌ ۔ اور اس کا حکم اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کے حکم جیسا ہے ۔ اور جائز نہیں ہے ان کے خبروں کا مقدم کرنا ان کے اسمار پر لیکن جب کہ وہ ظروف ہو ۔ جیسے ان فی الدار زیدًا ظرف میں توسع کی گنجائش پائے جانے کی وجہ سے ۔

تشریح مرفوعات کی پانچویں فصل اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر ہے اور اس کے اخوات اَنَّ، کَاَنَّ وغیرہ چھ حروف ہیں ۔ وجہ تسمیہ ان کے نام رکھنے کی وجہ ۔ یہ اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا ۔ نیز اسم و فعل کی کوئی تعریف ان پر صادق نہیں آتی ۔ نہ ان کے اپنے مستقل کوئی معنی زمانہ بھی نہیں پایا جاتا ۔ اپنے معنی دینے میں دوسرے کے محتاج ہیں ۔ مگر چونکہ اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں ۔ اور یہی عمل فعل کا بھی ہے کیونکہ فعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے لہٰذا یہ حروف عمل میں فعل کے مشابہ ہیں ۔ اس لئے ان کو حروف مشبہ بہ فعل کہا جاتا ہے ۔

قولہٗ ویسمی اسم ان ۔ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بنا دیتے

فصل اسمُ کان وَ اخواتھا وھی صَارَ واصبح وَ امسیٰ واضحیٰ وظلَّ وبات وراحَ واٰض وعاد وغدا ومازال ومابرحَ ومافتئ ومَاانفکَّ ومَادام ولیس فھٰذہ الافعال تدخل ایضًا علی المبتدا اَوالخبر فترفعُ المبتدا وَیُسمّٰی اسمَ کان وتنصبُ الخبر ویسمّٰی خبر کان فاسمُ کان ھوالمسند الیہ بعد دخولھا نحوکان زیدٌ قائمًا وَیجوز فی الکل تقدیمُ اخبارِھا علی اسمائھا نحوکان قائمًا زیدٌ وعلیٰ نفسِ الافعالِ ایضًا فی التسعۃ الاُول نحو قائمًا کان زیدٌ ولایجوز ذالک فی مافی اولہ مافلایقال قائمًا مازال زید وفی لیس خلافٌ وباقی الکلام فی ھٰذہ الافعال یجیٔ فی القسم الثانی ان شاءَ اللّٰہُ تعالیٰ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہیں اس لئے ان کے داخل ہو جانے کے بعد مبتدا کو اِنَّ کا اسم اور خبر کو اِنَّ کی خبر کہا جاتا ہے ۔ لہٰذا ان کے داخل ہونے کے بعد اِنَّ کی خبر مسند ہوگی ۔ جیسے اِنَّ زیدًا قائم ۔

قولہ وحکمہ فی کونہ مفردًا الخ ۔ جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ خبر معرفہ، نکرہ اور مفرد جملہ وغیرہ ہوتی ہے ۔ حروف مشبہ بہ فعل کی خبریں بھی اسی کو قیاس کر لیجئے ۔ یعنی یہ جو حال مبتدا کی خبر کا آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں ۔ ان کی خبر کا بھی وہی حال ہے ۔

قولہ ولایجوز تقدیم اخبارہا الیہ ۔ یہ فرق ضرور ہے کہ مبتدا کی خبر مبتدا پر مقدم لانا درست ہے ۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں ۔ وہ حکم یہاں نہیں ہے یعنی اِنَّ کی خبر کو اسم پر مقدم لانا جائز نہیں ہے ۔ البتہ ایک صورت میں کہ جب خبر ظرف واقع ہو تو اپنے اسم سے مقدم آسکتی ہے ۔ جیسے اِن فی الدار زیدًا ۔ فی الدار خبر مقدم ہے زیدًا اسم مؤخر ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ ظرف میں وسعت ہوتی ہے اس لئے مقدم و مؤخر دونوں طرح خبر کو لایا جا سکتا ہے ۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسکا استعمال چونکہ کثیر ہے اس لئے کثرت استعمال کی وجہ سے توسّع کر دی گئی ہے ۔

ترجمہ مرفوعات کی چھٹی فصل کان اور اس کے اخوات کا اسم ہے اور وہ (اخوات) صار، اصبح، امسیٰ، اضحیٰ، ظلَّ، باتَ، راحَ، آضَ، عاد، غدا، مازال، مابرحَ، مافتئ، ماانفک، مادام، اور لیس ہیں ۔ پس یہ افعال بھی مبتدا و خبر پر داخل ہوتے ہیں ۔ پس مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور اس کا نام "اسم کان" رکھا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور اسکا نام خبر کان رکھا جاتا ہے اور ان میں سے تمام میں ان خبروں کی تقدیم ان کے اسماء پر جائز ہے جیسے کانَ زیدٌ قائمًا کے بجائے کان قائمًا زیدٌ کہا جانا درست ہے اور افعال ناقصہ پر بھی (خبر کی تقدیم جائز ہے) صرف پہلے نو افعال میں جیسے قائمًا کان زید اور جائز نہیں (خبر کی تقدیم ان کے فعل پر) جن جن افعال کے شروع میں حرف ما موجود ہے پس نہ کہا جائے گا قائمًا مازال زید ۔ اور لیس میں اختلاف ہے افعال ناقصہ کے سلسلے میں مسائل قسم ثانی میں

انشاء اللہ تعالیٰ بیان کئے جائیں گے ۔

تشریح مرفوعات کی چھٹی قسم کان اور اس کے اخوات کا اسم ہے کان کے اخوات کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے ان کو افعال ناقصہ بھی کہا جاتا ہے چنانچہ آئندہ اس کا بیان آئے گا ۔ یہاں پر صرف ان کے اعراب کا بیان کیا جا رہا ہے ۔

فہذہ الافعال الخ ۔ پس حروف مشبہ بالفعل کی طرح یہ بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور اسم کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب ۔ مبتداء کو کان کا اسم اور خبر کو کان کی خبر کہا جاتا ہے ۔ نیز کان اور اس کے اخوات کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے ۔ جیسے کان زید قائماً قیام کی اسناد زید کی طرف کی گئی ہے اس لئے وہ مسند الیہ ہے ۔

یجوز فی الکل تقدیم ۔ کان اور اس کے اخوات مجموعی طور پر مشترہ ہیں ان سب کے اسماء پر ان کی خبر دل کو مقدم ذکر کرنا جائز ہے جیسے کان قائماً زید ۔

وعلیٰ نفس الافعال ۔ نیز خود ان افعال پر بھی ان کی خبر کو مقدم لانا جائز ہے مگر اس میں تخصیص کی گئی ہے ۔ یہ جواز صرف شروع کے نو افعال کے لئے ہے ۔ آخر کے باقی آٹھ افعال کا حکم یہ نہیں ہے ۔ یعنی جن افعال ناقصہ کے شروع میں حرف ما ۔ داخل ہے ان افعال پر ان کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے ۔ خواہ ما مصدریہ ہو جیسے مادام ہیں اور چاہے ما نافیہ ہو جیسے مابرح ومافتئ وغیرہ میں اس لئے کہ ما مصدریہ دراصل حرف موصول ہوتا ہے اور جو چیز موصولات کے تحت داخل ہو وہ موصولات پر مقدم نہیں ہوسکتی ۔ اور ماء نفی کے لئے چونکہ صدر کلام ضروری ہے ۔ لہٰذا جو چیز اس کے بعد ہوگی وہ اس پر مقدم نہیں ہوسکتی ۔ لیکن جہاں تک اسم پر خبر کی تقدیم کا مسئلہ ہے تو غالباً کاتب سے غلطی ہوئی ۔ کیونکہ تقدیم خبر ان کے اسم پر تمام افعال میں جائز ہے ۔ پہلے نو کی تخصیص نہیں ہے (منہ)

قولہ وفی لیس خلاف ۔ آیا افعال ناقصہ میں سے لیس کا حکم بھی یہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ۔ یا اسکا حکم مختلف ہے ۔ تو اس بارے میں اختلاف ہے ۔ اکثر نحویوں کے نزدیک لیس کی خبر کو لیس پر مقدم لانا جائز ہے ۔ علما نحو کوفی اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک لیس فعل نہیں ہے ۔ بلکہ حرف ہے ۔ مبرد نحوی کے نزدیک لیس اگرچہ فعل ہے حرف نہیں، مگر کوفیوں کی طرح حرف کے مشابہ ہے ۔ کیونکہ اس کی گردان نہیں ہوتی ہے ۔ افعال ناقصہ کا باقی بیان ان شاء اللہ قسم ثانی یعنی فعل کی بحث میں آئے گا ۔

فصل اسم ما ولا المشبهتين بليس وهو المسند اليه بعد دخولهما نحو ما زيد قائمًا ولا رجلٌ افضلَ منك ويختصُّ لا بالنكرة ويعمُّ ما بالمعرفة والنكرة فصل خبر لا لنفي الجنس وهو المسند بعد دخولها نحو لا رجل قائم ۔

ترجمہ مرفوعات کی ساتویں فصل وہ ما ولا جو لیس کے مشابہ ہوتے ہیں ان کا اسم (مرفوع ہوتا ہے) وہ ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے ما زیدٌ قائمًا اور لا رجل افضل منک (مرد تجھ سے افضل نہیں ہے) لا خاص ہے نکرہ کے ساتھ اور عام ہے ما معرفہ ونکرہ کے ساتھ آٹھویں فصل اس لا کی خبر جو جنس کی نفی کے لئے آتی ہے۔ وہ اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے لا رجل قائم۔ کوئی مرد قائم نہیں ہے ۔

تشریح ما ولا کے مشابہ بلیس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ما اور لا دونوں کو لیس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اول اس وجہ سے کہ جس طرح لیس نفی کے لئے آتا ہے۔ یہ دونوں بھی نفی کے معنیٰ دیتے ہیں۔ دوم جس طرح لیس مبتدا و خبر پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ما ولا بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔

قولہ ہو المسند الیہ ما ولا کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے ما ولا کا مذکورہ بالا عمل لغت حجاز کے مطابق ہے۔ مگر بنو تمیم ان کو مطلقًا عامل نہیں مانتے اور ہشام وابن تاسم اور نحویوں کی ایک جماعت نے کہا ہے حرف لا کمی کے ساتھ لیس کا عمل کرتا ہے مگر وہ بھی بہت سی شرطوں کے ساتھ۔ مبرد اخفش لا کو لیس کا عمل دینے سے منع کرتے ہیں۔

قولہ ویختص لا بالنکرۃ۔ ما ولا حروف نفی ہیں اور لیس کا عمل کرتے ہیں۔ مصنف کے قول کے مطابق مگر اس کے باوجود ما ولا میں کچھ فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ لا حرف اسم نکرہ میں آتا ہے اور وہ بھی بہت ہی کمی کے ساتھ۔ اور ما نفی معرفہ ونکرہ دونوں میں آتا ہے۔

دوسرا فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور ما صرف نفی حال کے لئے آتی ہے۔

تیسرا فرق لا کی خبر پر ما کو داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ بخلاف ما کے اور اسی وجہ سے ما کی مشابہت لیس کے ساتھ زائد ہے۔ بمقابلہ لا کی مشابہت کے لیس کے ساتھ۔

المقصد الثانی فی المنصوبات الاسماء المنصوبة اثنا عشر قسماً المفعول المطلق وبه وفیه ولہ ومعہ والحال والتمییز والمستثنیٰ واسم اِنَّ واخواتھا وخبر کان واخواتھا والمنصوب بلا التی لنفی الجنس وخبر ما ولا المشبھتین بلیس فصل المفعول المطلق وھو مصدر بمعنیٰ فعلٍ مذکورٍ قبلہ ویذکر للتاکید کضربتُ ضرباً اولبیان النوع نحو جلستُ جِلسۃَ القاری اولبیان العدد کجلست جلسۃً وجلستین او جلسات وقد یکون من غیر لفظ الفعل المذکور نحو قعدتُ جلوساً وانبتَ نباتاً وقد یُحذفُ فعلہ لقیامِ قرینۃٍ جوازاً کقولک للقادم خیر مقدم ای قدمتَ قدوماً خیر مقدم ووجوباً سماعاً نحو سقیاً وشکراً وحمداً ورعیاً ای سقاک اللّٰہ سقیاً وشکرتک شکراً وحمدتک حمداً ورعاک اللّٰہ رعیاً ۔

ترجمہ (مصنف نے قسم اول کے بیان کو ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے جن میں سے مقدمہ کو بیان کرکے مقصد اول کو بیان کیا ۔ اور مقصد اول میں صرف مرفوعات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد اب یہاں سے دوسرے مقصد کو شروع کیا ہے ۔ مقصد ثانی منصوبات کے احکام کے بیان پر مشتمل ہے)

وہ اسماء جن کو نحو میں نصب دیا جاتا ہے (اسماء منصوبہ) کی بارہ اقسام ہیں ۔ اول مفعول مطلق، دوم مفعول بہ، سوم مفعول فیہ، چہارم مفعول لہ، پنجم مفعول معہ، ششم حال، ہفتم تمیز، ہشتم مستثنیٰ، نہم اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم، دہم کان اور اُس کے اخوات کی خبر، یازدہم وہ اسم جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے دوازدہم ما ولا جو مشابہ بلیس ہوتے ہیں کی خبر ۔

فصل : مقصد ثانی یعنی منصوبات کی پہلی فصل مفعول مطلق کے بیان پر مشتمل ہے ۔ مفعول مطلق اور وہ مصدر ہے جو اس کے فعل کے معنیٰ میں ہوتا ہے کہ جو اس سے پہلے مذکور ہوا ہے اور اس کو (اس فعل کے بعد) تاکید کے لئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے ضربتُ ضرباً (میں ضرباً مفعول مطلق ہے اور ضربتُ کے معنیٰ کی تاکید کررہا ہے) یا نوع (قسم فعل) بیان کرنے کے لئے آتا ہے ۔ جیسے جلستُ جلسۃ القاری (میں قاری کے بیٹھنے کی طرح بیٹھا) یا عدد بیان کرنے کے لئے آتا ہے ۔ جیسے جلستُ جلسۃً (میں ایک مرتبہ بیٹھا) یا جلستین (میں دو مرتبہ بیٹھا) یا جلسات (میں تین یا زیادہ مرتبہ بیٹھا) اور کبھی کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے علاوہ سے بھی آتا ہے جیسے قعدتُ جلوساً (میں بیٹھا بیٹھنا) اور انبت نباتاً (اس نے اگایا اگانا) اور کبھی کبھی حذف کردیا جاتا ہے اس کا فعل (مفعول مطلق کا فعل) قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے بطور جواز کے ۔ (یعنی یہ حذف فعل بوقت پائے جانے قرینہ کے جائز ہے) جیسے تمہارا قول کسی آنے والے کے لئے خیر مقدم یعنی قدمتَ قدوماً خیر مقدم ۔

آیا تو اچھا ہوا تیرا آنا۔ اور وجوبًا (فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے) سماعًا (اہل عرب سے اسی طرح سنا ہے)
جیسے سقیًا اور شکرًا اور حمدًا و رعیًا۔ یعنی سقاک اللہ سقیًا سیراب کرے تجھ کو اللہ سیراب کرنا۔ اور شکرتک
شکرًا۔ میں نے تیرا شکریہ ادا کیا شکریہ ادا کرنا۔ حمدتک حمدًا۔ میں نے تیری تعریف بیان کی تعریف بیان کرنا۔
رعاک اللہ رعیًا۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت و نگرانی فرمائے نگرانی کرنا۔

تشریح فصل المفعول المطلق۔ مفعول مطلق نام رکھنے کی اول وجہ یہ ہے کہ مفعول مطلق بعینہ فعل
ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مفعول مطلق ہے یعنی اس میں
دوسرے مفعولوں کی طرح فی، لام اور مع کی قید نہیں ہے۔ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے۔ مصدر ہونے کی دو
صورتیں ہیں اول حقیقۃً مصدر ہو دوم یا حکمًا ہو۔ حکمًا کی قید سے (اہلکہ اللہ ویحۃً ای اہلاکًا بھی شامل ہو جائے
گا کیونکہ ویحۃً اسم ہے مصدر نہیں ہے مگر دعاء کے موقع پر بولا گیا ہے اس لئے مجازًا اہلاک کے معنیٰ لئے
گئے ہیں فعل مذکور کی قید سے الضرب واقع علیٰ زید اور کرہت قیامی جیسی مثال مفعول مطلق سے خارج ہو گئیں
اور اس فعل مذکور سے فعل حقیقۃً ہو یا وہ اسم جو فعل کے معنیٰ میں ہو جیسے ضاربٌ ضربًا مذکور قبلہ سے مذکور
حقیقۃً ہو جیسے ضربت ضربًا، یا حکمًا مذکور ہو۔ جیسے فضرب الرقاب میں۔ معنیٰ اس کے ہیں فاضربوا ضرب
الرقاب تاکید کے معنیٰ مفعول مطلق اس وقت دیتا ہے جبکہ فعل کے مفہوم پر دلالت کرتا ہو یا اس سے زائد پر
اور عدد جیسے وحدۃً کثرۃً ایک مرتبہ دو مرتبہ وغیرہ۔ قعدت جلوسًا کی مثال اس وقت صحیح ہو گی جب قعود و
جلوس دونوں سے معنیٰ ایک ہوں کیونکہ قعود کہتے ہیں کھڑے ہونے کے بعد بیٹھنے کو اور جلوس پہلو بدلنے کے
بعد کے بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ نباتًا انبت کا مفعول مطلق مبرد و کسائی کے نزدیک ہے اور سیبویہ کہتے ہیں
انبت نباتًا کی اصل انبتہ اللہ نباتًا ہے۔

قد یحذف۔ مفعول مطلق کا ایک استعمال یہ بھی ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود ہو تو اس کے فعل کو حذف کر دیا جاتا
ہے۔ جیسے آپ کسی آنے والے آدمی سے خیر مقدم کہیں چونکہ اس آنے والے کو کہا جا رہا ہے جو ابھی آیا ہے اور
اس کے استقبال کرنے کے وقت آپ نے کہا ہے خیر مقدم اس نے آنے کا قرینہ قدمت فعل پر دلالت کرتا ہے۔
وجوبًا سماعًا۔ یعنی مفعول مطلق کو کلام سے وجوبًا حذف کیا جاتا ہے اور ہمارے پاس اس کے حذف کی کوئی
دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اہل عرب سے اس لفظ کو اسی طرح استعمال کرتے سنا ہے اس لئے ہم بھی حذف کرنے
لگے جیسے مذکورہ بالا مثالوں سقیًا مفعول مطلق ہے سقاک اللہ کا، اسی طرح شکرًا شکر کا مفعول مطلق ہے
اور حمدًا احمدتک کا مفعول مطلق ہے اور رعیًا رعاک اللہ کا مفعول مطلق ہے۔
سقیًا کے حذف فعل کا قرینہ۔ یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دعا کا مستحق ہو اس لئے اس کا ملانا اس پر دلالت
کرتا ہے یہی حال رعیًا کا بھی ہے کہ وہ بھی دعا کے موقع پر بولا جاتا ہے اور ان مفاعیل سے حذف فعل تخفیف
کی وجہ سے ہے اور کثرتِ استعمال کی بناء پر بھی۔

فصل المفعول بہٖ وھو اسمُ ما وقع علیہ فعل الفاعل کضرب زید عمرًا وقد یتقدّم علی الفاعل کضرب عمرًا زیدٌ وقد یحذف فعلہ لقیام قرینۃ جوازًا نحو زیدًا فی جواب من قال من اضرب ووجوبًا فی اربعۃ مواضع الاوّل سماعیٌّ نحو امرأً ونفسہٗ وانتھوا خیرًا لکم واھلًا وسھلًا والباقی قیاسیۃ الثانی التحذیر وھو معمول بتقدیر اتّق تحذیرًا ممّا بعدہ نحو ایّاک والاسد واصلہ اتّقک والاسد او ذکر المحذّر منہ مکرّرًا نحو الطریق الطریق ۔

ترجمہ منصوبات کی دوسری فصل مفعول بہ ہے اور وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمرًا (مارا زید نے عمر کو) اور وہ کبھی فاعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے ضرب عمرًا زیدٌ (مارا عمر کو زید نے) اور کبھی اس کا فعل حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کی وجہ سے جوازًا۔ جیسے زیدًا اس شخص کے جواب میں کہنا جس نے پوچھا مَنْ اَضْرِبُ (میں کس کو ماروں) اور (حذف کر دیا جاتا ہے وجوبًا چار جگہوں پر۔ اول سماعی ہے جیسے امرءً ونفسہٗ اور انتھوا خیرًا لکم اور اھلًا وسھلًا۔ اور باقی قیاسی ہیں۔ ثانی تحذیر ہے اور وہ معمول ہے اتّق کی تقدیر کے ساتھ۔ ڈرانے کے واسطے اس سے جو اس کے بعد ہے جیسے ایاک والاسد۔ اس کی اصل اتقک والاسد ہے۔ یا محذر منہ (جس سے ڈرایا گیا ہے) کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے الطریق الطریق (راستہ راستہ)

تشریح المفعول بہ منصوبات میں سے دوسرا مفعول بہ ہے۔ اور مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضرب زید عمرًا میں عمر پر زید کی ضرب واقع ہوئی اس لئے عمر مفعول بہ ہے۔ فعل کے واقع ہونے سے مراد فعل کا متعلق ہونا اس چیز کے ساتھ کہ فعل بغیر اس کے نہ پایا جائے۔ تعلق خواہ بصورت نفی ہو یا اثبات کی شکل میں۔ حسّی وقوع مراد نہیں ہے تاکہ عبد اللہ اور شکرت اللہ تعریف سے خارج نہ ہوں۔

وقد یحذف فعلہ: مفعول بہ کے فعل کو کبھی جوازًا اختصار کے لئے حذف بھی کر دیا جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ قرینہ موجود ہو۔ جیسے جب کوئی کہے من اضرب میں کس کو ماروں تو اس کے جواب میں کہا جائے عمرًا۔

ووجوبًا فی اربعۃ مواضع۔ اور چار مقامات پر مفعول مطلق کو وجوبًا حذف کر دیا جاتا ہے۔ اول مقام تو سماعی ہے۔ اہل عرب سے سنا ہے اس لئے ہم بھی حذف کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ حذف کرنے کی کوئی وجہ (دلیل) نہیں ہے۔ سماعی چونکہ بہت کم تھے اس لئے باقی تین مقامات پر اس کو پہلے ذکر کر دیا ہے مثلاً امرأً ونفسہ کی اصل اُترک امرأ ونفسہ تھی یعنی اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کو روکو۔ دوسری تقدیر دَعْہٗ ونفسہ پہلی صورت میں واو مع کے معنی میں اور دوسری صورت میں واو برائے عطف ہے۔ انتھوا کی اصل انتھوا یا معشر النصاریٰ

الثالث مَا اضمرَ عاملہ علیٰ شریطۃ التفسیر وھو کل اسمٍ بعدہ فعل او شبھہٗ یشتغل ذٰلک الفعلُ عن ذالک الاسم بضمیرہٖ او متعلقہٖ بحیث لو سُلِّطَ علیہ ھو او مناسبہ لنصبہ نحو زیدًا ضربتہ فان زیدًا منصوبٌ بفعل محذوفٍ مضمرٍ وھو ضربتُ یفسرہ الفعل المذکور بعدہ وھو ضربتہ ولھٰذا الباب فروعٌ کثیرۃٌ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عن قولکم ان اللہ ثالث ثلاثۃ وانفصدوا خیراً لکم اس سے توحید مراد ہے۔ اھلاً یعنی اتیت مکاناً اھلاً لا اجانب فیہ۔ تم اپنے گھر آئے ہو یہاں کوئی اجنبی نہیں ہے اور نہ مکان ویران ہے سھلاً کی اصل یہ ہے طئت مکاناً سھلاً عن البلاء۔ تم نے سفر آسانی سے طے کرلیا ہے۔ کوئی غم کی بات نہیں ہے مہمان کی خاطر مدارات و دلجوئی کے لئے یہ کلمات کہے جاتے ہیں۔

الثانی تحذیر۔ ان چار مقامات میں سے ثانی مقام تحذیر ہے جہاں مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کردیا جاتا ہے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے کلام میں اختصار کیا جاتا ہے اور خاص کر مفعول بہ سے بچانے کے لیے اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔ اور فعل اِتَّقِ محذوف مانا جاتا ہے۔ یا فعل اس کے معنی میں ہو۔ جیسے بَعِّدْ۔ تَنَحَّ وغیرہ (دور ہو جا ہٹ جا) خلاصہ یہ ہے کہ اتق محذوف کے معمول سے مخاطب کو خوف دلانا مقصود ہوتا ہے ایاک والاسد کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ اتق نفسک ان تتعرض للاسد واتق الاسد ان یھلک یعنی تو اپنے آپ کو بچالے اس بات سے کہ اپنے آپ کو شیر کے سامنے پیش کرے اور شیر سے بچ جا کہیں تجھ کو ہلاک نہ کردے۔

اوذکر المحذر منہ مکرراً۔ یا محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے الطریق الطریق۔ اس کی اصل اتق الطرفین تھی۔ اتق کو حذف کردیا۔ اور الطریق کو مکرر لے آئے۔ اسی طرح الجدار الجدار بھی کہا جاتا ہے۔ دیوار دیوار۔ یعنی اتق الجدار تم دیوار گرنے سے بچو۔

ترجمہ تیسرا ما اُضمر عاملہ ہے۔ اس شرط پر کہ اس کی تفسیر کردی گئی ہو۔ اور ما اضمر الخ وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم سے اعراض کرتا ہو۔ (بے پرواہ ہو) اس کی ضمیر یا اس کے متعلق کی وجہ سے اس طور پر کہ اگر وہ اس پر مسلط کردیا جائے یا اس کا مناسب اس پر مسلط کردیا جائے تو البتہ اس کو نصب دے دے۔ جیسے زیداً ضربتہ میں (زید مارا میں نے اس کو) نیں بے شک زیداً مفعول محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ مضمر ہے اور وہ ضربت ہے۔ تفسیر کرتا ہے اس فعل کی وہ فعل جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضربتہ ہے اور اس باب کی جزئیات کثیرہ ہیں۔

تشریح جہاں سے مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے، تیسرا مقام ما اضمر عاملہ ہے۔ ما اضمر عاملہ وہ اسم ہے جس کے عامل یعنی فعل کو اس وجہ سے حذف کردیا گیا ہے کہ اس اسم کے بعد ایک فعل مذکور ہے جو اس فعل محذوف کی تفسیر کررہا ہے۔

الرَّابع المنادیٰ وھو اسمٌ مدعوٌّ بحرف النداء لفظًا نحو یا عبدَ اللہ ای ادعو عبدَ اللہ وحرف النداء قائمٌ مقام ادعو وحروف النداء خمسةٌ یا وایا وھیا وایْ والھمزۃ المفتوحۃ وقد یُحذف حرفُ النداء لفظًا نحو یوسفُ اَعرِض عن ھٰذا ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وہو کل اسم ۔ یہاں ما اضمر عاملہ کی تعریف مصنف نے بیان کی ہے ۔ یعنی وہ اسم جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ایسا ہو جو اس اسم پر عمل نہ کرتا ہو ۔ اس لئے کہ اس کے بعد ضمیر موجود ہے وہ اسکا معمول ہے وہ ضمیر خواہ اس اسم کی ہو یا اس کے متعلق کی ۔ اور یہ فعل ایسا ہو کہ اگر اس فعل کو اس اسم پر مسلّط کر دیا جائے تو اس کو اپنا منصوب و معمول بنا لے ۔ جیسے زیداً ضربتہ میں زیداً ما اضمر عاملہ ہے ضربتہ وہ فعل ہے جو اس کے بعد آیا ہے اور اس فعل میں ایک ہٗ کی ضمیر موجود ہے جو اسکا معمول (مفعول واقع ہے) اور اس ضمیر کا مرجع خود یہ اسم ہے اور محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ ضربت ہے اسکی تفسیر کلام میں موجود فعل ضربتہ کر رہا ہے ۔ اصل عبارت یہ تھی ضربت زیداً ضربتہ، پہلے ضربت کو حذف کر دیا گیا زیداً کے بعد والے فعل کی وجہ سے اس باب کے بہت سے فروع (جزئیات) ہیں جن کو بڑی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے ۔

ترجمہ اور منادیٰ وہ اسم ہے جس کو حرف نداء داخل کر کے بلایا گیا ہو ۔ لفظاً جیسے یا عبد اللہ یعنی ادعو عبد اللہ (میں عبد اللہ کو طلب کرتا ہوں) اور حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے اور حرف نداء پانچ ہیں ۔ یا، ایا، ہیا، ای، ہمزہ مفتوحہ کبھی کبھی حرف ندا کو لفظوں سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یوسف اعرض عن ہٰذا ۔ اے یوسف علیہ السلام اس سے اعراض کیجئے ۔

تشریح مفعول مطلق کے فعل کے وجوباً حذف کئے جانے کا چوتھا مقام منادیٰ ہے ۔ منادیٰ وہ اسم ہے جس کو حرف ندا کلام میں داخل کر کے مخاطب کو بلایا گیا ہو، جیسے یا عبد اللہ اے عبد اللہ ۔

وقد یحذف حرف النداء ۔ اصل تو یہ ہے کہ حرف نداء منادیٰ کے شروع میں مذکور ہو ۔ مگر کبھی کبھی حرف ندا کو لفظوں سے حذف کر دیا جاتا ہے ۔ جب کہ اسکا کوئی قرینہ موجود ہو ۔ مگر معنوی طور پر مراد میں حرف ندا موجود رہتا ہے ۔ حرف ندا کے لفظاً حذف کرنے کا جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ منادیٰ اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث اور مندوب نہ ہو ۔

اعتراض :۔ حرف ندا تو ادعو کا نائب ہے اور قاعدہ ہے کہ نائب کو حذف کرنا جائز نہیں ہے ورنہ نائب و منوب (اصل و فرع) دونوں کا حذف کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے ۔ **الجواب :** یہ جواز اس جگہ ہے جہاں منوب کا حذف جائز نہ ہو مگر یہاں ایسا نہیں ہے ۔

واعلم ان المنادیٰ علیٰ اقسامٍ فان کان مفرداً معرفۃً یُبنیٰ علیٰ علامۃِ الرفع کالضمۃ ونحوھا نحو یا زیدُ ویا رجلُ ویا زیدان ویا زیدون ویُخفض بلام الاستغاثۃ نحو یا لزیدٍ ویفتح بالحاق الفھا نحو یا زیداہ ویُنصب ان کان مضافاً نحو یا عبدَ اللّٰہ او مشابھاً للمضاف نحو یا طالعاً جبلاً او نکرۃً غیر معینۃ کقول الاعمیٰ یا رجلاً خذ بیدی وان کان معرّفاً باللام قیل یا ایھا الرجل ویا ایتھا المرأۃُ ویجوز ترخیم المنادیٰ وھو حذف فی اٰخرہ للتخفیف کما تقول فی مالک یا مالُ وَفی منصور یا مَنصُ وفی عثمانَ یا عُثمُ ویجوز فی اٰخر المنادی المرخّم الضمُّ والحرکۃ الاصلیۃ کما تقول فی یا حارث یا حارُ ویا حارِ۔

ترجمہ اور جان تو کہ بیشک منادیٰ چند قسموں پر ہے پس اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوگا۔ جیسے ضمہ (یا ضمہ کی طرح دوسری علامات مثلاً الف اور واؤ وغیرہ) جیسے یا زید ویا رجل، یا زیدان، یا زیدون۔ اور منادیٰ کو جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے۔ جیسے یا لزید۔ اور فتحہ دیا جاتا ہے الف استغاثہ کی وجہ سے۔ جیسے یا زیداہ۔ اور نصب دیا جاتا ہے اگر منادیٰ مضاف ہو۔ جیسے یا عبد اللّٰہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً۔ یا نکرہ غیر معینہ ہو جیسے اندھے کا قول یا رجلاً خذ بیدی۔ (اے مرد میرا ہاتھ پکڑ لے) اور اگر معرّف باللام ہو تو کہا گیا ہے کہ یا ایھا الرجل اور ایتھا المرأۃ۔ اور منادیٰ پر ترخیم جائز ہے اور وہ اس کے آخر کو تخفیفاً حذف کرنے کو کہتے ہیں جیسے کہ تو مالک میں یا مال اور منصور میں یا منص اور عثمان میں یا عثم کہے۔ اور جائز ہے منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ۔ جیسے تو کہے یا حارث یا حارُ، یا حارِ۔

تشریح اقسام منادیٰ۔ منادیٰ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً ضمہ اس کی مثال یا زید، یا رجل ہے علامتِ رفع الف نون مکسورہ جیسے یا زیدانِ۔ علامتِ رفع واؤ جیسے یا زیدون۔

منادیٰ مجرور ہوتا ہے۔ جب لام استغاثہ داخل ہو۔ جیسے یا لزید۔ لیکن اگر اس کے آخر میں الف استغاثہ کا اضافہ کر دیا جائے تو مفتوح ہوتا ہے۔ جیسے یا زیداہ۔ منادیٰ کو نصب دیا جاتا ہے اگر مضاف ہو۔ جیسے یا عبد اللّٰہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً۔ مشابہ مضاف وہ اسم ہے جس کے معنیٰ دوسرے کے ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئیں اور نہ تام ہو۔ یا معمول ہو جیسے یا طالعاً جبلاً۔ یا منادیٰ اول اسم پر معطوف ہو اس طور پر کہ دونوں اسم ایک ہی چیز بن گئے ہوں۔ جیسے یا زیداً وعمراً۔ اس موقع کے لئے ہے جب کسی کو ان دونوں کے موجود ہونے کا علم ہو۔

وَاعلم انَّ یا من حروف الند اء قد تستعمل فی المندوب ایضًا وھو المتفجع علیہ بیا او وا کما یقال یا زیداہ و وازیداہ فوا مختصۃٌ بالمندوب و یا مشترکۃ بین الند اء والمندوب وحکمہ فی الاعراب والبناءِ مثلُ حکم المنادیٰ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) یجوز ترخیم المنادیٰ۔ ترخیم لغت میں نرم کرنا، کلام کو آسان کر لینا اور اصطلاح میں وہی ہے جو آگے مصنف بیان کریں گے۔ ترخیم منادیٰ تخفیف کے پیش نظر منادیٰ سے آخری حرف کو حذف کر دینا۔ جیسے مالک میں یا مال وغیرہ۔ مصنف نے اس جگہ ترخیم کی تین مثالیں ذکر فرمائی ہیں۔ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جب منادیٰ اسم مرکب نہ ہو تو اس کے آخر سے ایک حرف کو حذف کر دینا جائز ہے۔ یہ اس موقع پر ہوتا ہے جب اسم کے آخر میں دو حرف زائد ہوں۔ مگر ایک زیادتی کے حکم میں ہو۔ نیز وہ صیح کا صیغہ نہ ہو جس سے پہلے حرف مدہ ہو۔ جیسے مالک، منادیٰ کے دو حروف ترخیم کے وقت حذف کر دیئے جاتے ہیں جبکہ اگر مذکورہ دونوں اقسام میں سے کوئی ایک قسم ہو جیسے یا منصور یا عثمان سے یا منص اور یا عثم

قولہٗ بالضم۔ منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ ہوتا ہے۔ گویا مفرد معرفہ بعینہٖ موجود ہے۔ آخر سے کوئی حرف حذف نہیں کیا گیا۔ نیز منادیٰ مرخم کے آخر میں اس کی اصلی حرکت باقی رکھی جاتی ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ المحذوف کالمذکور۔ اس لئے یا حارث میں ترخیم کے بعد یا حارِ اور یا حارُ دونوں جائز ہیں۔

ترجمہ اور جان تو کہ بیشک یا حروفِ ندا میں سے کبھی کبھی مندوب پر بھی استعمال کر لیا جاتا ہے اور مندوب وہ ہے جس کی وجہ سے رنج کیا جائے یا کے ذریعہ یا واؤ کے ذریعہ جیسے یا زیداہ وازیداہ۔ پس واؤ مندوب ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اور حرف یا مندوب و ندا دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ اسکا حکم معرب و مبنی ہونے میں منادیٰ کے حکم کی طرح ہے۔

تشریح حروف ندا چار ہیں۔ جن کو اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔ مصنف نے اس جگہ یاء کا دوسرا استعمال ذکر فرمایا ہے کہ یاء حرف ندا کا استعمال کبھی کبھی مندوب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور مندوب وہ شخص ہے جس پر رنج و غم کا اظہار کیا جائے اور مرنے پر اس پر رویا جائے یا کسی مصیبت کے وقت زندہ پر حسرت و مصیبت کا اظہار کیا جائے یا اور وا کے ذریعہ جیسے یا زیداہ اور وازیداہ۔ مگر لفظ وا صرف مرنے والے پر بولا جائے گا اور یا دونوں مشترک ہے۔ مندوب معرب ہے یا مبنی اور اعراب ضمہ ہو گا یا فتحہ وغیرہ تو اسکا اعراب وہی ہے جو منادیٰ کا آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

فصل المفعول فیہ ھو اسم ما وقع فعل الفاعل فیہ من الزمان والمکان ویسمّٰی ظرفًا وظروف الزمان علیٰ قسمین مبھم وھو ما لا یکون لہٗ حدٌّ معین کدھرٍ وحین ومحدود وھو ما یکون لہٗ حدٌّ معیّنٌ کیومٍ ولیلۃٍ وشھرٍ وسنۃٍ وکلّھا منصوبٌ بتقدیر فی تقول صُمتُ دھرًا وسافرتُ شھرًا ای فی دھرٍ وشھرٍ وظروف المکان کذالک مُبھَمٌ وھو منصوب ایضًا بتقدیر فی نحو جلستُ خلفک وامامک ومحدودٌ وھو ما لا یکونُ منصوبًا بتقدیر فی بل لابد من ذکر فی فیہ نحو جلستُ فی الدار وفی السوق وفی المسجد ۔

ترجمہ منصوبات میں سے تیسرا مفعول فیہ ہے اور مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل کا فاعل واقع ہو۔ زمان و مکان میں سے اور نام رکھا جاتا ہے ظرف ۔ اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں ۔ اول ان دونوں میں مبہم ہے ۔ اور مبہم وہ اسم ظرف ہے جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو۔ جیسے دہر (زمانہ) اور حین (وقت) دوم محدود ہے ۔ محدود وہ اسم ظرف ہے جس کی کوئی حد متعین ہو۔ جیسے یوم (دن) لیلۃ (رات) شہر (مہینہ) سنۃ (سال، برس) ہر ایک ان میں سے منصوبات ہوتا ہے فی کی تقدیر کے ساتھ۔ جیسے تو کہے صُمتُ دہراً میں نے زمانے میں روزہ رکھا۔ سافرت شہراً میں نے مہینے میں سفر کیا۔ یعنی فی دہر اور فی شہر اصل میں تھے (فی حرف جر کو حذف کر دیا گیا دہراً و شہراً ہو گیا) اور ظروف مکان بھی اسی طرح مبہم ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی منصوب ہوتا ہے فی کی تقدیر کے ساتھ جیسے جلست خلفک میں تیرے پیچھے بیٹھا۔ و امامک میں تیرے سامنے بیٹھا۔ دوسری قسم ظروف مکان کی محدود ہے اور محدود وہ اسم ظرف ہے جو فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب نہ ہو بلکہ اس میں فی کا ذکر ضروری ہو ۔ جیسے جلستُ فی الدار (میں گھر میں بیٹھا) و فی السوق (میں بازار میں بیٹھا) و فی المسجد (اور میں مسجد میں بیٹھا)

تشریح منصوبات کی تیسری فصل مفعول فیہ کے بیان میں ہے ۔ مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو ؛ خواہ زمان ہو یا مکان اور اسکا نام ظرف ہے ۔ ظرف زمان کی دو قسم ہیں۔ اول مبہم وہ اسماء ظروف جن میں کوئی حد متعین نہ ہو ۔ جیسے زمانہ، وقت، دوسری قسم محدود ہے، وہ اسم ظرف جس کی کوئی حد و نہایت متعین ہو۔ جیسے یوم (صبح سے شام تک کو کہا جاتا ہے ۔ لیلۃ، رات، بعد غروب تا طلوع صبح صادق کا نام ہے ۔ شہر مہینہ ۲۹، ۳۰ دن کا یا ۳۰، ۳۱ دن کا ہوتا ہے ۔ سنۃ سال، بارہ ماہ پر مشتمل ہوتا ہے ۔ ان میں سے ہر ایک کی حد متعین ہے ۔ ۲۴ گھنٹے کا دن رات (یوم) نہار ۱۲ گھنٹہ کی رات ۔ ا گھنٹے کی کم و بیش اور گھنٹہ ۶۰ منٹ کا ۔ منٹ ۶۰ سیکنڈ کا ۔ ظاہر ہے کہ سب میں وقت محدود و متعین ہے ۔

ما وقع فعل الفاعل فیہ ۔ اس جگہ فعل سے لغوی فعل یعنی کام مراد ہے ۔ کلھا منصوب ۔ ظرف زمان تمام کے

فصل المفعول لہ ھواسم ما لاجلہ یقع الفعل المذکور قبلہ و ینصب بتقدیر اللام نحو ضربتہ تادیباً ای للتادیب وقعدت عن الحرب جبناً ای للجبن وعند الزجاج ھو مصدر تقدیرہ ادبتہ تادیباً وجبنت جبناً۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تمام جن کا اوپر ذکر آیا سب کے سب فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں۔ کسی فارسی شاعر نے کہا ہے ؎ ظرف زمان مبہم و محدود دان بقابل نصب اند بتقدیر فی۔ لیک مکانے کہ معین بود ؛ نیست درچارہ ز تحریر فی۔ یعنی فی محذوف مان کر اسم ظرف زمان کو نصب دیا جاتا ہے۔ جیسے صمتُ دہراً اصل میں صمتُ فی دہر تھا۔

قولہٗ ظرف مکان۔ بعض نے کہا ہے کہ ظرف مکان کے مبہم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ نکرہ ہوتے ہیں مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ جلست خلفک وامامک فی کی تقدیر کے ساتھ ظرف ہیں مگر نکرہ نہیں ہیں۔ بعض نحویوں نے یہ کہا کہ مکان مبہم کا مطلب ہے مکان جس کی حد مقرر نہ ہو جیسا کہ ظرف زمان میں آپ نے پڑھا ہے اور یہی قول درست ہے۔ جلست خلفک میں جانب لپشت سے جہاں تک زمین کی حدود ہیں سب داخل ہیں۔ یہ مکان مبہم کی مثال ہے۔

وہو منصوب۔ ظرف خواہ زمان ہو یا مکان، اور مبہم ہو یا محدود تمام ظرف فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ظرف زمان مبہم فعل کا جزو ہے۔ لہٰذا اس کو نصب بلا واسطہ ہوگا جیسے مصدر میں نصب ہوتا ہے اور ظرف زمان محدود چونکہ زمان مبہم کے ساتھ شریک ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی نصب دیا جاتا ہے ظرف مکان مبہم ظرف زمان کے ساتھ ابہام میں شریک ہے اس لئے منصوب ہوتا ہے۔ باقی رہا ظرف مکان محدود تو اس کو بھی زمان مبہم پر حمل کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ ذات و وصف کا مختلف ہونا زمان مبہم میں ممکن نہیں ہے وغیرہ۔

ترجمہ چوتھی فصل مفعول لہٗ ہے۔ مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے وہ فعل جو اس اسم سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ واقع ہوا ہو۔ اور وہ (مفعول لہٗ) لام کی تقدیر کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے ضربتہ تادیباً۔ میں نے اس کو ادب سکھانے کے لئے مارا یعنی تادیب کے لئے اور بیٹھ رہا میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے یعنی جبن کی وجہ سے اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اس کی اصل ادبتہ تادیباً اور جبنت جبناً ہے۔

تشریح منصوبات میں سے چوتھی فصل میں مفعول لہٗ کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کی تعریف مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جو اس اسم سے پہلے مذکور ہے اور اس مفعول کو لام کی تقدیر کے ساتھ نصب دیا جاتا ہے۔ قعدت عن الحرب جبناً میں جبناً مفعول لہٗ ہے اصل للجبن تھا۔ لام حذف کر دیا اور جبن کو منصوب کر دیا جبناً ہو گیا۔ اور قعود کا فعل اسی جبن کے سبب سے واقع ہوا ہے۔

فصل المفعول معه هو ما يذكر بعد الواو بمعنى مع لمصاحبة معمول الفعل نحو جاء البرد والجبات وجئتُ انا وزيدًا اى مع الجبات ومع زيد فان كان الفعل لفظًا وجاز العطف يجوز فيه الوجهان النصب والرفع نحو جئتُ انا وزيدًا وزيدٌ وان لم يجز العطف تعين النصب نحو جئتُ وزيدًا وان كان الفعل معنىً وجاز العطف تعيّن العطف نحو ما لزيد وعمرٍو وان لم يجز العطف تعين النصب نحو مالك وزيدًا وما شانك وعمرًا لان المعنى ما تصنع

(بقیہ صفحہ گزشتہ) یعنی بزدلی کی وجہ سے لڑائی سے بیٹھا رہا۔ سوال:۔ ماتن اس موقع پر اگر مثال یہ دیتے تو اچھا تھا حاربتہ' شجاعۃً بہادری کی وجہ سے میں نے اس سے لڑائی کی۔ جواب: آگے مصنف نے زجاج کا مذہب ذکر کیا ہے۔ اس مثال سے مذہب زجاج کی توہین مقصود ہے۔ میں گہری نظر صرف کرنے سے مفعول لہ' کے بارہ میں بزدلی کی وجہ سے بیٹھا رہا اور ظاہری دلیل پر کفایت کر لیا ہے اور اگر زجاج کوئی بہادر نحوی ہوتے تو میں یہ مثال نہ ذکر کرتا۔

قولہ' عندالزجاج، زجاج کا مذہب اس وجہ سے مردود ہوا کیونکہ عرب والے اس مفعول کو لا کر علت کے معنیٰ لیتے ہیں مگر زجاج کے طریق سے علت کے معنیٰ مفہوم نہیں ہوتے۔ وہو مصدر یعنی مفعول لہ' درحقیقت مصدر ہوتا ہے اور نوع بیان کرنے کے لئے آتا ہے فعل کے الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے جس پر تادیباً وجبناً دلالت کرتے ہیں کیونکہ جبناً قعدتُ کا اور تادیباً ضربت کا مفعول ہے۔ فعل اور مفعول دونوں کے الفاظ ایک دوسرے سے مغایر ہیں۔

ترجمہ پانچویں فصل مفعول معہ' کے بیان میں ہے۔ مفعول معہ' وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد ذکر کیا جائے جو کہ مع کے معنیٰ میں ہو اور فعل کے معنیٰ کے مصاحبت کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے جاء البرد والجبات (سردی چادر وجبہ کے ساتھ آئی) اور جئتُ انا وزیداً۔ میں آیا اور ساتھ میں زید بھی۔ ان مثالوں کی اصل مع الجبات اور مع زید ہے۔ پس اگر فعل لفظوں میں مذکور ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہے نصب اور رفع۔ جیسے جئت انا وزیداً وزیدٌ (آیا میں اور زید) اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے جئت وزیداً اور اگر فعل معنیٰ ہو (لفظوں میں مذکور نہ ہو) اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مالزید وعمرٍ و اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے مالک وزیداً وما شانک وعمراً۔ اس عبارت کے معنیٰ ہیں تو کیا کرتا ہے۔

تشریح مفعول معہ'۔ منصوبات میں سے پانچویں نوع مفعول معہ' ہے۔ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد ذکر کیا جائے اور واؤ مع کے معنیٰ میں ہو، فعل کے معمول کے مصاحب ہونے کے معنیٰ دینے کے لیے۔ جیسے جاء البرد والجبات' سردی جبوں کے ساتھ آئی۔ اس مثال میں واؤ مع کے معنیٰ میں ہے جاءت فعل کا معمول البرد ہے اس کے ساتھ جبات کو مجیئت میں شریک کیا گیا ہے۔ دوسری مثال جئتُ انا وزیداً۔ اس

فصل الحال لفظ یدل علی بیان ھیأۃ الفاعل او المفعول بہ او کلیھما نحو جاء نی زید راکباً وضربت زیداً مشدوداً ولقیت عمراً راکبین وقد یکون الفاعل معنویاً نحو زیدٌ فی الدار قائماً لان معناہ زید استقر فی الدار قائماً وکذا المفعول بہ نحو ھذا زیدٌ قائماً فان معناہ المشار الیہ قائماً ھو زید والعامل فی الحال فعلٌ او معنی فعل والحال نکرۃٌ ابداً وذوالحال معرفۃٌ غالباً کما رأیت فی الامثلۃ المذکورۃ فان کان ذوالحال نکرۃً یجب تقدیم الحال علیہ نحو جاء نی راکباً رجلٌ لئلا تلتبس بالصفۃ فی حالۃ النصب فی مثل قولک رأیتُ رجلاً راکباً وقد تکون الحالُ جملۃً خبریۃً نحو جاء نی زیدٌ وغلامہ راکبٌ او یرکب غلامہ ومثال ما کان عاملھا معنی الفعل نحو ھذا زیدٌ قائماً معناہ اُنبّہُ واُشیرُ وقد یُحذف العاملُ لقیام قرینۃٍ کما تقول للمسافرِ سالماً غانماً ای ترجع سالماً غانماً

مثال میں واؤ مع کے معنیٰ میں ہے۔ عبارت اس طرح ہے جئتُ انا مع زید۔ آنے میں انا کے ساتھ زید بھی شریک ہے۔

فان کان الفعل لفظاً، مفعول معہ کو رفع و نصب دونوں جائز ہیں۔ اگر فعل لفظوں میں موجود ہو اور عطف اس پر جائز ہو تو دونوں وجہیں جائز ہیں۔ نصب اور رفع جیسے جئت انا و زیدًا اور زیدٌ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے جئتُ و زیدًا۔ مصاحبت کے معنیٰ یہ ہیں مفعول معہ فعل کے معمول کے ساتھ شریک ہے۔ وقت واحد میں مثلاً سرتُ و زیدًا کے معنیٰ یہ ہیں کہ متکلم اور زید دونوں سفر میں وقت واحد میں شریک ہیں۔ اور اگر واؤ کے معنیٰ مع کے نہ لئے جائیں تو سرت و زیدًا کے معنیٰ ہوں گے کہ متکلم اور زید سفر میں شریک ہیں دونوں کا سفر ایک ساتھ ایک وقت میں ہوا۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ وان کان الفعل معنیً جاز العطف۔ اگر فعل معنیً ہو لفظوں میں موجود نہ ہو اور عطف جائز ہو تو اس صورت میں واؤ صرف عطف کے واسطے سے متعین ہے جیسے مالزید و عمرو اور اگر فعل مذکور نہ ہو اور عطف بھی جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے مالک و زیدًا۔

ترجمہ ساتواں حال ہے۔ اور حال وہ لفظ ہے جو دلالت کرے فاعل کی ہیئت پر یا مفعول بہ کی ہیئت پر یا دونوں کی (ایک ساتھ) جیسے جاءنی زیدٌ راکباً آیا میرے پاس زید اس حالت میں کہ وہ سوار تھا اور ضربتُ زیداً مشدوداً، مارا میں نے زید کو اس حالت میں کہ وہ بندھا ہوا تھا۔ اور لقیت عمرًا راکبین ملاقات کی میں نے عمر سے درانحالیکہ ہم دونوں سوار تھے۔ اور کبھی کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زیدٌ فی الدار قائماً کیونکہ اس جملے کے معنیٰ ہیں زید مستقر ہے (ٹھہرا ہوا ہے) گھر میں اس حال میں کہ وہ قائم ہے۔ اسی طرح مفعول بہ بھی ہے جیسے ھذا زید قائماً اس جملے کے معنیٰ ہیں مشار الیہ کھڑا ہونے والا وہ زید ہے اور عامل حال میں فعل ہوتا ہے یا معنیٰ فعل ہوتا ہے۔ اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال غالباً (زیادہ تر) معرفہ ہوتا ہے جیسے تم نے مذکورہ بالا

مثالوں میں ملاحظہ کرلیا ہے۔ پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اس پر حال کی تقدیم واجب ہے جیسے جاءنی راکبًا رجل۔ میرے پاس آیا سوار ہو کر مرد۔ تاکہ حال کا صفت کے ساتھ التباس نہ ہو، نصب کی حالت میں ان جیسی مثالوں میں۔ جیسے رأیت رجلاً راکبًا۔ اس مثال میں راکبًا رجلاً کی صفت ہے اور کبھی کبھی حال جملہ خبریہ واقع ہوتا ہے جیسے جاءنی زید و غلامہ راکب یا یرکب غلامہ اور مثال اس حال کی جس میں عامل معنیٰ فعل ہو جیسے ہٰذا زید قائمًا۔ اس قول کے معنیٰ اشیر اور انبّہ کے ہیں (میں اشارہ کرتا ہوں اور میں آگاہ کرتا ہوں) اور کبھی کبھی حال کا عامل حذف کردیا جاتا ہے قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے جیسے تم کسی مسافر سے کہو سالمًا غانمًا۔ تم سلامتی کے ساتھ کامیاب ہو کر واپس آؤ۔

تشریح چونکہ حال کے لیے نصب لازم ہے اور فعل کے قریب تر ہوتا ہے اس لئے حال کے بیان کو تمیز پر مقدم کیا گیا ہے۔ منصوبات کی ساتویں قسم حال ہے اور حال کو مصنف نے اسم نہیں کہا جیسا کہ اوپر ہر ایک کو اسم کہا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ حال جس طرح اسم ہوتا ہے جملہ بھی حال ہوا کرتا ہے اس لئے مصنف نے لفظ کہا تاکہ اسم اور جملہ دونوں کو عام ہو جائے' قولہ' ھیئۃ الفاعل یعنی حال وہ لفظ ہے جو فاعل کی ہیئت پر دلالت کرے۔ ہیئت کی قید سے تمیز خارج ہو گیا۔ اس لئے کہ تمیز جس وقت ذات سے فعل کا صدور ہوتا ہے اس وقت ذات کو بیان کرتی ہے اور تمیز صدور فعل کے وقت ذات کی صفت کو بھی بیان کرتی ہے کیونکہ وہ ذات سے مطلقًا منعوت کو بیان کرتی ہے اور ذات کی ہیئت خواہ باعتبار تحقیق اور واقع کے ہو تو وہ حال محقق ہے۔ یا باعتبار تقدیر اور فرض کی ہیئات کو بیان کرے تو وہ حال مقدرہ کہلاتا ہے جیسے فادخلوہا خالدین جنت میں پہنچنے کے بعد دخول دائمی ہو گا تو خالدین مقدر ہے دخول پر۔

ہیأۃ الفاعل والمفعول بہ۔ فاعل و مفعول خواہ حقیقی ہوں یا حکمی ہوں لہٰذا اس قید کی بناء پر اب اعتراض وارد نہ ہو گا کہ جئت انا و زیدًا راکبین اور ضربت الضرب شدیدًا۔ اس لئے کہ اول مثال میں راکبین حال ہے زید کا بھی اس لئے کہ واؤ عاطفہ کے ذریعہ فاعل کے ساتھ شریک ہو گیا ہے اور حکمًا حال بن گیا ہے اور دوسری مثال میں ضربت کے معنیٰ احدثت الضرب کے ہیں اس لئے وہ مفعول بہ حکمًا بن گیا ہے۔

مفعول بہ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کیونکہ دوسرے مفاعیل مفعول بہ کے علاوہ حال پر دلالت نہیں کرتے والعامل فی الحال۔ حال میں عمل کرنے والا فعل ہوتا ہے جو اس کو (حال کو) نصب دیتا ہے یا پھر معنیٰ فعل اس میں عامل ہوتا ہے۔ معنیٰ فعل سے مراد اسم فاعل' اسم مفعول' صفت مشبہ' افعل التفضیل اور مصدر' جار مجرور اور اسماء افعال اور وہ چیز جس سے فعل کے معنیٰ اخذ کئے جا سکتے ہوں۔ جیسے حرف ندا' حرف تنبیہ' اسماء اشارہ' حرف تمنی' حرف ترجی وغیرہ۔

والحال نکرۃ۔ حال صورۃً بھی نکرہ ہوتا ہے جیسے اخذت المال کلًّا اور معنیً بھی نکرہ ہوتا ہے جیسے مررت بہ وحدہٗ وطلبتہ جہدک' وذوالحال معرفۃً غالبًا۔ اور ذوالحال اکثر و بیشتر معرفہ ہوتا ہے کیونکہ معنیٰ کے اعتبار

فصل التمييز هو نكرة تذكر بعد مقدارٍ من عددٍ او كيلٍ او وزنٍ او مساحةٍ او غير ذلك مما فيه ابهام ترفع ذلك الابهام نحو عندي عشرون درهماً و قفيزان برّاً و منوان سمناً و جريبان قطناً و على التمرة مثلها زبداً و قد يكون عن غير مقدار نحو هذا خاتم حديداً و سوار ذهباً و فيه الخفض اكثر و قد يقع بعد الجملة لرفع الابهام عن نسبتها نحو طاب زيد نفساً او علماً او اباً ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سے ذوالحال محکوم علیہ ہوتا ہے ۔ لہٰذا اصل یہ ہے کہ مبتدا کی طرح یہ بھی معرفہ ہو ۔

فان کان ذوالحال نکرۃ ۔ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اس پر حال کو مقدم کرنا واجب ہے ۔ جیسے جاءنی راکبًا رجلٌ (راکبًا حال اور رجل ذوالحال) مگر حال کی تقدیم جب کہ وہ نکرہ ہو، اس وقت ہے جب حال مفرد واقع ہو جیسے کہ مذکورہ مثال میں ۔ لیکن اگر حال جملہ واقع ہو تو اس صورت میں ذوالحال پر تقدیم واجب نہیں ہے جیسے جاءنی رجل وعلیٰ کتفہٖ سیفٌ' میرے پاس مرد آیا اس حال میں کہ اس کے کندھے پر تلوار تھی ۔

"وقد تکون الحال جملۃ" حال کبھی جملہ واقع ہوتا ہے کیونکہ حال ایک قسم کا حکم ہے اور حکم مفرد اور جملہ دونوں ہو سکتا ہے ۔ مثال ما کان عاملہا' اصل تو یہ ہے کہ حال میں عامل فعل ہو مگر کبھی کبھی معنیٔ فعل بھی عامل بن جاتا ہے جیسے ہٰذا زید قائمًا' تو اس جملے کے معنی ہیں اُنبہ زید قائمًا و اُشیر زید قائمًا کے ہیں یعنی جملے میں ہٰذا ذکر کیا گیا ہے مگر اس سے مراد اُشیر اور اُنبہ کے ہیں ۔ یعنی تنبیہ اور اشارہ دونوں فعلیت کے معنیٰ دینے میں مستقل ہیں ۔ لہٰذا مذکورہ مثال میں قائمًا حال واقع ہے ۔ اور ہٰذا اس میں عامل ہے جو اُشیر فعل واحد متکلم کے معنیٰ میں ہے ۔ وقد یحذف العامل اور کبھی حال کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ قرینہ موجود ہو، یعنی حال کا عامل فعل ہو یا مشابہ فعل یا معنیٔ فعل تینوں کو قرینہ پائے جانے کی صورت میں حذف کر دینا جائز ہے ۔ اس لئے مصنف نے قد یحذف العامل کہا ہے ۔ قد یحذف الفعل نہیں کہا ۔ مثلاً الہلال طالعًا اصل میں ہٰذا الہلال طالعًا تھا ۔ ہٰذا جو کہ معنیٔ فعل ہے اس کو حذف کر دیا گیا ہے ۔ قرینہ کبھی حالیہ ہوتا ہے اور کبھی مقالیہ ہوتا ہے حالیہ کی مثال اوپر آپ نے پڑھ لی ہے اور قرینہ مقالیہ کی مثال ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ' بلیٰ قادرین یعنی نجمعہا قادرین ہے ۔

ترجمہ اور ساتواں تمیز ہے اور تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جاتا ہے مقدار عدد سے ہو یا کیل سے یا وزن سے یا مساحت سے یا ان کے علاوہ سے ہو جس میں ابہام پایا جاتا ہو ۔ تمیز اس کے ابہام کو دور کرتا ہے جیسے عندی عشرون درہمًا و قفیزان برًّا ۔ میرے پاس بیس درہم ہیں اور دو قفیز گیہوں ہے منوان سمنًا دو سیر گھی ہے اور دو جریب روئی ہے اور کھجور پر اسی جیسا مسکہ ہے اور تمیز کبھی بغیر مقدار کے بھی ہوتی ہے جیسے ہٰذا خاتم حدیدًا یہ انگوٹھی لوہے کی ہے ۔ یہ کنگن سونے کے ہیں اور اس میں اکثر کسرہ آتا ہے اور تمیز کبھی جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے رفع ابہام کے لئے جملہ کی نسبت سے جیسے طاب زید نفسًا (زید خوش ہوا

فصل المستثنیٰ لفظ یذکر بعد الا واخواتہا لیعلم انہ لا ینسب الیہ ما نسب الیٰ ما قبلہا وھو علیٰ قسمین متصل وھو ما اخرج عن متعدد بالا واخواتہا نحو جاء نی القوم الا زیدًا ومنقطع وھو المذکور بعد الا واخواتہا غیر مخرج عن متعدد لعدم دخولہ فی المستثنیٰ منہ نحو جاء نی القوم الا حمارًا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اپنے نفس کے لحاظ سے یا علم کے اعتبار سے یا باپ کے اعتبار سے۔

تشریح منصوبات میں سے ساتویں نوع تمیز ہے۔ یہ اپنے ممیز کی تفسیر کرتا اور اس کو بیان کرتا ہے اور اکثر تمیز منصوب ہوتا ہے مگر کبھی کبھی مکسور بھی۔ مگر اصل چونکہ نصب ہے اس لیے اس کو منصوبات میں بیان کیا گیا ہے۔

ہو نکرۃ۔ تمیز نکرہ ہوتی ہے یہ کبھی معرفہ نہیں ہوتی یہ بصریین کا مذہب ہے۔ اس لئے کہ تمیز سے مقصود رفع ابہام ہوتا ہے اور وہ نکرہ سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی اصل بھی ہے۔ لہٰذا اگر تمیز معرفہ ہوگی تو تعریف ضائع ہو جائے گی مگر کوفیوں کے نزدیک معرفہ تمیز بن سکتی ہے جیسے سَفِہَ نفسَہٗ۔ کوفیوں نے اسی مثال سے استدلال کیا ہے۔

قولہ مافیہ ابہام۔ تمیز اسم نکرہ ہوتی ہے جو کسی مقدار کے بعد ذکر کی جاتی ہے مقدار خواہ عدد ہو یا کیل یا مساحت ہو یا اس کے علاوہ مثلاً مقیاس جیسے ما فی السّمآء قدر راحۃ سحابًا اور ابہام کو دور کرتی ہے یعنی مقدار میں جو ابہام پایا جاتا ہے تمیز اس ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے عندی عشرون درہمًا میرے پاس بیس درہم ہیں وغیرہ۔ قولہ وقد یکون من غیر مقدار۔ تمیز کبھی مقدار کے علاوہ بھی ہوتی ہے یعنی تمیز کو علاوہ مقدار کے دوسری چیز میں جو ابہام ہوتا ہے اس ابہام کو بھی دور کرتی ہے جیسے ہٰذا خاتم حدیدًا، خاتم باعتبار جنس کے مبہم ہے۔ انگوٹھی سونے چاندی پیتل لوہا وغیرہ میں مبہم تھی، حدیدًا نے اس ابہام کو دور کر دیا ہے۔

وفیہ الخفض اکثر۔ یعنی تمیز جب مقدار کے علاوہ سے ابہام کو دور کرے گی۔ تو نصب کے بجائے زیادہ تر اس تمیز کو اضافت کی وجہ سے کسرہ آئے گا جیسے ہٰذا خاتم فضۃٍ وقد یقع بعد الجملۃ۔ ابہام کو دور کرنے کے لیے تمیز کبھی جملہ کے بعد بھی ذکر کی جاتی ہے۔ جملہ کی نسبت میں جو ابہام پایا جاتا ہے تمیز اس نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے طاب زید نفسًا، زید خوش ہوا لیکن کیوں خوش ہوا نفسًا نے اس ابہام کو دور کر دیا۔ اپنے آپ خود بخود خوش ہوا یا بسبب علم کے خوش ہوا۔ یا بسبب والد کے اس کو خوشی ہوئی۔

ترجمہ آٹھویں فصل مستثنیٰ ہے۔ مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو الّا اور اس کے اخوات کے بعد ذکر کیا گیا ہو تاکہ جان لیا جائے کہ اس کی جانب وہ چیز منسوب نہیں ہے جو اس کے ماقبل کی جانب منسوب کی گئی ہے اور وہ دو قسم پر ہے۔ اول متصل ہے، متصل وہ مستثنیٰ ہے جو متعدد سے خارج کیا گیا ہو الّا اور اس

واعلم اَنَّ اعرابَ المستثنیٰ علیٰ اربعۃ اقسامٍ فان کان متصلاً وقع بعد اِلّاَ فی کلامٍ موجبٍ او منقطعاً کما مرّ اومقدّماً علی المستثنیٰ منہ نحوما جاءنی الّا زیداً احدٌ اوکان بعد خلا وعدا عند الاکثر اوبعد ماخلا وماعدا ولیس ولایکون نحوجاءنی القوم خلا زیداً الخ کان منصوباً وان کان بعد الّا فی کلامٍ غیر موجبٍ وھوکل کلام یکون فیہ نفیٌ ونھیٌ واستفھام والمستثنیٰ منہ مذکور یجوز فیہ الوجھان النصب والبدل عمّا قبلھا نحو ما جاءنی احدٌ الّا زیداً والا زیدٌ وان کان مفرغاً بان یکون بعد الّا فی کلامٍ غیر موجبٍ والمستثنیٰ منہ غیر مذکورٍ کان اعرابہ بحسب العوامل تقولُ ما جاءنی الّا زیدٌ وما رأیتُ الّا زیداً وما مررتُ الّا بزیدٍ وان کان بعد غیر وسویٰ وسواء وحاشا عند الاکثر کان مجروراً نحوجاءنی القومُ غیرزیدٍ وسویٰ زیدٍ وسواءزیدٍ وحاشا زیدٍ۔

کے اخوات کے ذریعہ جاء نی القوم الازیداً۔ دوسری قسم منقطع ہے اور منقطع وہ مستثنیٰ ہے جو الّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو مگر متعدد سے خارج نہ کیا گیا ہو۔ اس کے داخل نہ ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں۔ جیسے جاءنی القوم الا حماراً۔

تشریح بحث مستثنیٰ تعریف مستثنیٰ وہ اسم ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو حکم اس کے ماقبل کی جانب منسوب ہے اسکی طرف منسوب نہیں ہے

اقسام مستثنیٰ۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول مستثنیٰ متصل۔ دوم مستثنیٰ منقطع۔ متصل وہ مستثنیٰ ہے جس کو الا و اخوات کے ذریعہ متعدد سے خارج کیا گیا ہو۔ جیسے جاءنی القوم الازیداً۔ قوم ایک جماعت ہے جس میں بہت سے انسان کے افراد شامل ہیں ان میں سے ایک فرد زید بھی ہے۔ کلام میں الازید کہہ کر بتایا گیا ہے کہ قوم کی جانب جو حکم دیا گیا ہے یعنی مجیئت کا، زید اس حکم سے خارج ہے۔

دوسری قسم مستثنیٰ منقطع ہے۔ منقطع وہ مستثنیٰ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو مگر ماقبل سے اس کو خارج نہ کیا گیا ہو۔ خارج نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ماقبل میں شامل ہی نہ تھا، تو خارج کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ جیسے جاءنی القوم الا حماراً۔ الّا کے ذریعہ حمار کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ مگر حمار الّا کے ماقبل یعنی قوم میں شامل نہیں تھا۔

الّا اور اس کے اخوات یہ ہیں۔ خلا، لیس، لایکون، غیر، سواء اور چونکہ مستثنیٰ میں اصل متصل ہی ہے اس لئے اس کو مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ عن متعدد مستثنیٰ اس بات کا قرینہ ہوتا ہے کہ کلام میں مذکورہ تمام افراد مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض اس سے خارج بھی ہیں۔ مصنفؒ مستثنیٰ کا اعراب آئندہ ذکر کریں گے۔

ترجمہ جان تو کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے۔ پس اگر مستثنیٰ متصل ہو الّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یا مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے ماجاءنی الّا زیدًا احدٌ نہیں آیا میرے پاس کوئی مگر زید۔ یا مستثنیٰ خلا و عدا کے بعد واقع ہو اکثر کے نزدیک یا ماخلا، ماعدا، لیس اور لایکون کے بعد واقع ہو جیسے جاءنی القوم خلا زیدًا وغیرہ تو مستثنیٰ منصوب ہوگا اور اگر مستثنیٰ الّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور وہ (کلام غیر موجب ان کی اصطلاح میں) ہر وہ کلام ہے جس میں نفی اور نہی اور استفہام ہو (یعنی ان تینوں میں سے کوئی ہو تو وہ کلام غیر موجب کہلاتا ہے) اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو جائز ہیں اس میں دونوں وجہیں۔ نصب اور اپنے ماقبل سے بدل۔ جیسے ماجاءنی احدٌ الّا زیدًا اور الّا زیدٌ۔ اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو بایں صورت کے الّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اسکا اعراب عوامل کے مطابق ہوگا۔ جیسے تو کہے ماجاءنی الّا زیدٌ اور مارایتُ الّا زیدًا اور مامررتُ الّا بزیدٍ اور اگر مستثنیٰ غیر اور سویٰ، سواء، حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر کے نزدیک وہ مجرور ہوگا۔ جیسے جاءنی القوم غیرِ زیدٍ اور سویٰ زیدٍ، سواءِ زیدٍ اور حاشا زیدٍ۔

تشریح مستثنیٰ کی تعریف اور اس کی قسمیں اور مثالیں بیان کرنے کے بعد مصنفؒ نے یہاں اس کا اعراب ذکر کیا ہے۔ تو فرمایا مستثنیٰ اعراب کے اعتبار سے چار قسم پر ہے۔ مستثنیٰ منصوب ہوگا (۱) مستثنیٰ متصل ہو (۲) الّا کے بعد واقع ہو (۳) کلام موجب میں ہو (۴) یا مستثنیٰ منقطع ہو۔ (۵) مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاءنی الّا زیدًا احدٌ۔ زیدًا مستثنیٰ مقدم ہے احدٌ مستثنیٰ منہ مؤخر ہے (۶) یا مستثنیٰ خلا، عدا کے بعد واقع ہو مگر خلا و عدا کے بعد مستثنیٰ کا یہ حکم اکثر علماءِ نحو کے نزدیک ہے۔ (۷) یا ماخلا، ماعدا، لیس اور لایکون کے بعد واقع ہو۔ جاءنی القوم خلا زیدًا، عدا زیدًا، ماخلا زیدًا، ماعدا زیدًا، لیس زیدًا، لایکون زیدًا۔ مذکورہ تمام صورتوں میں مستثنیٰ منصوب ہوگا۔ اور یہ حکم وجوبی ہے یعنی ان صورتوں میں مستثنیٰ کو نصب پڑھنا واجب ہے۔ مذکورہ صورتوں میں سے جو پہلی تین صورتیں ہیں ان میں نصب کے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام میں زائد اور فضلہ ہے۔ اسی طرح جس طرح کہ کلام میں مفعول بہ فضلہ ہوتا ہے۔ گویا یہ مفعول بہ کے ساتھ فضلہ ہونے میں مشابہ ہیں۔ اسی طرح خلا و عدا کے بعد مستثنیٰ کے نصب پڑھنے کی وجہ، اول تو اکثر علماء کے نزدیک ہے۔ اجماعی قول نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وجہ یہ ہے کہ مفعول بہ کے دونوں فعل کلام میں مذکور ہیں۔ اور مفعول بہ کا نصب واجب ہے۔ اسی طرح ماخلا و ماعدا کے مدخول کے نصب پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں ما مصدریہ ہے اور ما کا مدخول فعل کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا خلا اور عدا دونوں فعل ہیں اور دونوں کا فاعل مضمر ہے۔ اور مستثنیٰ ان کا مفعول بہ ہے۔ اور ظرفیت کی بناء پر دونوں محل نصب میں واقع ہیں۔ لہٰذا جاءنی القوم ماخلا زیدًا اور عدا عمرًا وقت خلوہم کے معنیٰ یہ ہیں کہ قوم کی آ۔ میرے پاس اس وقت ہوئی جبکہ وہ زید اور عمر سے خالی تھی۔

واعلم اَنَّ اعرابَ غیر کاعراب المستثنیٰ بالّا تقولُ جاءنی القومُ غیرَ زیدٍ غیرَ حمارٍ وماجاءنی غیرَ زیدٍ اِلَّالقوم وماجاءنی احدٌ غیرُ زیدٍ وغیرَ زیدٍ وَمَاجاءنی غیرُ زیدٍ ومارأیتُ غیرَ زیدٍ ومامررتُ بغیرِ زیدٍ واعلم ان لفظۃ غیر موضوعۃ للصفۃ وقد تستعملُ للاستثناء کما ان لفظۃ الا موضوعۃ للاستثناء وقد تستعملُ للصفۃ کمافی قولہٖ تعالیٰ لوکانَ فیھما اٰلِھۃٌ الاّ اللّٰہُ لفسدتا ای غیرُ اللّٰہِ وکذٰلک قولُکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) لیس ولایکون کے مدخول کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں۔ جو اپنی خبر کو نصب دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا مدخول انکی خبر ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ البتہ ان کا اسم استثناء کے باب میں ہمیشہ مضمر ہوگا۔

سوال۔ ماخلا و ماعدا جب افعال ناقصہ میں سے ہیں تو ان کی گردان بھی ہونا چاہیئے۔ الجواب یہ افعال مستثنیٰ متصل غیر مفرغ میں استعمال کئے جاتے ہیں اور انکی گردان نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ اِلّا کے قائم مقام ہیں اور اِلّا میں گردان نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کے قائم مقام میں بھی گردان نہیں ہوگی۔

یجوز فیہ الوجہان مستثنیٰ میں دونوں وجہیں جائز ہیں۔ اول نصب دوم اپنے ماقبل سے بدل (۱) اگر مستثنیٰ اِلّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو۔ (۲) مستثنیٰ منہ کلام میں مذکور ہو تو دونوں وجہیں جائز ہیں۔ اول نصب، دوم جو اعراب اس کے ماقبل کا ہے وہی اعراب مستثنیٰ کا بھی ہو۔ جیسے ماجاءنی احدٌ الا زیداً۔ نصب کی مثال ماجاءنی احد الا زیدٌ۔ پہلی مثال میں احد مستثنیٰ منہ ہے اور کلام میں مذکور ہے۔ کلام غیر موجب ہے اس لئے مستثنیٰ کو نصب دیا گیا۔ دوسری مثال میں کلام غیر موجب، مستثنیٰ منہ مذکور مگر اَحد سے بدل ہونے کی وجہ سے جو اعراب احدٌ کا ہے وہی اعراب زید کو دیا گیا یعنی رفع دیا گیا ہے۔

قولہ وان کان مفرغاً مستثنیٰ کا اعراب حسب عوامل ہوگا یعنی جیسا عامل ہوگا ویسا ہی اعراب دیا جائے گا۔ (۱) اگر مستثنیٰ مفرغ ہو بایں طور کہ الّا کے بعد اور کلام غیر موجب میں ہو (۲) مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو مستثنیٰ کا اعراب وہی ہوگا جو اس کے عامل کا تقاضا ہوگا جیسے ماجاءنی الا زید مانفی ہے جاء فعل اپنے لئے فاعل چاہتا ہے زید اسکا فاعل ہے اس لئے فاعل ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ کو رفع دیا گیا۔ اور ما رآیت الا زیداً میں مانفی کلام غیر موجب کی علامت ہے۔ رأیت فعل با فاعل ہے زید اسکا مفعول واقع ہے اس لئے اس کو نصب دیا گیا ہے اسی طرح مامررتُ الا بزیدٍ میں زید پر باء حرف جار داخل ہے اور کلام غیر موجب ہے اس لئے زید کو جر دیا گیا۔

وان کان بعد غیر اور اگر مستثنیٰ غیر اور سویٰ، سواء اور حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر علماء نحو کے نزدیک مجرور ہوتا ہے۔ جیسے جاءنی القوم غیر زید وغیرہ۔

ترجمہ:۔ اور جان تو کہ غیر کا اعراب مستثنیٰ بہ الا کے اعراب کی طرح ہے جیسے تو کہے جاءنی القوم

غیر زید اور غیر حمار اور ما جاءنی غیر زید القوم اور ماجاءنی احدٌ غیرُ زید اور غیرَ زید اور ما جاءنی غیر زید اور ما رأیتُ غیرَ زید اور ما مررت بغیر زید۔ اور جان تو کہ لفظ غیر صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی کبھی استثناء کے لئے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے جس طرح لفظ الاّ اصل میں استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر کبھی کبھی صفت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک میں لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا یعنی غیر اللہ اسی طرح تمہارا قول لا الٰہ الا اللہ بھی ہے۔

تشریح لفظ غیر کا اعراب ابھی آپ نے الا وغیرہ حروفِ استثناء کے ذریعہ مستثنیٰ کا اعراب پڑھا ہے۔ بعض صورتوں میں منصوب، بعض صورتوں میں ماقبل سے بدل اور بعض صورتوں میں مکسور بھی ہوتا ہے۔ مستثنیٰ کا اعراب بیان کرنے کے ذیل میں الا اور اس کے اخوات کا بھی ذکر آیا۔ انہیں اخوات میں سے ایک لفظ غیر بھی ہے۔ یعنی یہ بھی ماقبل سے استثناء کے معنیٰ دیتا ہے اور اپنے مدخول کو ماقبل کے حکم سے خارج کرتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خود لفظ غیر کا کیا اعراب ہے۔ تو مصنف نے فرمایا کہ غیر کا اعراب وہی ہے، جو اعراب الا کے ذریعہ کئے گئے مستثنیٰ کا اعراب ہے۔ مثلاً جاءنی القوم غیرَ زید، غیرَ حمارٍ کلام موجب ہے اور پہلی مثال مستثنیٰ متصل کی اور دوسری مستثنیٰ منقطع کی۔ اس لئے دونوں میں لفظ غیر کو نصب ہوگا۔

وما جاءنی غیرَ زید القوم۔ کلام غیر موجب مستثنیٰ متصل اور مستثنیٰ مقدم ہے مستثنیٰ منہ پر۔ اس لئے غیر کو نصب دیا گیا ہے۔ مثال ما جاءنی احدٌ غیرُ زید وغیرَ زید۔ اس مثال میں غیر کو اول میں رفع دوسری مثال میں نصب دیا گیا ہے۔ احدٌ سے بدل ہونے کی وجہ سے غیر کو رفع دیا گیا ہے اور استثناء کی وجہ سے غیر کو نصب دیا گیا ہے۔

اسی طرح مثال ما جاءنی غیرُ زید کلام غیر موجب ہے اور مستثنیٰ منہ مذکور نہیں اس لئے غیر کو نصب دیا گیا ہے۔ مثال ما رأیتُ غیرَ زید کلام غیر موجب اور مفعول بہ ہونے کی وجہ سے کلام میں زائد ہے اس لئے غیر کو دونوں اعراب دے سکتے ہیں۔ یعنی رفع ونصب اور ما مررتُ بغیرِ زیدٍ میں غیر کو حسب عامل اعراب دیا گیا اس لئے کہ عامل حرف جر باء مذکور ہے۔

اعلم ان لفظۃ:۔ غیر کے اعراب سے فراغت کے بعد لفظ غیر کی تحقیق مصنف نے فرمائی ہے۔ لفظ غیر اصل میں صفت کے لئے وضع کیا گیا تھا مگر اس کو کبھی استثناء کے لئے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ ایسے ہی جس طرح حرف الاّ اصل میں استثناء کے لئے موضوع ہے مگر کبھی کبھی صفت کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے اس لئے کہ استثناء اور صفت کے معنیٰ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ لہٰذا ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز ہے مگر الاّ اسی وقت صفت کے معنیٰ میں ہوگا جب استثناء کے معنیٰ متعذر ہوں قولہٗ الا اللہ۔ اس جگہ الا کو غیر کے معنیٰ میں لینے کی وجہ یہ ہے کہ محققین کے مذہب میں جمیع منکرات سے استثناء جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اس درجہ عموم نہیں ہے کہ اس میں مستثنیٰ داخل ہو جائے۔

فصل خبر كان وأخواتها هو المسند بعد دخولها نحو كان زيدٌ قائماً وحكمه كحكم خبر المبتدأ إلا أنه يجوز تقديمه على اسمائها مع كونه معرفةً بخلاف خبر المبتدأ نحو كان القائمَ زيدٌ ۔

وكذالك قولك الخ یعنی جس طرح لو کان فیہما میں الاّ صفت کے معنیٰ میں ہے ۔ اسی طرح کلمۂ طیبہ میں بھی ۔ وجہ یہ ہے کہ استثناء کی دونوں اقسام اس کلمہ میں متعذر ہیں ۔ استثناء متصل اس لئے متعذر ہے کہ اِلٰہ سے الٰہ برحق مراد لینا پڑے گا تاکہ اللہ اس میں داخل ہو اور اُس سے پھر استثناء کیا گیا ہو ۔ اس صورت میں الٰہ میں تعدد لازم آئے گا اور توحید حاصل نہ ہوگی ۔ اور استثناء منقطع اس لئے متعذر ہے کہ الٰہ سے الٰہ باطلہ مراد ہوں اور الٰہ حق کو مستثنیٰ کیا جائے ۔ نفی آلہ باطلہ سے نفی محققہ لازم نہ آئے گی اور مطلوبہ توحید ہاتھ سے نکل جائے گی ۔ اس لئے اِلاّ کو غیر کے معنیٰ میں لیا گیا ہے ۔

ترجمہ نویں فصل کان اور اس کے اخوات کی خبر ہے ۔ وہ (خبر) ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے ۔ جیسے کان زید قائماً ۔ اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم جیسا ہے لیکن شان یہ ہے کہ اسکی خبر کی تقدیم ان کے اسماء پر جائز ہے اس کے معرفہ ہونے کے باوجود ، بخلاف مبتدا کی خبر کے جیسے کان القائم زید ۔

تشریح منصوبات کی نویں فصل کان اور اس کے اخوات کی خبر ہے اور خبر ان کے داخل ہونے کے بعد مسند واقع ہوتی ہے ۔ جیسے کان زیداً قائماً کان فعل ناقص زید اس کا اسم اور قائمُ مسند اس کی خبر ہے ۔ ان کی خبر کا بعینہٖ وہی حکم ہے جو مبتداء کی خبر کا حکم آپ پڑھ چکے ہیں ۔ البتہ ایک فرق دونوں خبروں میں یہ ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر ہیں یہ جائز نہیں کہ خبر نکرہ ہو اور اپنے مبتدا معرفہ پر مقدم ہو جائے جیسے کان القائمُ زید ، زید اسم موخر ہے اور القائمُ کان کی خبر واقع ہے تقدیم خبر اس وقت ہے جب اسم و خبر دونوں کا یا ان میں سے ایک کا اعراب لفظی ہو ۔ جیسے کان هٰذا زید اور جہاں دونوں کا اعراب تقدیری ہو جیسے کانت الحبلیٰ السکریٰ تو اول اسم دوسرا خبر ہو گا ۔

واضح رہے کہ کان کی خبر فعل ماضی نہیں ہوتی ۔ اس لئے کہ فعل ماضی پر تو کان خود دلالت کرتا ہے البتہ جب کان کے شروع میں لفظ قد داخل ہوتا ہے تو خبر ماضی آجاتی ہے ۔ جیسے کان قد قعد ۔ یا پھر کان کی خبر شرط واقع ہو تو خبر ماضی آسکتی ہے ۔ جیسے ان کان قمیصہ قدّ من دبرٍ ۔

فصل اسم انَّ واخواتها هو المسند الیہ بعد دخولها نحو اِنَّ زیدًا قائمٌ فصل المنصوب بلا التی لنفی الجنس هو المسند الیہ بعد دخولها یلیها نکرۃً مضافۃً نحو لا غلام رجل فی الدار او مشابهًا لها نحو لا عشرین درهمًا فی الکیس فان کان بعد لا نکرۃ مفردۃ تبنی علی الفتح نحو لا رجل فی الدار وان کان معرفۃً او نکرۃً مفصولًا بینہ وبین لا کان مرفوعًا ویجب تکریر لا مع اسم اٰخر تقول لا زیدٌ فی الدار ولا عمرٌو ولا فیها رجلٌ ولا امرأۃٌ ویجوز فی مثل لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ خمسۃ اوجہٍ فتحهما ورفعهما وفتح الاول ونصب الثانی وفتح الاول ورفع الثانی ورفع الاول وفتح الثانی وقد یحذف اسم لا لقرینۃٍ نحو لا علیک ای لا بأس علیک۔

ترجمہ دسویں فصل اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم ہے۔ وہ (اسم) اِنَّ کے دخول کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے۔ جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ۔

گیارہویں فصل وہ اسم ہے جو لائے نفی جنس کی وجہ سے نصب دیا جاتا ہے (وہ اسم منصوب ہوتا ہے) وہ (اسم) اس کے (لائے نفی جنس کے) داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے۔ درانحالیکہ اس سے ایسا نکرہ ملا ہوا ہوتا ہے۔ جو مضاف ہو جیسے لا غلام رجل فی الدار۔ یا اس کے مشابہ ہو جیسے لا عشرین درہمًا فی الکیس۔ (تھیلی میں بیس درہم نہیں ہیں) تیں اگر لا کے بعد نکرہ مفرد ہو تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا۔ جیسے لا رجلَ فی الدار اور اگر اس کے بعد معرفہ ہو یا نکرہ ہو تو مگر اس کے اور لا کے درمیان فصل لایا گیا ہو، تو وہ مرفوع ہوگا اور واجب ہوگا لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ جیسے تو کہے لا زیدٌ فی الدار ولا عمرٌو ولا فیہا رجل ولا امرأۃ۔ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ جیسی مثالوں میں پانچ وجہ جائز ہیں۔ ۱ دونوں کو فتحہ ۲ دونوں کو رفع ۳ اول کو فتحہ دوسرے کو نصب ۴ اول کو فتحہ دوسرے کو رفع ۵ اول کو رفع دوسرے کو فتحہ۔ اور کبھی کبھی لا کا اسم حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ کی وجہ سے جیسے لا علیک ای لا باس علیک۔

تشریح دسویں فصل اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم ہے۔ ان کے داخل ہونے کے بعد وہ مسندالیہ ہوتی ہے۔ جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ۔ زید انَّ کا اسم اور مسندالیہ ہے۔ قائم اس کی خبر ہے اِنَّ اور اس کے اخوات کا ذکر یہاں منصوبات میں اس لئے کیا گیا کہ ان کا اسم منصوب ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا۔ ان کا ایک ذکر آپ پہلے پڑھ چکے ہیں یعنی مرفوعات کی بحث میں بھی ان کا ذکر آچکا ہے وہاں انکی خبر کے مرفوع ہونے کا بیان تھا اور وہاں ان کو حروف مشبہ بہ فعل کا نام دیا گیا۔

فصل المنصوب بلا الخ۔ منصوبات کی گیارہویں فصل میں اس اسم کا بیان ہے جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ وہ اسم منصوب لائے نفی کے داخل ہونے کے بعد جملے میں مسندالیہ واقع ہوتا ہے اور

اس کے ساتھ ایک اسم نکرہ بھی ملا ہوا ہوتا ہے جس کی جانب یہ اسم مضاف اور وہ نکرہ اس کا مضاف الیہ بنتا ہے جیسے لا غلام رجل فی الدار میں لا نفی جنس ہے غلام اس کا اسم اور مضاف ہے اس سے ملا ہوا اسم نکرہ رجل ہے جو کہ غلام کا مضاف الیہ ہے۔ اور فی الدار لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

قولہ او مشابہا لہا۔ لائے نفی جنس کا اسم مضاف نہ ہو بلکہ مشابہ مضاف ہو۔ اس کی مثال لا عشرین درہما فی الکیس ہے۔

فان کان بعد لا نکرۃ۔ ابھی اوپر لائے نفی جنس کے اسم کو لکھا ہے کہ وہ مضاف ہوتا ہے کسی اسم نکرہ کی جانب۔ اور لکھا تھا کہ وہ اسم منصوب ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی۔ اب یہاں سے لائے نفی جنس کے اسم کے دوسرے حالات و احکام کا بیان ہے۔ لہٰذا اگر لائے نفی جنس کے بعد نکرہ مفرد ہو تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے لا رجل فی الدار۔ رجل مفرد اور لا کا اسم ہے۔ مبنی علی الفتح ہے۔

وان کان معرفۃ۔ اور لائے نفی جنس کا اسم اگر معرفہ ہو یا نکرہ ہو مگر اس نکرہ اور لا کے درمیان فصل واقع ہو تو یہ اسم مرفوع ہوگا۔ لیکن ایک لا اور اسم اس کے بعد لانا ضروری ہوگا۔ جیسے لا زیدٌ فی الدار ولا عمر اس مثال میں لائے نفی جنس ہے زید اسم ہے اور معرفہ بھی۔ اس لئے زید کو رفع پڑھا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک لا اور دوسرا اسم بھی وجوباً لایا گیا یعنی لا عمرو کو۔ دوسری مثال لا فیہا رجل ولا امرأۃ۔ اس مثال میں لائے نفی جنس کے اور رجل کے درمیان (فیہا) کا فصل ہے اور رجل اس کا اسم واقع ہے۔ اس لئے ولا امرأۃ ایک لا اور اسم نکرہ دوبارہ لانا پڑا۔ کیونکہ ایسا کرنا واجب ہے۔

قولہ و یجوز فی مثل لاحول الخ: وہ جملہ جس میں حرف لا واو عطف کے ساتھ مکرر واقع ہو اور دونوں نکرہ کے بعد بغیر فصل کے ہوں۔ یعنی اگر جملے میں لائے نفی جنس کے اسم کے بعد عطف کے ذریعہ دوسرا لا اور اسم مکرر آیا ہو جیسے لاحول کے بعد ولا قوۃ لایا گیا ہے یعنی لا اور ایک اسم نکرہ تو اس ترکیب میں پانچ اعراب جائز ہیں اول دونوں اسموں کو فتحہ جیسے لاحول ولا قوۃ۔ دوم دونوں کو رفع جیسے لا حولٌ ولا قوۃٌ۔ سوم۔ اول کو فتحہ دوسرے کو نصب جیسے لاحولَ ولا قوۃً۔ چہارم اول کو فتحہ ثانی کو رفع جیسے لا حولَ ولا قوۃٌ۔ پنجم اول کو رفع دوسرے کو فتحہ۔ جیسے لاحولٌ ولا قوۃَ الا باللہ۔ معنیٰ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لاحول لنا عن المعاصی الا بعصمۃ اللہ ولا قوۃ لنا علی الطاعۃ الا بعون اللہ و توفیقہ۔ ہم کو معاصی سے بچنے کی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے۔ اور ہم کو طاعت کی قوت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد اور حفاظت اور اس کی توفیق سے۔

وقد یحذف اسم لا۔ اور لائے نفی جنس کا اسم قرینہ پائے جانے کی وجہ سے کبھی حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لا علیک کی اصل لا بأس علیک تھی۔ باس لا کا اسم ہے جس کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یعنی تم پر کوئی حرج نہیں قرینہ یہ ہے کہ اس مثال میں لا کو علیک پر داخل کیا گیا ہے جو کہ حرف ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے بأس کو محذوف مانا گیا۔ یہ جملہ مخاطب کو تسلّی دینے کے لئے بولا جاتا ہے۔

فصل خبر ما ولا المشبهتين بليس هو المسند بعد دخولهما نحو ما زيد قائماً ولا رجلٌ حاضراً وان وقع الخبر بعد الا نحو ما زيدٌ الا قائمٌ او تقدم الخبر على الاسم نحو ما قائمٌ زيدٌ او زيدت إنْ بعد ما نحو ما ان زيدٌ قائمٌ بطل العملُ كما رأيت في الامثلة وهذه لغة اهل الحجاز اَمّا بنو تميم فلا يعملونهما اصلاً قال الشاعر عن لسان بني تميم شعر و مهفهفٍ كالغصن قلت لهٗ انتسبْ : فاجابَ ماقتل المحبِّ حَرامُ :: برفع حرام۔

ترجمہ بارہویں فصل وہ ماولا جو لیس کے مشابہ ہیں، ان کی خبر ان دونوں کے دخول کے بعد وہ (خبر) مسند ہوتی ہے۔ جیسے ما زید قائماً میں (زید قائم نہیں ہے) اور لا رجلٌ حاضراً (مرد حاضر نہیں ہے) اور اگر واقع ہو خبر الاّ کے بعد جیسے ما زیدٌ الا قائمٌ یا خبر اسم پر مقدم ہو جیسے ما قائمٌ زیدٌ یا ما کے بعد انْ زائد لایا گیا ہو جیسے ما انْ زید قائمٌ (تو مذکورہ صورتوں میں) ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے (جیسا کہ تم نے مذکورہ بالا مثالوں میں دیکھ لیا کہ خبر کو رفع آیا ہے نصب نہیں آیا۔) اور یہ اہل حجاز کی اپنی لغت ہے۔ بہر حال بنو تمیم تو وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے۔ شاعر نے بنو تمیم کی زبان (لغت) میں کہا ہے۔ شعر۔ ایک چالاک پھرتیلے شاخ کی طرح باریک نازک محبوب سے میں نے کہا اپنا نسب نامہ بیان کیجیے تو اس نے جواب میں کہا چاہنے والے کو قتل کر دینا کوئی حرام نہیں ہے۔ اس شعر میں لفظ حرام کو ما کے باوجود عمل نہیں دیا گیا۔

تشریح اسماء منصوبہ کی بارہویں اور آخری فصل، ان ماولا کی خبر ہے جو لیس کے مشابہ ہوتے ہیں۔ وہ خبر ان کے دخول کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے ما زید قائماً۔ ماولا دونوں عمل سے بیکار ہو جاتے ہیں اگر مندرجہ ذیل شرطیں پائی جاتی ہوں۔ ۱ ان کی خبر الاّ کے بعد واقع ہو جیسے ما زید الا قائم ۲ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم آجائے۔ جیسے ما قائم زید (قائم خبر مقدم ہے) ۳ ما کے بعد انْ زائد لایا جائے۔ جیسے ما ان زید قائم۔ تو ان تینوں صورتوں میں ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ نفی کے معنی دے گا۔ یہ اہل حجاز کی لغت تھی۔

بہر بنو تمیم تو وہ ماولا کو مطلقاً عامل ہی نہیں مانتے۔ صرف نفی کے معنیٰ دیتے ہیں۔ اور اس کی تائید میں مصنف نے تمیمی شاعر کا قول بھی پیش کیا ہے جس کو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

المقصدُ الثالث فی المجرورات

الاسماء المجرورۃ ھی المضاف الیہ فقط وھو کلُّ اسمٍ نُسِبَ الیہ شیئٌ بواسطۃ حرف الجر لفظًا نحو مررتُ بزیدٍ ویُعبَّرُ عن ھٰذا الترکیب فی الاصطلاح بانّہ جارٌّ و مجرورٌ او تقدیرًا نحو غلامُ زیدٍ تقدیرہٗ غلامٌ لزیدٍ ویُعبَّرُ عنہ فی الاصطلاح بانّہٗ مضافٌ ومضافٌ الیہ ویجبُ تجریدُ المضاف عن التنوین او ما یقومُ مقامہ وھو نون التثنیۃ والجمع نحو جاءنی غلامُ زیدٍ وغلاما زیدٍ ومسلمو مصرٍ واعلم انّ الاضافۃ علٰی قسمین معنویّۃٌ و لفظیۃٌ اما المعنویۃ فھی ان یکون المضافُ غیر صفۃٍ مضافۃٍ الٰی معمولھا وھی اما بمعنی اللام نحو غلامُ زیدٍ او بمعنی من نحو خاتم فضّۃٍ او بمعنی فی نحو صلٰوۃُ اللیل وفائدۃ ھٰذہ الاضافۃ تعریف المضاف اِن اُضیف الٰی معرفۃٍ کما مرّ او تخصیصُہٗ اِن اُضیفَ الٰی نکرۃٍ کغلام رجلٍ واَمّا اللفظیۃ فھی ان یکون المضافُ صفۃً مضافۃً الٰی معمولھا وھی فی تقدیر الانفصال نحو ضاربُ زیدٍ وحسن الوجہ وفائدتھا تخفیفٌ فی اللفظ فقط۔

ترجمہ — تیسرا مقصد مجرورات کے بیان پر مشتمل ہے

اسماء مجرورہ میں سے صرف مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی چیز بواسطہ حرف جر کے منسوب کی گئی ہو۔ درانحالیکہ حرف جر لفظوں میں مذکور ہو، جیسے مررتُ بزیدٍ اور اس ترکیب کو اصطلاح میں تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ جار اور مجرور ہیں۔ یا حرفِ جر تقدیراً ہو جیسے غلام زید اس کی تقدیراً اصل غلام لزید تھی۔ اور اس کو تعبیر کیا جاتا ہے اصطلاح میں کہ وہ مضاف اور مضاف الیہ ہیں۔ اور واجب ہے مضاف کو خالی کرنا تنوین سے یا اس سے جو اس کے قائم مقام ہو۔ اور وہ تثنیہ اور جمع کے نون ہیں۔ جیسے جاءنی غلام زید وغلاما زید اور مسلمو مصر۔ وغیرہ۔ اور جان تو کہ بیشک اضافت دو قسم پر ہے۔ اول معنوی۔ دوم لفظی۔ بہرحال اضافت معنویہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی جانب مضاف ہو۔ اور وہ (اضافت معنویہ) یا بمعنی لام ہو گی جیسے غلام زیدٍ یا بمعنیٰ مِن ہو گی جیسے خاتم فضّۃٍ یا بمعنیٰ فی ہو گی جیسے صلٰوۃ اللیل اور اس اضافت کا فائدہ مضاف کی تعریف ہے (مضاف کو معرفہ بنانا) اگر وہ معرفہ کی جانب مضاف کیا گیا ہے۔ (یعنی اسکا مضاف الیہ معرفہ ہے) جیسے کہ گزر چکا یعنی غلام زید) یا اس کو خاص کرنا، اگر اس کو نکرہ کی جانب مضاف کیا گیا ہے۔ جیسے غلام رجل۔ اور بہرحال اضافت لفظیہ

پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی جانب مضاف واقع ہو اور (اضافت لفظیہ) بشرط انفصال ہوتی ہے۔ جیسے ضارب زید اور حسن الوجہ اور اسکا فائدہ فقط لفظ میں تخفیف ہوتا ہے۔

تشریح مصنف رح نے کلمہ کی تین قسمیں بیان کر کے سب سے پہلے اسم کو بیان فرمایا اور اسم کے بیان کو ایک مقدمہ، تین مقصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل کیا تھا۔ جن میں سے مقدمہ اور دو مقاصد کو بیان کر چکے۔ مقصد اول مرفوعات پر اور مقصد ثانی منصوبات پر اور یہ تیسرا مقصد مجرورات کے بیان پر مشتمل ہے۔

المقصد الثالث فی المجرورات ۔ مجرورات سے وہ اسماء مراد ہیں جو مجرور ہوتے ہیں۔ اور اس ذیل میں صرف مضاف الیہ آتا ہے۔ مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی جانب کوئی چیز بواسطہ حرف جر منسوب کی جائے۔ اور حرف جر لفظوں میں مذکور ہو۔ جیسے مررتُ بزید میں مرور گزرنے کو زید کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور واسطہ با، حرف جر کا ہے۔ اور با حرف جار لفظوں میں مذکور ہے۔ نحو کی اصطلاح میں اس ترکیب کو تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ جار مجرور ہیں۔

قولہٗ و تقدیراً ۔ اور حرف جر کبھی مقدر ہوتا ہے۔ جیسے غلام زید میں حرف جر تقدیری ہے۔ اسکی اصل غلام لزیدٍ تھی۔ لام کو حذف کر دیا گیا اور غلام کو زید کا مضاف بنا دیا گیا۔ اس کو اصطلاحِ نحو میں مضاف مضاف الیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مضاف اور تنوین :۔ مضاف سے تنوین کو دور کرنا ضروری ہے۔ اضافت کے ساتھ تنوین جمع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو تنوین کے قائم مقام ہیں۔ اضافت کے وقت (مضاف بناتے وقت) مضاف کے قائم مقام تنوین جیسے نون تثنیہ نون جمع کا حذف کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسے غلام زیدٍ ۔ غلام سے تنوین کو حذف کر دیا گیا۔ غلاما زیدٍ غلامانِ تھا، نون گرا دیا گیا۔ مسلمو مصر ۔ مسلمون تھا۔ مصر کی جانب اضافت کرتے وقت نون کو گرا دیا گیا۔

اعلم ان الاضافۃ علیٰ قسمیں۔ اضافت کی دو قسمیں ہیں۔ اول اضافتِ معنوی دوم اضافت لفظی۔ اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ مضاف وہ صفت کا صیغہ نہ ہو۔ جو اپنے معمول کی جانب مضاف واقع ہو۔ اور اضافت کبھی لام کے معنیٰ میں ہوتی ہے۔ جیسے غلام زیدٍ یا من کے معنیٰ میں ہو جیسے خاتم فضۃٍ یا فی کے معنی میں ہوتی ہے۔ جیسے صلوٰۃ اللیل۔

اضافت معنوی کا فائدہ ۔ اضافت معنوی سے فائدہ مضاف کا معرفہ بنانا ہے اگر وہ معرفہ کی جانب مضاف ہو۔ جیسے غلام زید میں غلام اضافتِ زید کی وجہ سے معرفہ ہو گیا ہے۔ اور اگر مضاف کی اضافت اسم نکرہ کی جانب کی گئی ہو تو اس میں تخصیص پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جیسے غلام رجلٍ کہہ کر عورت کو خارج کر دیا گیا ہے۔

اما اللفظیۃ ۔ بہر حال اضافتِ لفظیہ تو اس کی پہچان یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے

وَاعلم انک اذا اضفت الاسم الصحیح او الجاری مجری الصحیح الیٰ یاء المتکلم کسرت آخرہٗ واسکنت الیاء او فتحتھا کغلامِیْ ودلوِیْ وظبیِیْ وان کان آخر الاسم الفاً تثبتُ کعصایَ ورحایَ خلافاً للھذیل کعصَیَّ ورحَیَّ وان کان آخر الاسم یاءً مکسوراً ما قبلھا ادغمت الیاء فی الیاء وفتحت الیاء الثانیۃ لئلا یلتقی الساکنان تقول فی قاضی قاضِیَّ وان کان آخرہٗ واواً مضموماً ما قبلھا قلبتھا یاءً وعلمت کما علمت الاٰن تقولُ جاءنی مسلمِیَّ وفی الاسماء الستۃ مضافۃً الیٰ یاء المتکلم تقول اخی وابی وحمی وفی عند الاکثر وفمی عند قوم وذو لا یضاف الیٰ مضمر اصلاً وقول القائل ع انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہٗ شاذٌ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) معمول کی جانب مضاف واقع ہو۔ یہ اس وقت ہوگا جب معمول اسکا منفصل ہو۔ جیسے ضارب زید۔ اس مثال میں ضارب صفت کا صیغہ ہے اور اپنے معمول کی جانب مضاف واقع ہے۔ لہٰذا یہ اضافت لفظی ہے۔ اور زید ضارب کا معمول ہے۔ ضارب اس کی طرف مضاف ہے۔ دوسری مثال حَسَنُ الوجہِ، الوجہ حسن کا فاعل واقع ہے۔ اور حسن اسکا مضاف ہے اس لئے اضافت لفظی کی یہ دوسری مثال ہوئی۔ اضافت لفظی کا مفاد۔ اضافت لفظی سے صرف اس قدر فائدہ ہے کہ لفظوں میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مثلاً تنوین، نونِ تثنیہ، نونِ جمع وغیرہ کلام سے حذف کر دیئے جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

ترجمہ اور جان تو کہ جب تو اسم صحیح یا قائم مقام صحیح کو یاء متکلم کی جانب مضاف بنائے تو اس کے آخر کو کسرہ دے دے اور یاء کو ساکن کر دے۔ اور یا اس کو (یاء کو) فتحہ دے دے جیسے غلامِیَ، دلوِیَ، ظبیِیَ۔ اور اگر اسم کا آخری حرف الف ہو تو اس کو ثابت رکھ جیسے عصایَ اور رحایَ۔ اس میں ہذیل کا اختلاف ہے۔ جیسے عصَیَّ اور رحَیَّ اور اگر اسم کا آخری حرف یاء ما قبل مکسورہ ہو تو یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے گا۔ اور یاء ثانیہ کو فتحہ دے دیا جائے گا تاکہ دونوں میں التقائے ساکنین لازم نہ آئے جیسے تو قاضی میں کہے قاضِیَّ۔ اور اگر اس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم ہو تو اس واؤ کو یاء سے بدل دے۔ اور وہی کرے جو عمل ابھی اوپر کیا ہے۔ (یاء کو یاء میں ادغام کر کے ثانی یاء کو فتحہ دے دے) جیسے تو کہے جاءنی مسلمِیَّ اور اسماء ستہ مکبرہ جب کہ وہ یاء متکلم کی جانب مضاف واقع ہوں تو کہے۔ اخی، ابی، حمی، ہنی، فی اکثر کے نزدیک اور فمی ایک قوم کے نزدیک۔ اور ذو ضمیر کی جانب بالکل مضاف نہیں ہوتا۔ ہمیشہ اسم ظاہر کی جانب مضاف ہوتا ہے اور شاعر کا قول انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ شاذ ہے۔ (ترجمہ شعر۔ لوگوں میں ہر اہل فضل و کمال کو کمال والے ہی پہچانتے ہیں)

تشریح: جاری مجری صحیح۔ اسم صحیح وہ ہے جس میں حرف علت میں سے کوئی نہ ہو۔ اور جاری مجری صحیح

وَاِذَا قطعتَ هٰذه الاسماءَ عن الاضافة قلتَ اَخٌ وَاَبٌ وحَمٌ وهَنٌ وفمٌ وذو لا يقطعُ عن الاضافةِ البتة هٰذا كلّه بتقديرحرف الجرّ امّا ما يذكر فيه حرف الجرّ لفظًا فسياتيكَ فی القسم الثالث ان شاءَ اللّٰهُ تعالیٰ الخاتمة فی التوابع اعلم اَنَّ التی مرّت من الاسماء المعربة كان اعرابها بالاصالة بأن دخلتها العواملُ من المرفوعات والمنصوبات والمجرورات فقد يكونُ اعرابُ الاسم بتبعية ما قبله ويسمی التابع لانه يتبع ما قبله فی الاعراب وهو كل ثانٍ معرب باعراب سابقه من جهة واحدة والتوابع خمسة اقسام النعتُ والعطفُ بالحروف والتاكيد والبدلُ وعطفُ البيان۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہے۔ جیسے غلامی یا واؤ اور یاء ماقبل اس کے ساکن ہو جیسے دلو اور ظبی۔

ان کان آخر الاسم۔ اور اگر اسم کے آخر میں الف واقع ہو تو وہ یاء متکلم کی جانب اضافت کرتے وقت باقی رہے گا۔ جیسے عصًا سے عصایَ۔ اور رحًی سے رحایَ۔ اس میں ہذیل نحوی کا اختلاف ہے۔ وہ الف کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کے قائل ہیں جیسے عصًا سے عصیَّ اور رحًی سے رحیَّ کہتے ہیں۔

وان کان آخر الاسم یاءً۔ اور اگر اسم کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو اور وہ یاء متکلم کی جانب مضاف ہو تو دونوں یاء کا ادغام کر دیا جائے گا اور دوسری یاء کو فتحہ دے دیا جائے گا، تاکہ دونوں میں التباس نہ ہو۔ اور دو ساکن بھی جمع نہ ہوں، جیسے قاضی میں قاضیَّ۔

وان کان آخرہ واوا۔ اور اگر اس اسم کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو اور اس کو یاء متکلم کی جانب مضاف کیا گیا ہو تو واؤ کو یاء سے تبدیل کر کے یاء میں ادغام کر دیں گے۔ جیسے مسلمیَّ میں کہا گیا ہے۔

وفی الاسماء الستۃ۔ اور اسماء ستہ کو جب یاء متکلم کی جانب مضاف کریں گے تو اخی، ابی، حمی، ہنی وغیرہ کہیں گے۔

وذو لا یضاف الی مضمر۔ ذو ضمیر کی جانب مضاف نہیں ہوتا۔ ہمیشہ اسم جنس کی جانب مضاف ہوا کرتا ہے اسلئے کہ ذو اس لئے وضع کیا گیا ہے تاکہ اسم جنس کو ذو کے واسطے سے اسم نکرہ کی صفت بنایا جائے مثلاً جب مال کو کسی نکرہ کی صفت بنائیں تو کہیں گے جاءنی رجل ذومال۔

اعتراض:۔ جب ذو ضمیر کی جانب مضاف نہیں ہوتا تو شاعر نے اسے اپنے شعر میں کیوں استعمال کیا ہے شاعر کے کلام میں من الناس ذووہ موجود ہے۔ الجواب: مذکورہ شعر میں ذو کی اضافت ضمیر کی جانب شاذ ہے یعنی بہت کم ہے اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ترجمہ اور جب تو ان اسماء ستہ کو اضافت سے جدا کرلے، تو کہے اخ، اب، حم، ہن، فم، ذو۔ اور ذو کو اضافت سے جدا کبھی نہیں کیا جائے گا۔ مذکورہ استعمال حرفِ جر کی تقدیر کی صورت میں ہے۔ اور بہر حال وہ اسم جس میں حرف جر لفظوں میں مذکور ہو۔ تو اسکا بیان تمہارے سامنے قسم ثالث (بحث حرف) میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

الخاتمۃ فی التوابع

خاتمہ توابع اسم کے بیان میں ہے

جان تو کہ وہ جو گزرا اسماء معربہ میں سے تو وہاں ان کا اعراب تھا اصالۃً (براہ راست ان کا اعراب تھا) بایں طور کہ ان اسماء پر عوامل داخل ہوتے مرفوعات منصوبات اور مجرورات میں سے۔ پس تحقیق کبھی کبھی اسم کا اعراب، اپنے ماقبل کے تابع ہونے کی حیثیت سے بھی آتا ہے۔ اور اسکا نام تابع رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے ماقبل کا اعراب میں تابع ہوتا ہے۔ اور تابع وہ دوسرا اسم ہے جو اپنے سابق اسم جیسا اعراب دیا جاتا ہے ایک ہی جہت سے۔ اور توابع کی پانچ اقسام ہیں۔ اول نعت دوم عطف بالحروف سوم تاکید چہارم بدل اور پنجم عطف بیان۔

تشریح اسماء ستہ کا اعراب آپ نے اوپر پڑھا وہ جب تھا کہ ان کو یاء متکلم کی جانب مضاف بنایا جاتا۔ اور اگر یاء متکلم کی جانب مضاف نہ ہو۔ تو ان کے لام کلمہ کو حذف کر کے پڑھا جانا درست ہے۔ نیز جو اعراب ان پر اس صورت میں آئے گا وہ ان کے عین کلمہ پر جاری ہو گا جیسے جاءنی اخٌ سأیت اخًا مررت باخٍ۔ رفع و نصب جر تینوں اعراب خاء پر جاری ہوں گے جو کہ عین کلمہ ہے اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ قسم ثالث میں آئے گا۔

الخاتمۃ ؛ مصنف مقدمہ اور تینوں مقاصد کے بیان سے فارغ ہو کر اب اس کی آخری بحث یعنی خاتمہ کو بیان کر کے اسم معرب کی بحث کو ختم کردیں گے۔ اس کے بعد مبنیات کو بیان کریں گے۔ خاتمہ میں اسم کے توابع کو بیان کیا جائے گا۔

قولہ اعلم ان التی مرت۔ ابھی آپ نے مقاصد ثلاثہ میں مرفوعات، منصوبات، مجرورات کا بیان پڑھا ہے ان میں اسم معرب کا اعراب بیان کیا گیا ہے۔ ان پر عوامل داخل ہوتے اور اپنا اثر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسم پر براہ راست کوئی عامل ناصب و جازم اور رافع داخل نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود اس کو اعراب دیا جاتا ہے جس اسم کو دوسرے اسم کے ساتھ بغیر عامل کے اعراب دیا جاتا ہے ایسے اسم کو تابع اسم کہتے ہیں۔ تابع کی جمع توابع آتی ہے۔ علماء نحو کے یہاں باعتبار اعراب کے توابع پانچ قسم کے ہیں۔ نعت، عطف بالحروف، تاکید، بدل، عطف بیان۔ مصنف ان میں سے ہر ایک کو مستقل فصل کا عنوان دے کر بیان کریں گے۔

فصلٌ النعت تابع يدل على معنىً في متبوعه نحو جاء ني رجلٌ عالمٌ او في متعلق متبوعه نحو جاء ني رجل عالم ابوه ويسمى صفة ايضاً والقسم الاول يتبع متبوعه في عشرة اشياء في الاعراب والتعريف والتنكير والافراد والتثنية والجمع والتذكير والتانيث نحو جاء ني رجل عالم ورجلان عالمان ورجال عالمون وزيدٌ العالمُ وامرأة عالمة والقسم الثاني انما يتبع متبوعه في الخمسة الاول فقط اعني الاعراب والتعريف والتنكير كقوله تعالىٰ من هذه القرية الظالم اهلها۔

ترجمہ فصل اول نعت کے بیان میں۔ نعت وہ اسم تابع ہے جو اپنے متبوع کے معنیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے جاء نی رجل عالمٌ یا متبوع کے متعلق کے معنیٰ پر دلالت کرے۔ جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ اور اسکا صفت بھی نام رکھا جاتا ہے۔ اور قسم اول (یعنی وہ اسم جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے) اپنے متبوع کے ساتھ دس چیزوں میں تابع ہوتی ہے۔ ۱ اعراب میں ۲ تعریف میں ۳ تنکیر میں ۴ افراد ۵ تثنیہ ۶ جمع ۷ تذکیر ۸ تانیث میں۔ جیسے جاء نی رجل عالم اور جاء نی رجلان عالمان، جاء نی، رجال عالمون۔ زید العالم اور امرآة عالمة۔ اور قسم ثانی اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے فقط پہلے پانچ امور میں۔ یعنی اعراب (رفع، نصب، جر) تعریف اور تنکیر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا (مثال اس گاؤں کی جس کے رہنے والے ظالم ہیں)

تشریح توابع، تابع کی جمع ہے۔ تابع وہ اسم ہے جس کو اس کے سابق میں مذکور اسم کا اعراب دیا جائے۔ دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو۔ تابع کی پانچ اقسام ہیں جن کو مصنف تفصیل وار ایک فصل میں الگ الگ بیان کریں گے۔

فصل النعت۔ توابع میں سے اول تابع نعت ہے، جو اپنے متبوع کے معنیٰ پر دلالت کرے چونکہ نعت سے فائدہ زائد، کثیر استعمال، متبوع کے ساتھ شدت تعلق وغیرہ خصوصیات کی بناپر نعت کو دوسرے توابع کے بیان پر مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے جاء نی رجل عالم۔ اس مثال میں رجل متبوع ہے اور اس کے اندر علم کا وصف موجود ہے۔ اس کو لفظ عالم بیان کر رہا ہے۔ اسلئے عالم تابع ہے اور اپنے متبوع رجل کے معنیٰ پر دلالت کر رہا ہے۔

او فی متعلقہ۔ تابع ان معنیٰ پر دلالت کرے جو متبوع کے بجائے اس کے متعلق میں پائے جاتے ہوں جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ۔ عالم صیغہ صفت ہے۔ رجل متبوع کے بجائے ابوہ کا وصف بیان کر رہا ہے جو رجل کا متعلق ہے۔ اس تابع کا دوسرا نام صفت بھی ہے اول کا نام نعت ہے۔

القسم الثانی انما یتبع: تابع کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ اول تابع اپنے متبوع کے معنیٰ پر دلالت کرے۔ دوم متبوع

وفائدۃ النعت تخصیص المنعوت ان کانا نکرتین نحو جاء نی رجل عالمٌ وتوضیحہ ان کانا معرفتین نحو جاء نی زیدٌ الفاضل وقد یکون لمجرد الثناء والمدح نحو بسم اللہ الرحمن الرحیم وقد یکون للذم نحو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وقد یکون للتاکید نحو نفخۃٌ واحدۃٌ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے متعلق کا وصف بیان کرے۔ اب قسم اول کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ قسم اول یعنی تابع کی پہلی قسم جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے وہ اپنے متبوع کے ساتھ دس چیزوں پر تابع ہوتی ہے۔ (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر (۶) افراد (۷) تثنیہ (۸) جمع (۹) تذکیر (۱۰) تانیث۔ جیسے جاءنی رجلٌ عالمٌ عالم تابع ہے۔ رجل نکرہ، مفرد، مذکر، تابع بھی مفرد، مذکر اور نکرہ ہے۔ اعراب دونوں پر رفع ہے اسی طرح بقیہ مثالوں کو قیاس کر لیجئے۔

والقسم الثانی اور وہ تابع جو اپنے متبوع کے متعلق کا وصف بیان کرتا ہے۔ ایسا تابع شرع کے پانچ امور پر صرف متبوع کے تابع ہوتا ہے، یعنی اعراب کی تینوں اقسام اور معرفہ ونکرہ ہونے پر۔ جیسے مِنْ ہٰذہ القریۃ الظالم اہلہا ہٰذہ القریۃ موصوف صفت مبتدا ہے۔ اہلہا اس کا متعلق ہے۔ الظالم اہلہا کا حال بیان کر رہا ہے یہ دونوں معرفہ ہیں متحد ہیں اور دونوں مذکر ہیں۔

ترجمہ نعت کا فائدہ منعوت (موصوف) کی تخصیص ہے۔ اگر دونوں نکرہ واقع ہیں۔ جیسے جاءنی رجلٌ عالمٌ اور اس کی توضیح ہے۔ اگر دونوں معرفہ ہوں۔ جیسے جاءنی زیدٌ الفاضل۔ اور کبھی صرف مدح اور تعریف وتوصیف کے لیے آتا ہے۔ جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کبھی مذمت برائی بیان کرنے کے لئے آتا ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ کبھی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے نفخۃٌ واحدۃٌ۔

تشریح فائدۃ النعت۔ کلام عرب میں اسم کے ساتھ نعت (وصف) لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ منعوت (موصوف ذات) میں تخصیص پیدا کرنا۔ اگر نعت اور منعوت دونوں اسم نکرہ ہوں اور اس تخصیص کے نتیجہ میں اشتراک میں کمی آجاتی ہے۔ جیسے جاءنی رجلٌ عالمٌ۔ دونوں نکرہ ہیں۔ مگر عالم کی وجہ سے رجل غیر عالم اور جاہل خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ قدرے خصوصیت پیدا ہو گئی اور اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاءنی زید الفاضل الفاضل معرفہ ہے۔ زید معرفہ کے ساتھ ملکر تو وضاحت مزید کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ زید علم ہونے کی وجہ سے معلوم تھا ہی الفاضل کہنے سے مزید وضاحت پیدا ہو گئی۔ وقد یکون لمجرد الثناء والحمد۔ نعت کبھی محض ثناء اور حمد کے لئے لائی جاتی ہے۔ وضاحت یا تخصیص وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ جیسے بسم اللہ میں لفظ اللہ کے بعد الرحمٰن پھر الرحیم مزید وضاحت کے لیے ہیں اسی طرح جب دونوں معرفہ ہوں تو مذمت منعوت کی مقصود ہوتی ہے۔ جیسے اعوذ باللہ کے بعد لفظ الشیطان کے بعد الرجیم صرف مذمت کے لیئے لایا گیا ہے اور نعت کبھی تاکید کا فائدہ دیتی ہے۔ جیسے نفخۃ واحدۃ میں نفخۃ کی تاء وحدت پر دلالت کرتی ہے یعنی ایک مرتبہ پھونکنا مگر اسکے بعد واحدۃ کا ذکر مزید تاکید کے لئے ہے۔

واعلم ان النكرة توصف بالجملة الخبرية نحو مررت برجل ابوه عالم او قام ابوه والمضمر لا يوصف ولا يوصف به فصل العطف بالحروف تابع ينسب اليه ما نسب الى متبوعه وكلاهما مقصودان بتلك النسبة ويسمى عطف النسق وشرطه ان يكون بينه وبين متبوعه احد حروف العطف وسياتى ذكرها فى القسم الثالث ان شاء الله تعالى نحو قام زيد وعمرو واذا عطف على الضمير المرفوع المتصل يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربت انا وزيد الا اذا فصل نحو ضربت اليوم وزيد واذا عطف على الضمير المجرور يجب اعادة حرف الجر نحو مررت بك وبزيد

ترجمہ اور جان تو کہ نکرہ کبھی کبھی جملہ خبریہ کے ذریعہ وصف لایا جاتا ہے جیسے مررت برجل ابوہ عالم یا مررت برجل قام ابوہ۔ اور مضمر نہ موصوف ہوتا ہے اور نہ صفت واقع ہوتا ہے۔

فصل: عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ اسکی جانب وہ چیز منسوب کی جاتے جو اسکے متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے اور دونوں اس نسبت سے مقصود ہوتے ہیں، اسکا نام عطف نسق رکھا جاتا ہے اور اسکی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اسکے متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف مذکور ہو۔ اور ان کا ذکر قسم ثالث میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جیسے قام زید وعمرو۔ اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ذریعہ واجب ہے۔ جیسے ضربت انا وزید، لیکن جب کہ دونوں کے درمیان فصل کر دیا جائے (تو ضمیر منفصل کا لانا ضروری نہیں) جیسے ضربت الیوم وزید اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جاتے تو حرف جر کا اعادہ واجب ہے۔ جیسے مررت بک وبزید۔

تشریح واعلم ان النکرۃ الخ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسم نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاتی ہے۔ خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے مررت برجل ابوہ قائم۔ رجل نکرہ کی صفت ابوہ قائم ہے اور جملہ اسمیہ ہے۔ اسی طرح مررت برجل قام ابوہ میں۔ رجل نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی گئی ہے قام ابوہ جملہ فعلیہ ہے۔ لیکن جب نکرہ کی صفت جملہ واقع ہوگی تو خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ دونوں میں ضمیر کا لانا ضروری ہے، کیونکہ جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ جب ضمیر مذکور ہوگی اور نکرہ موصوف کی جانب راجع ہوگی تو جملہ اس نکرہ کے ساتھ ضمیر کی وجہ سے مربوط رہے گا۔ آیا جملہ خبریہ کی طرح جملہ انشائیہ بھی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ تو محشی نے لکھا ہے کہ تاویل بعید سے ایسا کیا جا سکتا ہے۔ جیسے جاءنی رجل اضربہ، میرے پاس مرد آیا تو اس کو مار۔ تاویل اس کی یہ کی گئی ہے مقول فی حقہ اضربہ۔ اس کے حق

میں کہا گیا کہ تو اس کو مار۔

قولہ والمضمر لا یوصف۔ اسم نکرہ ہو یا معرفہ دونوں کی صفت لائی جاتی ہے، جس کی تفصیل آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ ضمیر کی صفت بھی لائی جاتی ہے یا نہیں، تو مصنف نے فرمایا کہ ضمیر کی نہ صفت لائی جاسکتی ہے اور نہ وہ کسی کی صفت بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ضمیر موصوف وصفت میں سے کوئی نہیں بن سکتا۔ اس لئے بعض ضمیریں مثلاً انا اور انت نہایت واضح ہیں۔ مزید وضاحت کی محتاج نہیں۔ ان میں غیر کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان کی توضیح تحصیل حاصل ہے۔ اور انہی دونوں ضمیروں پر بقیہ ضمیروں کو بھی قیاس کر لیا گیا ہے۔ سوال: غائب ضمیریں ھو، ہما، ہم وغیرہ موصوف واقع ہوتی ہیں۔ جیسے لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم۔ الجواب: العزیز الحکیم ھو سے بدل ہے نہ کہ صفت۔ دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ اس جگہ ھو ضمیر نہیں ہے، بلکہ اسم ہے۔ اسماء الٰہی میں سے ہے۔

فصل العطف بالحروف: توابع کی دوسری فصل میں مصنف عطف بالحروف کو بیان کریں گے۔ عطف بالحروف وہ ایسا تابع ہے کہ اسکی جانب بعینہ وہی چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور تابع اور متبوع کلام میں دونوں مقصود ہوتے ہیں یعنی کلام میں جو نسبت بیان کی گئی ہے، متبوع کی طرح تابع بھی مقصود بالنسبۃ ہے۔ اس عطف کا نام عطف نسق رکھا گیا ہے۔ نسق کے بارے میں عرب کا محاورہ ہے۔ ثغر نسق جبکہ دانت بالکل برابر اور مساوی ہوں۔ اس کو عطف کے ساتھ اس وجہ سے مناسبت ہے کہ حرف عطف کے توسط سے تابع و متبوع کے درمیان اعراب میں مساوی ہوتے ہیں۔

وشرطہ ان یکون بینہ، جو چیز متبوع کی جانب منسوب ہے۔ وہی تابع کی جانب بھی منسوب ہوتی ہے بشرطیکہ دونوں کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی حرف مذکور ہو۔ حروف عاطفہ دس ہیں۔ واؤ، فاء، ثم حتیٰ، او، اما، ام، لا، لکن، بل۔ ان کا تفصیلی بیان تیسری قسم حروف کی بحث میں آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جیسے قام زید و عمرو۔ عمرو تابع ہے اور واؤ عاطفہ کے ذریعہ جو چیز زید کی طرف منسوب ہے۔ یعنی قیام وہی عمرو کی جانب بھی منسوب ہے۔

واذا عطف علی المضمر۔ ابھی آپ نے پڑھا کہ ایک اسم دوسرے اسم پر عطف ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، ضمیر پر اسم کو عطف کرتے ہیں۔ جیسے ضربت انا و زید۔ تو اس موقع پر ضمیر مرفوع متصل کے بعد ایک ضمیر منفصل بھی لانا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے مذکورہ مثال میں ضربت میں ضمیر مرفوع متصل ہے۔ اور اس کے بعد انا ضمیر منفصل اسی کی مناسبت سے لائی گئی ہے تب زید کا اس پر عطف جائز ہوا ہے۔

قولہ واذا فصل الخ۔ لیکن اگر ضمیر مرفوع متصل جس پر دوسرے اسم کو عطف کے ذریعہ تابع بنایا گیا ہے۔ ضمیر متصل کے اور اس اسم کے درمیان فصل واقع ہو جائے تو پھر ضمیر منفصل کا لانا ضروری نہیں ہے۔ جیسے ضربت الیوم و زید۔ ضربت میں ضمیر مرفوع متصل ہے۔ اس پر واؤ عطف کے ذریعہ زید کو ضرب میں شریک کیا گیا ہے مگر درمیان

وَاعلم انّ المعطوف فی حکم المعطوف علیہ اعنی اذا کان الاوّل صفۃً لشیٍٔ او خبراً او صلۃً او حالاً فالثانی کذٰلک ایضاً والضابطۃ فیہ انہ حیث یجوز ان یقام المعطوف مقام المعطوف علیہ جاز العطف وحیث لا فلا والعطف علی معمولیٔ عاملین مختلفین جائز ان کان المعطوف علیہ مجروراً مقدّماً والمعطوف کذٰلک نحو فی الدار زیدٌ والحجرۃ عمرٌو وفی ھٰذہ المسئلۃ مذھبان اٰخران وھما ان یجوز مطلقاً عند الفرّاء ولا یجوز مطلقاً عند سیبویہ ؛

(بقیہ صفحہ گزشتہ) میں الیوم آجانے کی وجہ سے ضربتُ کے بعد ضمیر متفصل نہیں لائی گئی ۔

قولہ واذا عطف علی الضمیر المجرور ۔ اور حرف عطف کے ذریعہ اسم کو اگر ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اس صورت میں حرف جر کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررتُ بک وبزید مگر یہ حکم اعادہ حرف جر کا کلام نثر اور حالت اختیار میں ہے ۔ بصریوں کے نزدیک جبکہ اضطرار کی حالت میں اس کا ترک کر دینا بھی جائز ہے ۔ اور حرف جر کے اعادہ کے ضروری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ عطف مستقلاً کلمہ کا جزو نہ بن جائے ۔ کیونکہ شدت اتصال کی وجہ سے ضمیر مجرور حرف جار سے کبھی جدا نہیں ہوتی ہے ۔ اس لئے ایسی ہے جیسے حرف جار کا جزو بن گئی ہو مگر علماء کوفہ حرف جر کے اعادہ کو ترک کو مطلقاً جائز کہتے ہیں ۔

ترجمہ اور جان تو کہ بے شک معطوف معطوف علیہ کے حکم میں شریک ہوتا ہے یعنی جب اوّل کسی چیز کی صفت ہو یا کسی امر کی خبر ہو یا صلہ ہو یا حال واقع ہو تو ثانی (یعنی معطوف بھی) ایسا ہی ہوگا ۔ اور ضابطہ اس کا یہ ہے کہ جس جگہ جائز ہو کہ معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ قائم کیا جا سکے تو اس پر عطف جائز ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو عطف بھی جائز نہیں ہے ۔ اور عطف دو مختلف عاملوں کے معمولوں کے درمیان جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو ۔ اور معطوف بھی ایسا ہی ہو ۔ جیسے فی الدار زیدٌ والحجرۃ عمرو ۔ اور اس مسئلے میں دو دوسرے مذاہب بھی ہیں ۔ اور وہ یہ ہے کہ فراء کے نزدیک مطلقاً جائز اور سیبویہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے ۔

تشریح معطوف اپنے معطوف علیہ کے حکم میں سب ہوتا ہے ۔ ۱ معطوف اپنے معطوف علیہ کے حکم میں اس وقت ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ کسی چیز کی صفت واقع ہو جیسے جاءنی زید العاقل والعالم ۔ یا معطوف علیہ کسی چیز کی خبر واقع ہو ۔ جیسے زید عاقل وعالم یا صلہ واقع ہو جیسے قام الذی صلّی وصام یا معطوف علیہ کسی کا حال واقع ہو جیسے جاءنی زید مشدوداً ومضروباً ۔ تو ان تمام صورتوں میں ثانی یعنی معطوف بھی وہی ہوگا ۔ مثال اول میں العاقل زید کی صفت ہے تو العالم بھی صفت واقع ہے ۔ دوسری مثال میں عاقل زید کی خبر ہے تو عالم بھی اس کی خبر ہے ۔ تیسری مثال میں صلی الذی کا صلہ ہے تو قام بھی الذی کا صلہ واقع ہے اور چوتھی مثال میں مشدوداً زید کا حال واقع ہے تو معطوف یعنی مضروباً بھی اس کا حال واقع ہے ۔

فصل التاکید تابع یدل علی تقریر المتبوع فی ما نسب الیه او علی شمول الحکم لکل فرد من افراد المتبوع والتاکید علی قسمین لفظی وھو تکریر اللفظ الاول نحو جاء نی زید زید وجاء جاء زید ومعنوی وھو بالفاظ معدودة وھی النفس والعین للواحد والمثنی و المجموع باختلاف الصیغة والضمیر نحو جاء نی زید نفسه والزیدان انفسھما او نفساھما والزیدون انفسھم وکذلک عینه واعینھما او عیناھما واعینھم وجاءتنی ھند نفسھا وجاءتنی الھندان انفسھما او نفساھما وجاءتنی الھندات انفسھن وکلا وکلتا للمثنی خاصة نحو قام الرجلان کلاھما وقامت المرأتان کلتاھما۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قولہ والضابطة ۔ کن کن مقامات پر معطوف اپنے معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ قائم ہو سکے تو اس جگہ عطف کرنا جائز ہے اور جس جگہ معطوف معطوف علیہ کی جگہ قائم نہ ہو سکے بلکہ معنی خراب ہو جائیں تو عطف جائز نہیں ہے ۔ والعطف علی معمولی ۔ عامل دو ہوں اور دونوں مختلف ہوں ۔ ان دونوں کے معمول بھی دو ہوں تو ان دونوں معمولوں کا آپس میں عطف کرنا جائز ہے مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی مجرور مقدم ہو ۔ ان دونوں کا عطف جائز ہے ۔ اکثر علماء نحو کے نزدیک ۔ اس لئے کہ عرب سے اسی طرح سنا گیا ہے ۔ چنانچہ بعض اشعار میں اسکا استعمال بھی کیا گیا ہے ۔ مثلاً اکل امرئ تحسبین امرءً ۔ ونار توقد باللیل نارا ۔ اس میں نارًا کا عطف امرئٍ پر کیا گیا ہے مگر جہاں مجرور مؤخر ہو گا وہاں عطف جائز نہ ہو گا ۔ جیسے زید فی الدار وعمرو فی الحجرة ۔ دو عاملوں کے معمولوں کا ایک دوسرے پر عطف جائز ہونے کی مثال ۔ فی الدار زید والحجرة عمرو ۔ اس مسئلے میں فراء نحوی عطف کو مطلقاً جائز کہتے ہیں ۔ اور سیبویہ مطلقاً ناجائز مانتے ہیں ۔ یہ قول مبرد، ابن سراج ، ہشام اور متقدمین بصریین کی ایک جماعت کا بھی ہے ۔ جائز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حرف عطف عامل کا نائب ہوتا ہے ۔ قام زید وعمرو جیسی مثالوں میں ۔ اور عطف کے حروف ہونے کی وجہ سے اس کی نیابت کمزور ہے ۔ اس لئے اس کے اندر دو عاملوں کے قائم مقام ہونے کی قوت نہیں ہے (منہل)

ترجمہ توابع کی تیسری فصل تاکید ہے ۔ تاکید وہ تابع جو اپنے متبوع کی تقریر و تائید پر دلالت کرتا ہے ۔ اس چیز میں جو متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے ۔ یا حکم کی شمولیت پر متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے ۔ اور تاکید کی دو قسمیں ہیں ۔ اول تاکید لفظی ۔ وہ پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے جیسے جاءنی زید زید ۔ دوسری مثال جاء جاء زید ۔ دوسری قسم تاکید معنوی ہے ۔ تاکید معنوی وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے ذریعہ لائی جاتی ہے ۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں ۔ نفس ۔ عین ۔ واحد، تثنیہ و جمع کے لیے ان کے صیغوں اور ضمیروں کی تبدیلی کے ساتھ ۔ جیسے جاءنی زید نفسہ، والزیدان انفسھما ۔ اور جاءنی

الزیدون انفسہم۔ اسی طرح عینہ اور اعینہما اور عینا ہما اور اعینہم بھی ہے۔ اور مؤنث کی مثال جاءتنی ہند نفسہا وجاءتنی الہندان انفسہما یا نفسا ہما۔ اور جاءتنی الہندات انفسہن اور کلا اور کلتا خاص کر تثنیہ کے لئے آتے ہیں۔ جیسے قام الرجلان کلا ہما۔ اور قامت المرأتان کلتا ہما۔

تشریح توابع کی تیسری فصل میں مصنف نے تاکید کو بیان کیا ہے۔ تاکید کی تعریف۔ تاکید وہ لفظ ہے جو اپنے متبوع کی تائید و تاکید پر دلالت کرے۔ اس چیز میں جو متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ یا تاکید حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے۔

اقسام تاکید: تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ تاکید لفظی۔ تاکید معنوی۔ لفظی تاکید لفظ کو مکرر لانا حقیقۃً۔ جیسے جاءنی زید زید۔ اس مثال میں زید کو مکرر لاکر پہلے زید کی تائید و تاکید کی گئی ہے کہ آمد زید کے لئے ثابت ہے۔ دوسری مثال میں جاء جاء زید۔ آیا آیا زید۔ اس مثال میں جاء کو مکرر لاکر زید کی طرف آمد کی اسناد کو مؤکد کیا گیا ہے۔ یا حکماً مکرر ہو جیسے ضربتُ انت اور ضربتُ انا اور ضربتُک ایاک۔

دوسری قسم تاکید معنوی ہے۔ اس تاکید کو معنیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ تاکید اس میں معنیٰ کے ملاحظہ سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر تاکید معنوی کے لئے نحویوں کے یہاں الفاظ متعین ہیں۔ اور وہ نفس اور عین ہیں۔ واحد و تثنیہ و جمع میں ان کے صیغے اور ضمیریں حسب حال تبدیل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً واحد کے لئے جاءنی زید نفسہٗ زید واحد ہے اور نفسہٗ بھی واحد ہے۔ اور اس میں جو ضمیر ہے وہ بھی واحد ہے۔ دوسری مثال جاءنی الزیدان انفسہما۔ تثنیہ کی مثال ہے۔ الزیدان تثنیہ ہے اور انفس جمع مگر ضمیر ہما کی تثنیہ ہے۔ اس کو نفسا ہما بھی کہا گیا ہے۔ تیسری مثال جمع کی ہے۔ یعنی جاءنی الزیدون انفسہم۔ الزیدون جمع ہے۔ اس لئے اس کی تاکید انفس اور ہم ضمیر لائے ہیں۔

وکذٰلک عینہ الخ۔ جس طرح تاکید کی مثال واحد و جمع کے لحاظ سے آپ نے نفس کی پڑھی ہے' تاکید معنوی کے دوسرے لفظ یعنی عین کو بھی۔ عینہ واحد کے لئے عینہما تثنیہ کے لیے اعینہم جمع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تثنیہ میں عینا ہما اور اعینہم دونوں مستعمل ہیں۔ تاکید معنوی مذکر کے بعد اب تاکید معنوی کو مؤنث کے صیغوں میں ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا جاءتنی ہند نفسہا۔ ہند مؤنث واحد ہے۔ اسی طرح نفس کو واحد اور ہا ضمیر مونث واحد کی لائی گئی۔ دوسری مثال جاءتنی الہندان انفسہما اور نفسا ہما۔ الہندان تثنیہ ہے انفس اور ہما کو تثنیہ لایا گیا۔ جاءتنی الہندات انفسہن۔ الہندات جمع مونث ہے اس کی تاکید میں انفس جمع اور ہن ضمیر لائی گئی۔

سوال: آپ نے تاکید معنوی کے لئے نفس اور عین دو لفظ ذکر کئے ہیں۔ جبکہ کلام عرب میں اس تاکید کے لیے دوسرے الفاظ اور بھی ثابت ہیں۔ مثلاً اِنَّ، لام ابتداء اور نون تاکید وغیرہ۔ جواب: تاکید معنوی

وكُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لغير المثنّٰى باختلاف الضمير في كُلٍّ والصيغة في البواقي تقول جاءني القوم كلهم اجمعون اكتعون ابتعون ابصعون وقامت النساء كلهنّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ واذا اردتَّ تاكيد الضمير المرفوع المتصل بالنفس وَالعين يجبُ تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربتَ انتَ نفسكَ ولا يؤكَّدُ بكلٍّ واجمع الا ماله اجزاءٌ و ابعاضٌ يصحُّ افتراقها حسًّا كالقوم او حكمًا كما تقول اشتريتُ العبدَ كلهٗ ولا تقولُ اكرمتُ العبدَ كلهٗ واعلم ان اكتع وابتع وابصع اتباعٌ لاجمع وليس لها معنى ههنا بدونه فلا يجوز تقديمها على اجمع ولا ذكرها بدونه۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سے محدود تاکید مراد ہے جو صرف توابع سے تعلق رکھتی ہے۔ مطلق تاکید مراد نہیں ہے اس لئے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اور کلا مذکر تثنیہ اور کلتا تثنیہ مؤنث کی تاکید کے لئے خاص ہیں۔ جیسے قام الرجلان کلاہما۔ اس مثال میں الرجلان کی کلاہما تاکید ہے۔

ترجمہ اور کلٌّ اور اجمع، اکتع، ابتع، ابصع، غیر مثنّٰی کے لئے آتے ہیں۔ ضمیر کے اختلاف کے ساتھ لفظ کل میں۔ اور صیغوں کی تبدیلی کے ساتھ باقی سب میں۔ جیسے تو کہے جاءنی القوم کلہم اجمعون، اکتعون، ابتعون، ابصعون۔ اور میرے پاس قوم تمام کی تمام آگئی۔ اور قامت النساء کلہن جُمَعُ وکُتَعُ وبُتَعُ وبُصَعُ۔ تمام کی تمام عورتیں کھڑی ہوئیں اور جب تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ذریعہ لانے کا ارادہ کرے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل سے ضروری ہے۔ جیسے ضربت انت نفسک تو نے خود اپنے آپ کو مارا۔ اور تاکید نہیں لائی جاتی لفظ کل اور اجمع کے ذریعہ لیکن اس چیز کی جس میں اجزاء پائے جاتے ہوں۔ اور ایسے بعض ہوں جن بعض کا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا حسّی طور پر صحیح ہو جیسے قومٌ۔ یا حکمًا جدا ہونا درست ہو جیسے اشتریت العبد کلہٗ مگر اکرمت العبد کلہٗ نہیں کہہ سکتے۔

واعلم ان:۔ اور جان تو کہ بیشک اکتع، ابتع، ابصع سب کے سب اجمع کے تابع ہیں۔ ان کے یہاں کوئی علاحدہ معانی نہیں ہیں سوائے اجمع کے معنیٰ کے۔ لہٰذا پس ان سب کا مقدم ہونا اجمع پر جائز نہیں ہے۔ اور نہ ان کا ذکر کرنا اجمع کے بغیر درست ہے۔

تشریح کلٌّ واجمع الخ۔ یہ کل پانچ الفاظ ہیں۔ ان میں سے کل کا حکم الگ ہے اور بقیہ کی تفصیل اسطرح ہے کہ اجمع کے جو معنیٰ ہیں بعینہ وہی معانی اکتع، ابتع اور ابصع کے بھی ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔ اب ان کلمات کے استعمال پر نظر ڈالئے۔ بہر حال کلٌّ واحد و تثنیہ اور جمع میں کل ہی رہے گا۔ البتہ واحد و تثنیہ و جمع کی ضمائر اس کے ساتھ شامل ہوتی رہیں گی۔ مثلاً جاءنی القوم کلہم قوم جمع ہے کل کے ساتھ ہم کی ضمیر شامل کی گئی۔ قامت النساء کلہن۔ النساء مونث ہے۔ ان کے

فصل البدل تابع ينسب اليه ما نسب الى متبوعه وهو المقصود بالنسبة دون متبوعه واقسام البدل اربعة بدل الكل من الكل وهو ما مدلوله مدلول المتبوع نحو جاءني زيد اخوك وبدل البعض من الكل وهو ما مدلوله جزء من مدلول المتبوع نحو ضربت زيدا رأسه وبدل الاشتمال وهو ما مدلوله متعلق المتبوع كسلب زيد ثوبه وبدل الغلط وهو ما يذكر بعد الغلط نحو جاءني زيد جعفر ورأيت رجلا حمارا والبدل ان كان نكرة من معرفة يجب نعته كقوله تعالى بالناصية ناصية كاذبة ولا يجب ذلك في عكسه ولا في المتجانسين.

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ساتھ کل لایا گیا مگر ضمیر بن جمع مؤنث کی شامل کی گئی اسی طرح کلا، واحد کے لئے اور کلتا تثنیہ کے لئے آئے گا۔ البتہ اجمع اور ابتع، اکتع اور ابصع تو انکے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ واحد تثنیہ اور جمع کے مواقع میں ان کے صیغے تبدیل ہوتے ہیں۔ جیسے اجمعون، اکتعون اور ابتعون اور ابصعون۔

واذا اردت تاکید۔ تاکید کی دوسری صورت۔ اگر تم ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ نفس کے ذریعہ یا عین کے ذریعہ لانا چاہتے ہو تو ضمیر متصل مرفوع کے بعد ایک ضمیر منفصل بھی ذکر کرنا ہو گا۔ اس کے بعد نفس اور عین کو ذکر کیا جائے گا۔ مثلاً ضربت انت نفسک۔ آپ نے ضمیر مرفوع متصل کا استعمال کر کے ضربت کہا۔ پھر نفس سے اس کی تاکید لانا چاہا۔ تو پہلے انت ضمیر منفصل لائے۔ پھر اس کے بعد نفسک ذکر کیا۔

قولہ ولا یوکد بکل واجمع۔ لفظ کل اور لفظ اجمع کے ذریعہ تاکید صرف اس چیز کی لائی جا سکتی ہے جس چیز کے اجزاء اور بعض نکل سکتے ہوں۔ اور ان کا حسی طور پر ایک دوسرے سے جدا ہونا صحیح ہو۔ جیسے لفظ قوم ہے کہ ہر ہر فرد اسکا جدا ہو سکتا ہے۔ اور ہر فرد یا چند افراد قوم کو بعض کہا جاتا ہے۔ افتراق حکمی کی مثال یعنی جس چیزیں حکماً افتراق ہو سکتا ہے یعنی اجزاء اور بعض الگ الگ کئے جا سکتے ہوں اس کی مثال ہے۔ اشتریت العبد کلہ میں نے پورا غلام خریدا۔ یا نصف یا چوتھائی غلام خریدا۔ غلام کے اجزاء حقیقی نہیں ہو سکتے مگر اس کی ملکیت میں اجزاء نکل سکتے ہیں۔ مثلاً نصف ملک، چوتھائی ملکیت وغیرہ۔ اس لئے اکرمت العبد کلہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اکرام حسی غلام کا کیا جاتا ہے۔ حسی غلام میں اجزاء الگ نہیں کئے جا سکتے کہ آپ آدھے غلام کی عزت کریں دوسرے آدھے کی توہین کریں وغیرہ۔

واعلم ان اکتع وابتع۔ اس جگہ مصنف نے اکتع، ابتع اور ابصع کے معانی بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ جو معنیٰ اجمع کے ہیں۔ بعینہ وہی معنیٰ ان تینوں کے بھی ہیں۔ نیز محل استعمال بھی بیان فرمایا ہے کہ اکتع وابتع وابصع وغیرہ اجمع کے ساتھ ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں بلکہ استعمال میں یہ تینوں اجمع کے تابع ہیں اس لئے اجمع سے مقدم ان کو ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نیز اجمع کو کلام میں ذکر کئے بغیر ان تینوں کو ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ تابع کا ذکر بغیر متبوع کے لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ توابع کی چوتھی فصل بدل ہے۔ اور بدل ایسا تابع ہے کہ اسکی طرف وہی چیز منسوب کی جائے جو چیز اس کے متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے اور بدل ہی مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کی چار قسمیں ہیں۔ اول بدل الکل من الکل۔ اور وہ (بدل الکل من الکل) وہ بدل ہے جس کا مدلول بعینہ اس کے متبوع کا مدلول ہو۔ جیسے جاءنی زید اخوک۔ دوسری قسم بدل البعض عن الکل ہے اور بدل البعض وہ بدل ہے جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زیداً راسہ، اور تیسری قسم بدل اشتمال ہے۔ اور بدل اشتمال وہ بدل ہے جس کا مدلول اس کے متبوع کے متعلق کا مدلول ہو۔ جیسے سلب زید ثوبہ، چوتھی قسم بدل غلط ہے اور بدل غلط وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا گیا ہو جیسے جاءنی زید جعفر اور رأیت رجلاً حماراً (میرے پاس زید آیا نہیں جعفر آیا۔ میں نے مرد کو دیکھا۔ نہیں حمار کو دیکھا) اور بدل اگر نکرہ واقع ہو کسی معرفہ کا تو اس کی صفت لانا واجب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول بالناصیۃ ناصیۃٍ کاذبۃٍ مگر اس کے برعکس میں یہ واجب نہیں ہے اور نہ متجانسین میں۔

تشریح توابع کی چوتھی قسم بدل ہے۔ بدل وہ تابع ہے کہ اسکی طرف وہی چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے اور حال یہ ہے کہ نسبت سے بدل ہی مقصود ہو نہ کہ متبوع۔

اقسام بدل: پہلی قسم بدل کل ہے۔ بدل کل وہ تابع ہے جس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع دلالت کرتا ہے بعینہ اس پر بدل بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے جاءنی زید اخوک میں اخوک بدل ہے اور جس شخص پر زید دلالت کرتا ہے اخوک بھی اسی پر بعینہ دلالت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تابع و متبوع دونوں کا مصداق ایک ہو۔ مصداق کی قید سے ترادف خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مترادفین میں لفظ دو اور مدلول ایک ہوتا ہے مگر مصداق ایک نہیں ہوتا۔

دوسری قسم بدل البعض ہے۔ بدل البعض وہ تابع ہے کہ جو متبوع کے بعض پر دلالت کرے۔ یعنی اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا بعض اور جز ہو۔ جیسے ضربت زیداً راسہ۔ راسہ زید کا بدل بعض ہے اس لئے کہ سر زید کا بعض اور اسکا جز ہے۔ بدل کی ایک قسم اور ہے یعنی مبدل منہ کا مدلول بدل کا جز واقع ہو۔ اس کو بدل الکل من البعض نام رکھا جاتا ہے۔ (المنہل)

تیسری قسم بدل الاشتمال ہے۔ بدل اشتمال وہ تابع ہے جس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبہ، اس مثال میں ثوب زید کا تابع ہے اور بدل اشتمال ہے اور زید کا متعلق ہے (چھینا گیا زید یعنی اسکا کپڑا) تو مسلوب زید نہیں بلکہ زید کا متعلق یعنی کپڑا ہے۔

چوتھی قسم بدل غلط ہے۔ بدل غلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد کلام میں ذکر کیا جائے۔ جیسے جاءنی زید جعفر متکلم نے جاء کی نسبت زید کی جانب غلطی سے کردی تھی۔ بعد میں اس کو آگاہی ہوئی تو بدل غلط کے طور پر بعد میں

فصلٌ عطف البیان تابعٌ غیر صفة یوضح متبوعَهٗ وھو اشھرُ اسمَیْ شئٍ نحو قام ابوحفصٍ عمرؓ و قام عبد اللہ بن عمرؓ ولا یلتبس بالبدلِ لفظًا فی مثل قولِ الشاعر شعر
انا ابنُ التاركِ البکریِ بشرٍ ⁘ علیہِ الطیرُ ترقبُهٗ وقوعاً

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جعفر کہدیا۔ بتانا یہ ہے کہ جاء کی نسبت زید کی جانب غلط ہے۔ اصل نسبت جعفر کی جانب ہے۔ اسی طرح دوسری مثال رأیت رجلاً حماراً۔ رأیت کی اسناد رجل کی جانب کرنے کے بعد متکلم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بعد میں حماراً کہہ کر اس غلطی کا ازالہ کردیا۔

والبدل ان کان نکرۃً۔ آپ نے مثالوں میں دیکھا بدل کی مثال میں ایک جگہ جعفر کہا پھر اخوک اور اس کے بعد حماراً کہا گیا ہے۔ پہلی دو مثالیں معرفہ کی تھیں اور دوسری مثال نکرہ کی۔ اسجگہ مصنف اسی مسئلے کو بیان کرتے ہیں۔ فرمایا۔ بدل اگر نکرہ واقع ہو کسی مبدل منہ معرفہ کا تو اس بدل نکرہ کی صفت لانا واجب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے قول بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ۔ اس مثال میں بالناصیۃ مبدل منہ ہے۔ اور ناصیۃ نکرہ اسکا بدل ہے۔ اس لئے اس کے بعد کاذبۃ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ولا یجب ذالک فی عکسہ۔ اور اگر اسکا عکس ہو یعنی مبدل منہ نکرہ کا بدل معرفہ لایا گیا ہو تو صفت لانا واجب نہیں ہے۔ جیسے جاءنی اخ لک زید۔ اس مثال میں اخ مبدل منہ ہے اور نکرہ ہے۔ زید بدل اور معرفہ ہے۔

ولا فی المتجانسین۔ یہی حکم اسکا بھی ہے کہ جب مبدل منہ اور بدل دونوں ہم جنس واقع ہوں یعنی دونوں معرفہ یا دونوں نکرہ واقع ہوں کیونکہ دونوں کے معرفہ ہونے کی صورت میں مقصود بدل سے اکمل کا ذکر کرنا ہے اور نکرہ کی صورت مین برابری کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

ترجمہ تابع کی پانچویں قسم عطف بیان ہے۔ اور عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کا صیغہ نہ ہو اور جو اپنے متبوع کو واضح کرے۔ اور تابع شئے کے دوناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو وہ ہوتا ہے۔ جیسے قام ابوحفص عمر اور قام عبد اللہ بن عمر۔ اور وہ بدل سے لفظوں میں التباس نہیں کرتا۔ شاعر کے قول میں شعر۔ میں تارک بکری کا بیٹا ہوں جو لبشر کے نام سے مشہور ہے۔ کہ اس پر پرندے واقع ہوتے کا انتظار کرتے ہیں۔

تشریح تابع کی پانچویں قسم عطف بیان ہے اور عطف بیان وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی وضاحت کرے مگر صفت کا صیغہ نہ ہو۔ اور درحقیقت متبوع کے دونام ہوتے ہیں ایک مشہور اور دوسرا غیر مشہور۔ تو غیر مشہور نام ذکر کرنے کے بعد متکلم تعارف کیلیے اس کا وہ نام جو زیادہ شہرت یافتہ ہوتا ہے کلام میں ذکر کردیتا ہے۔ تاکہ وضاحت ہوجائے۔ جیسے قام ابوحفص عمر۔ اس مثال میں ابوحفص قام کا فاعل ہے اسی کی جانب فعل کی نسبت ہے مگر نام غیر مشہور تھا اسلئے عمر کا اضافہ کردیا گیا

الباب الثانی فی الاسم المبنی

دوسرا باب اسم مبنی کے احکام کے بیان میں مشتمل ہے

وھو اسمٌ وقع غیر مرکب مع غیرہٖ مثل اب ت ث و مثل واحد واثنان وثلاثۃ وکلفظۃ زید وحدہٗ فانہ مبنیٌ بالفعل علی السکون ومعربٌ بالقوۃ او شابہ مبنی الاصل بان یکون فی الدلالۃ علی معناہ محتاجاً الی قرینۃٍ کالاشارۃ نحو ھٰؤلاء ونحوھا او یکون علی اقل من ثلاثۃ احرفٍ او تضمن معنی الحرف نحو ذا ومن واحد عشر الی تسعۃ عشر وھٰذا القسم لا یصیر معرباً اصلاً وحکمہٗ ان لا یختلف اٰخرہٗ باختلاف العوامل وحرکاتہ تسمی ضماً وفتحاً وکسراً وسکونہ وقفاً وھو علی ثمانیۃ انواعٍ المضمرات واسماء الاشارات والموصولات واسماء الافعال والاصوات والمرکبات والکنایات وبعض الظروف ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جو ابو حفص کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے۔ لہٰذا اس مثال میں عمر عطف بیان ہے ابو حفص کی صفت نہیں ہے۔ دوسری مثال قام عبد اللہ بن عمر ہے۔ قام کی نسبت عبد اللہ کی جانب کر کے متکلم نے سمجھا یہ نام غیر مشہور ہے اس لیے دوسرا مشہور نام ابن عمر ذکر کر دیا۔ اس مثال میں بھی عبد اللہ اور ابن عمر دونوں ایک شخص کے دو نام ہیں عبد اللہ غیر مشہور اور ابن عمر مشہور ہے۔ اور عطف بیان واقع ہے۔

قولہٗ ولا یلتبس بالبدل لفظاً۔ بدل اور عطف بیان کے درمیان لفظاً التباس کا نہ ہونا شاعر کے قول سے ظاہر ہے۔ معنوی التباس نہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ کلام میں بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ کا ذکر صرف تمہید کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف عطف بیان ہے کہ عطف بیان میں بدل اپنے مبدل منہ یا متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔

قول الشاعر شعر۔ شاعر کا نام مرار الاسدی ہے۔ انا ابن التارک میں ضمیر انا مبتدا ہے اور التارک کا مضاف بھی۔ اور التارک مضاف بجانب البکری ہے اور اسکا مفعول بہ بھی ہے۔ البکری رجل شجاع کو کہا جاتا ہے شاعر نے اس شعر میں اپنی اور البکری کی مدح کی ہے اور چونکہ البکری غیر مشہور تھا اس لئے اس کا مشہور نام بشر بطور عطف بیان کے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اصل عبارت یہ ہوگئی کہ انا ابن التارک بشر (میں بشر نامی قاتل کا بیٹا ہوں) مگر یہ جائز نہیں ہے جس طرح الضارب زید نا جائز ہے اور علیہ الطیر تارک کا مفعول ثانی ہے جس کو بھیجا گیا ہو اور ترقبہٗ طیر سے حال ہے۔ اور طیر طائر کی جمع ہے۔ پرندہ۔ ترجمہ شعر میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر سے بہادر کا قاتل ہے (یعنی جس طرح میرا باپ خونخوار ڈاکو اور جابنانہ قوی مضبوط ہے میں اسی کا بیٹا اور خود بہادر ہوں گویا شاعر نے اپنی اور تارک کی تعریف و مدح سرائی کی ہے) کہ اس پر پرندے انتظار اور امید میں رہتے ہیں کہ کب وہ کسی کو قتل کرے اور ہماری خوراک تیار ہو جائے۔

ترجمہ مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے اب ت ث اور جیسے واحد، اثنان ثلاثۃ۔ اور جیسے لفظ زید تنہا۔ پس وہ بالفعل مبنی بر سکون ہے اور بالقوہ معرب ہے یا مبنی اصل کے مشابہ ہو، بایں طور کہ اپنے معنیٰ پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو۔ جیسے اشارہ، مثلاً ہٰؤلاء اور اس جیسے دوسرے اسماء اشارات یا وہ تین حروف سے کم ہو، یا حرف کے معنیٰ کو متضمن ہو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک۔ اور یہ قسم معرب بالکل نہیں ہوتی اور اسکا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اسکا آخر مختلف نہ ہو۔ اور اس کی حرکتوں کا نام ضمہ، فتحہ، کسرہ، سکون اور وقف رکھا جاتا ہے۔ اس کی آٹھ اقسام ہیں۔ اول مضمرات دوم اسماء اشارات سوم اسماء موصولہ چہارم اسماء افعال پنجم اسماء اصوات، ششم مرکبات ہفتم کنایات ہشتم بعض ظروف۔

تشریح مصنف نے شروع کتاب میں کلمہ کی پہلی قسم یعنی اسم کی دو قسمیں بیان کی تھیں۔ اول۔ اسم معرب۔ دوم اسم مبنی۔ اسم معرب کو ایک مقدمہ تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل کیا تھا، جن کو بیان کر چکے ہیں۔ اب یہاں سے دوسری قسم اسم مبنی کو بیان کرتے ہیں اور آخر میں خاتمہ کا بیان کر کے اسم کی بحث کو ختم کر دیں گے۔ فرمایا۔ باب ثانی اسم مبنی کے بیان میں۔ تعریف اسم مبنی۔ مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو۔ جیسے اب ت ث ان حروف کے اسماء مراد ہیں ان کی مسمیات مراد نہیں کیونکہ مسمیات حروف تہجی ہیں۔ بحث اس جگہ اسم مبنی کی ہو رہی ہے۔ حروف کی بحث نہیں ہے۔ اور جیسے واحد، اثنان، ثلاثۃ اور جیسے لفظ زید تنہا۔ کیونکہ موجودہ صورت میں یہ سکون پر مبنی ہیں۔ مگر بالقوہ معرب بھی ہیں۔

اور شابہ مبنی الاصل یا مبنی اصل کے مشابہ ہو یعنی مبنی ہونے میں مناسبت مؤثرہ پائی جاتی ہو، تاکہ تعریف ان اسماء کو بھی شامل ہو جائے، جو مبنی الاصل کو متضمن ہوتے ہیں۔ جیسے این اور جو اس کی جگہ واقع ہوں۔ جیسے نزال یا جو اس کی جانب مضاف ہوں۔ جیسے یومئذٍ اس لئے یہ سب مبنی اصل کے مناسب تو ہیں مگر مشابہ مبنی اصل کے نہیں ہیں۔ اور مشابہ مبنی اصل تمام حروف، فعل ماضی اور امر حاضر معروف جس پر لام امر داخل نہ ہو۔ مشابہ مبنی اصل کی تعریف بایں طور کہ وہ معنیٰ پر دلالت کرنے کے لئے قرینہ کے محتاج ہوں۔ جیسے اشارہ اور اس کی مثال ہٰؤلاء ہے ہے۔ اور اسی کے مانند اسماء اشارہ میں سے ذاک بھی ہے یا پھر اسم تین حروف سے کم ہو، یا حرف کے معنیٰ کو متضمن ہو، جیسے ذا، من اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک۔ مذکورہ قسم کبھی معرب نہیں ہوتی یعنی نہ بالقوہ اور نہ بالفعل بخلاف معرب کے کہ وہ بالقوہ مبنی ہوتا ہے۔

وحکمہ ان لایختلف اور مبنی کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اس کا آخر تبدیل نہ ہو بلکہ ہر حالت میں اپنی حالات پر برقرار رہے۔ شعر۔ معرب آں باشد کہ گردد بار بار ؛ مبنی آں باشد کہ ماند برقرار۔ وحرکاتہ تسمیٰ ؛ اور اسم مبنی پر جو حرکات داخل ہوتی ہیں ان کے نام ضمہ، فتحہ، کسرہ، سکون اور وقف ہیں بصری نحوی اعرابی حرکتوں کا نام رفع، نصب، جر اور حرکات بنائی کا نام ضم، فتح، کسر رکھتے ہیں۔ اور کوفی نحوی دونوں

فصلٌ المضمر اسمٌ وُضِعَ لیدُلَّ علی متکلمٍ او مخاطبٍ او غائبٍ تقدّم ذکرہٗ لفظاً او معنیً او حکماً وھو علی قسمین متصل وھو ما لا یستعمل وحدہٗ اِمّا مرفوعٌ نحو ضربتُ الی ضربنَ او منصوبٌ نحو ضربنی الی ضربھُنَّ وَ انّنی الی انّھُنَّ او مجرورٌ نحو غلامی ولی الی غلامھنّ وَلَھُنَّ ومنفصلٌ وھو ما یستعمل وحدہٗ اِمّا مرفوعٌ نحو انا الی ھُنَّ او منصوبٌ نحو ایّای الی ایّاھُنَّ فذٰلک ستّون ضمیراً۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) میں فرق نہیں کرتے ۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ بصریوں کے نزدیک معرب و مبنی کے القاب میں فرق ہے ۔ معرب میں تو وہ مرفوع، منصوب اور مجرور کہتے ہیں ۔ اور مبنی میں مضموم، مفتوح، مکسور کہتے ہیں مگر حرکات کے القاب میں کوئی فرق نہیں مانتے خواہ حرکات معرب ہوں یا مبنی ہوں ۔ مثلاً حیث مبنی ہے ضم پر ۔ اسی طرح معرب کی حرکت مثلاً زید حالت رفع میں ضم کی حرکت ہے ۔ البتہ معرب کے سکون کو وقف نہیں کہا جاتا جیسے لیقم (المنہل)

وھو علی ثمانیۃ انواع ۔ اور مبنی مطلق کی آٹھ اقسام ہیں ۔ مضمرات، اسماء اشارہ، اسماء موصولہ، اسماء افعال، اسماء اصوات، اسماء مرکبات، اسماء کنایات اور بعض ظروف ۔

ترجمہ مبنیات کی پہلی فصل مضمر ہے ۔ اور مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ وہ دلالت کرے متکلم، مخاطب، غائب پر جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہو خواہ لفظاً یا معنیً اور یا حکماً اور وہ دو قسم پر ہے ۔ اول قسم مضمر کی متصل ہے ۔ متصل وہ ضمیر ہے جو منفرد استعمال نہ کی جاتی ہو اس کی تین قسمیں ہیں ۔ اوّل) یا مرفوع ہوگی جیسے ضربتُ سے ضربنَ تک ۔ یا منصوب متصل ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک اور انّنی سے انّھن تک یا مجرور متصل ہوگی ۔ جیسے غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک اور یا ضمیر منفصل ہوگی ۔ یہ وہ ضمیر ہے جو منفرد علاحدہ استعمال کی جاتی ہو یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے ھن تک یا منصوب ہوگی جیسے ایای سے ایاھن تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں ۔

تشریح مبنیات کی پہلی فصل مضمر ہے ۔ اور مضمر لغت میں چھپی ہوئی چیز، چھپنے کی جگہ کو کہتے ہیں ۔ اور اصطلاح میں مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے متکلم، مخاطب، امر غائب پر جس کا ذکر پہلے آچکا ہو خواہ لفظاً یا معنیً اور یا حکماً ۔ تمام مبنیات میں مضمر کے بیان کو مقدم کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مبنی ہونے اور اسکے کسی قسم کے معرب نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اسکے مبنی ہونے کی وجہ حرف کے ساتھ مشابہ ہوتا ہے جسطرح حرف اپنے معنی دینے میں دوسرے کا محتاج ہے اسی طرح مبنی اپنے معنی دینے میں تقدم ذکر، حضور خطاب وغیرہ کا محتاج ہے ۔

اقسام ضمیر : ۔ اصولی طور پر ضمیر کی دو قسمیں ہیں اول متصل دوم منفصل، بہر حال ضمیر متصل تو ۔ متصل وہ ضمیر ہے جو علاحدہ سے منفرداً استعمال نہ ہوتی ہو ۔ پھر ضمیر متصل کی تین قسمیں ہیں ۔ ۱ ۔ مرفوع

وَاعلم اَنَّ المرفوعَ المتصلَ خَاصَّۃً یکون مستتراً فی الماضی للغائبِ والغائبۃ کضربَ ای ھو وضربَت ای ھی وفی المضارع المتکلّم مطلقاً نحو اضربُ ای انا ونضربُ ای نحن وللمخاطب کتضربُ ای انت وللغائبِ والغائبۃ کیضربُ ای ھو وتضربُ ای ھی وَفی الصفۃ اعنی اسم الفاعل وَالمفعولِ وغیرھما مطلقاً ولا یجوز استعمالُ المنفصل الا عند تعذّر المتصل کایّاکَ نعبد ومَا ضربکَ الا انا وانا زید وما انت الا قائماً۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) متصل جیسے ضربتُ، ضربنا، ضربتَ، ضربتما، ضربتم، ضربتِ، ضربتما، ضربتن، اسی طرح چھ غائب کی تین مذکر اور تین مؤنث ضرب، ضربا، ضربوا، ضربت، ضربتا، ضربن معروف اور مجہول دونوں اقسام۔ ضمیر منصوب متصل مفعول کی ضمیر جو فعل کے ساتھ متصل ہو ضربنی ضربنا متکلم ہیں۔ ضربکَ ضربکما ضربکم مذکر حاضر، ضربکِ ضربکما ضربکن تین مؤنث حاضر۔ ضربہ ضربھما ضربھم تین مذکر غائب ضربھا ضربھما ضربھن تین مؤنث غائب۔ اسی طرح انی سے انھنّ تک۔

مجرور متصل۔ خواہ اسم کے ساتھ متصل ہو یا حرف کے ساتھ متصل ہو جیسے غلامی غلامنا غلامک غلامکما غلامکن، غلامہ غلامھما، غلامھم، غلامھا اور غلامھما غلامھن۔ اسی طرح لی لنا سے لھنّ تک۔ خلاصہ کلام یہ کہ ضمیر متصل کی تین اقسام ہیں مرفوع، منصوب اور مجرور۔

قولہ منفصل وھو ما یستقل۔ ضمیر کی دوسری قسم منفصل ہے، فاعل یا مفعول کی ضمیر جو اپنے فعل سے جدا ہو، ملی ہوئی نہ ہو بلکہ تنہا مستعمل ہو یا مرفوع ہوگی۔ مرفوع منفصل فاعل کی ضمیر جو فعل سے جدا ہو انا سے ہن تک۔ انا، نحن انت، انتما، انتم، انتِ، انتما، انتن، ھو، ھما، ھم، ھی، ھما، ھن۔ یا منصوب منفصل ہو۔ مفعول کی وہ ضمیر جو فعل سے علیحدہ ہو۔ جیسے ایای سے ایاھُنّ تک۔ ایای، ایانا، ایاک، ایاکما، ایاکم، ایاک، ایاکما، ایاکُنّ، ایاہ، ایاھما، ایاھم ایاھا، ایاھما، ایاھن لیس یہ ساٹھ ضمیریں ہوئیں۔ اور ستر معانی کے لئے ہیں تفصیل اسطرح ہے۔ بارہ برائے مرفوع متصل، بارہ برائے مرفوع منفصل، بارہ برائے منصوب متصل، اور بارہ برائے مجرور متصل۔ اسطرح مجموعی تعداد ساٹھ کی ہوتی ہے۔ ان میں تثنیہ مذکر و مؤنث کا ایک صیغہ شمار کیا گیا خواہ حاضر ہو یا غائب۔ اسطرح ہر گردان میں چودہ کے بجائے صرف بارہ صیغے مصنف نے شمار کئے ہیں۔ باقی کو ان میں ضم کر دیا ہے۔ اسی واسطے کہا ہے کہ ضمیریں ساٹھ ہیں مگر معانی ان کے ستر ہیں۔

ترجمہ اور جان تو کہ بیشک ضمیر مرفوع متصل خاص طور پر ماضی غائب اور غائبہ میں پوشیدہ ہوتی ہے جیسے ضرب میں ہو اور ضربت میں ھی۔ اور مضارع متکلم میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے جیسے اضرب یعنی انا اور نضرب یعنی نحن اور مخاطب کے لئے (جبکہ وہ مذکر ہو) جیسے تضرب یعنی انت اور غائب اور غائبہ کے لئے (یعنی مذکر غائب اور مؤنث غائب کے لئے) جیسے یضرب یعنی ھو اور تضرب یعنی ھی اور

صیغہ صفت میں یعنی اسم فاعل، اسم مفعول اور ان دو کے علاوہ (مثلاً صفت مشبہ اور افعل التفضیل) میں مطلقاً پوشیدہ ہوتی ہے اور جائز نہیں ہے ضمیر منفصل کا استعمال کرنا مگر متصل کے متعذر ہونے کے وقت جیسے ایاک نعبد اور ماضربک الا انا اور انا زید اور ما انت الا قائماً میں ضمیروں کو منفصل لایا گیا ہے۔

تشریح قولہ ان المرفوع المتصل۔ مصنف ضمائر کے ذکر کرنے کے بعد متصل و منفصل لانے کے قواعد ذکر کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا مرفوع متصل صرف ماضی کے مذکر و مؤنث میں مستتر ہوتی ہے جیسے ضرب میں ھو مستتر ہے۔ اور ضربت میں ہی مستتر ہے۔ باقی تثنیہ و جمع میں پوشیدہ نہیں ہوتی۔

وفی المضارع۔ اور ضمیر مرفوع متصل مضارع کے صیغوں میں مطلقاً مستتر ہوتی ہے۔ مذکر ہو یا مؤنث اور واحد و تثنیہ و جمع تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ جیسے اضرب واحد متکلم میں ضمیر انا اور نضرب صیغہ جمع متکلم میں نحن پوشیدہ ہے۔ اور مخاطب کے لئے جب کہ وہ مفرد مذکر ہو۔ تضرب ہے یعنی اس میں انت کی ضمیر پوشیدہ ہے۔ اور غائب و غائبہ میں یعنی واحد مذکر و مؤنث غائب میں جیسے یضرب میں ھُوَ اور تضرب میں ھِیَ ضمیر پوشیدہ ہے۔

ضمیروں کے پوشیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مضارع میں علامتہائے مضارع الف، تاء، یاء، نون صیغہ میں مذکور ہوتے ہیں جو صیغہ کی ضمیروں پر دلالت کرتے ہیں اس لئے مضارع کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے بخلاف واحد مؤنث حاضر صحیح مذہب کی بنا پر۔ اور تثنیہ مذکر و تثنیہ مؤنث غائب و حاضر اسی طرح جمع مذکر و مونث کہ ان میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی (حاشیہ)

قولہ وفی الصفۃ۔ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور افعل التفضیل ہیں۔ میں مطلقاً ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ اس جگہ مطلقاً سے مراد خواہ مفرد ہو یا مثنیٰ اور جمع اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث اس وقت جب کہ یہ اسم ظاہر کی جانب مسند نہ ہوں تو ان میں ضمیر مستتر ہوتی ہیں۔ اسم ظاہر کی جانب مسند ہونے کی صورت میں ان کے اندر ضمیریں پوشیدہ نہ ہوں گی۔ جیسے اقائم الزیدان اور جیسے زید ضارب، ہند ضاربۃ اور الزیدان ضاربان اور الھندان ضاربتان اور جمع مذکر کے لئے الزیدون۔ ضاربون۔ مؤنث میں الھندات ضاربات۔ ضاربان میں الف اور ضاربون میں واؤ اور حرف تثنیہ و جمع ہے ضمیر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ ضمیر ہوتے تو یاء سے نہ بدلتے۔ جس طرح کہ تضربین کی یاء اور تضربن میں نون اور تضربان کا الف کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ (حاشیہ)

قولہ ولا یجوز استعمال المنفصل الخ۔ اور ضمیر مرفوع ہو یا ضمیر منصوب منفصل کا استعمال کلام میں جائز نہیں مگر اس وقت جب کہ ضمیر متصل کا استعمال کرنا متعذر ہو۔ کیونکہ کلام عرب میں اصل ایجاز و اختصار ہے۔ اور ضمیریں ایجاز کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ اور ضمیر متصل حروف کے کم ہونے کے باعث ضمیر منفصل سے مختصر اور کم ہیں۔ اس لئے جب تک متصل ضمیر لائی جاسکتی ہو اصل سے عدول نہ کیا جائے

وَاعلم ان لهم ضميرًا يقع قبل جملةٍ تفسّرهٗ ويُسمّٰى ضمير الشان فى المذكر وضمير القصّة فى المؤنث نحو قل هو الله احدٌ وانها زينبُ قائمةٌ ويدخل بين المبتدأ والخبر صيغةُ مرفوعٍ منفصلٍ مطابقٍ للمبتدأ اذا كان الخبرُ معرفةً او افعل من كذا وَ يسمّٰى فصلًا لانه يفصلُ بين الخبر والصفة نحو زيدٌ هو القائم وكان زيدٌ هو افضل من عمروٍ وقال الله تعالٰى كنت انت الرَّقيبَ عليهم.

گا مگر اس وقت جب کہ کوئی دشواری پیش آ جائے۔

تعذر ضمیر متصل کے چند مقامات یہ ہیں۔ ضمیر متصل اپنے عامل پر مقدم ہو (۲) جس جگہ ضمیر منفصل کو کسی غرض سے لایا گیا ہو۔ اور وہ غرض ضمیر متصل سے حاصل نہ ہوتی ہو۔ (۳) عامل ضمیر محذوف واقع ہو۔ (۴) عامل ضمیر معنوی ہو (۵) وہ مقام جہاں عامل حرف واقع ہو۔ کایاک نعبد وغیرہ ضمیر متصل کے متعذر ہونے کی وجہ سے ان کو منفصل لایا گیا۔ مصنف نے اسکی چند مثالیں ذکر کی ہیں۔

ترجمہ جان تو کہ نحویوں کے لئے ایک ضمیر ہے، جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور وہ جملہ اس ضمیر کی تفسیر کرتا ہے۔ اور نام رکھا جاتا ہے ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مونث میں۔ جیسے قل ھو اللہ احد (مثال مذکر) اور مؤنث کی مثال انہا زینب قائمۃ۔ اور داخل ہوتا ہے مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے۔ جبکہ خبر معرفہ واقع ہو۔ یا افعل عن کذا ہو اور اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مبتدا اور قصہ کے درمیان فصل کرتی ہے جیسے زید ہو القائم وکان زید ھو افضل من عمرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کنت انت الرقیب علیہم۔

تشریح ضمیر شان اور ضمیر قصہ۔ نحوی ایک ضمیر کا خواہ وہ مفرد ہو یا ضمیر غائب البتہ ضمیر مجرور نہ ہو، کا استعمال اس طرح کرتے ہیں کہ وہ جملہ سے پہلے ذکر کی جاتی ہے اور جملہ اس کی تفسیر واقع ہوتا ہے۔ جملہ سے جملہ خبریہ مراد ہے جملہ انشائیہ مراد نہیں۔ اسی طرح یہ ضمیر مفرد سے پہلے بھی نہیں ذکر کی جاتی۔ حاصل یہ کہ جملہ خبریہ سے پہلے یہ ضمیر لائی جاتی ہے اس ضمیر کا نام اگر مذکر میں ہے تو ضمیر شان اور مؤنث میں ہے تو ضمیر قصہ نام رکھا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: ضمیر شان نام اس لئے رکھا جاتا ہے کہ یہ دونوں ضمیریں معہود فی الذہن ہی کی جانب رجوع ہوتی ہیں۔ ضمیر شان کی مثال قل ہو اللہ احد ہے۔ اللہ احد سے پہلے ہو ضمیر شان ہے۔ انہا زینب قائمۃ میں ہا ضمیر زینب قائمۃ سے پہلے مذکور ہے اور ضمیر قصہ ہے۔ قولہ ویدخل بین المبتدا۔ مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے اور یہ صیغہ مبتدا کے مطابق ہوتا ہے، افراد تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث میں اسی طرح تکلم و خطاب و غیبوبت میں بھی۔ نیز کبھی کبھی خبر کے مطابق بھی لے آیا جاتا ہے، اس موقع پر صیغہ

فصل اسماء الاشارة مَا وضع لیدُلَّ علیٰ مشارٍ الیہ وھی خمسۃ الفاظٍ لستّۃِ معانٍ وَ ذالك ذا للمذکر وذان وذین لمثنّاہ وتا وتی وذی وتہ وذِہ وتھی وذھی للمؤنث وتان وتین لمثناہ واولاء بالمد وَالقصر لجمعھما وقد یلحق بِا وائلھا ھَاءُ التنبیہ نحو ھٰذا وھٰذان وَھٰؤلاء ویتصلُ باواخرھا حرفُ الخطاب وھی ایضًا خمسۃ الفاظٍ لستۃ معانٍ نحو کَ کُمَا کُمْ کِ کُمَا کُنَّ فذلك خمسۃٌ وعشرون الحاصل من ضربِ خمسۃٍ فی خمسۃٍ وھی ذالکَ الیٰ ذاکن وذانک الیٰ ذانکن وکذالك البواقی وَ اعلم ان ذا للقریب وذلك للبعید وَ ذَاكَ للمتوسط۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مرفوع کا کہا گیا ہے ضمیر مرفوع نہیں کہا اس لئے کہ اسکا ضمیر ہونا مختلف فیہ ہے چنانچہ خلیل نحوی کے نزدیک ضمیر حرف ہے اور یہی صحیح ہے اور دوسروں کے نزدیک ضمیر اسم ہے اور بعض نحویوں نے کہا ہے کہ ضمیر میں محل اعراب نہیں ہے۔ اور کوفی اس کے برخلاف ہیں اور کسائی کے نزدیک اس کا محل مابعد کے مطابق ہوتا ہے۔ اور فراء نحوی کے نزدیک اس کا محل اس کے ماقبل کے مطابق ہوتا ہے۔

اذا کان الخبر۔ صیغہ مرفوع منفصل اس موقع پر لاتے ہیں جبکہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل ہو اور مِن کے ساتھ اسکا استعمال کیا گیا ہو۔ اس ضمیر کا نام ضمیر فصل ہے بصریوں کے نزدیک، کیونکہ یہ مبتدا اور خبر کے درمیان فصل کرتی ہے اور کوفیہ نحوی اسکا نام عمادی رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ضمیر ستون (عماد) کی طرح خبر کی حافظ ہوتی ہے۔ جیسے زید مبتدا کے بعد ھو پھر القائم اس کی خبر ہے۔ اور کان زید ھوافضل من عمرو ھو ضمیر اس خبر سے قبل واقع ہے جو افعل من کے ساتھ استعمال کی گئی ہے۔ کنت انت الرقیب علیھم خبر معرفہ اور کنت مبتدا کے درمیان انت ضمیر منفصل لائی گئی ہے۔

ترجمہ مبنیات کی دوسری قسم اسماء اشارہ ہیں۔ اشارہ وہ اسم ہیں جو وضع کیے گئے ہیں تاکہ وہ مشارٌ الیہ پر دلالت کریں اور وہ پانچ الفاظ ہیں۔ چھ معانی کے لئے آتے ہیں۔ اور ذالک، ذا واحد مذکر کے لئے، ذان، ذین تثنیہ مذکر کے لئے۔ تا، وتی، ذی، تہ، ذِہ، تھی وذھی مؤنث کے لئے اور تانِ تین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اولاء مد کے ساتھ اور اولاء قصر کے ساتھ ان دونوں کی جمع کے لئے اور کبھی کبھی ان کے شروع میں ہاء تنبیہ لاحق کر دی جاتی ہے۔ جیسے ہٰذا، ہٰذان، ہٰؤلاء اور ان کے آخر میں حرف خطاب شامل کر دیا جاتا ہے اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معنی کے لئے جیسے کَ کما کم کِ کنَّ کُنَّ یہ سب پچیس ہو گئے پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاک سے ذاکن تک اور ذانک سے ذانکن تک۔ اسی طرح باقی کی گردان ہیں۔

تشریح اسماءِ اشارہ : مبنیات کی دوسری قسم اسماءِ اشارہ ہیں۔ اسماءِ اشارہ وہ اسم ہیں جو وضع کئے گئے ہیں تاکہ مشارٌ الیہ (جس کی جانب اشارہ کیا جائے) دلالت کریں اس جگہ اشارہ سے اشارہ حسی مراد ہے۔ اور وہ جوارح بدنی سے ہو یا اعتقاد سے۔ لہٰذا ضمیر غائب یا ان اسماء سے جن کا اشارہ ذہنیہ ہوتا ہے۔ اعتراض وارد نہ ہوگا۔

وھی خمسۃ الفاظ۔ اسماءِ اشارہ پانچ الفاظ ہیں، معنی چھ کے دیتے ہیں۔ کیونکہ مشارٌ الیہ مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا، پھر مفرد ہوگا یا مثنیٰ و مجموع ہوگا۔ مجموع چونکہ مذکر و مؤنث میں مشترک ہے اس لئے الفاظ پانچ معانی چھ ہو گئے۔

وذالک، ذا۔ اسمائے اشارہ میں سے ذا واحد مذکر کے لئے۔ ذان برائے تثنیہ مذکر بحالت رفع اور ذَین برائے تثنیہ بحالت نصب وجر۔ اسی طرح تا، تی، تہ، ذی، ذہ، تِھی، ذِہی واحد مؤنث کے لئے۔ تانِ تثنیہ مؤنث کے لئے بحالتِ رفع اور تین تثنیہ مؤنث کے لیے بحالت نصب وجر۔ اور اُولاء مد و قصر دونوں کے ساتھ۔ ذان اور ذین بعض علماء نحو کے نزدیک اس وجہ سے ان کا الف حالت نصب و جر میں یاء سے بدل جاتا ہے۔ مثنیٰ اسی طرح معرب میں۔ اور بعض کے نزدیک الف کے یاء سے بدل جانے کے باوجود چونکہ علتِ بناء باقی رہتی ہے۔ ایسے ہی جیسے مفرد اور جمع میں باقی رہتی ہے یہ مبنی ہیں اور ابو اسحاق زجاج سے ہے مثنیٰ مطلقاً مبنی ہے کیونکہ وہ واو عطف کو مبنی ہوتا ہے بعض کے نزدیک ذان رفع، نصب، جر تینوں حالتوں میں ذان ہی رہتا ہے۔

قولہ: واولاءُ بالمد والقصر۔ اولٰی۔ اولاء اسم اشارہ جمع ہے۔ جمع مذکر و جمع مؤنث ذوی العقول میں سے ہوں یا غیر ذوی العقول سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی مذکورہ اسماءِ اشارہ کے شروع میں ہاء تنبیہ لاحق کر دیا جاتا ہے۔ ہٰذا۔ ہذان۔ ہٰذین، ہاتا اور ہاتین اور ہٰؤلاء۔

ویتصل باواخرہا۔ اور اسماءِ اشارہ کے آخر میں کٖ خطاب کا لاحق کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی پانچ اسم ہیں اور چھ معنی کے لئے ان میں تثنیہ مشترک ہے۔ جیسے کَ۔ کما۔ کم۔ کِ۔ کُنَّ (تثنیہ مذکر و مؤنث کے لئے) حرف ایک ہے یعنی کما۔

فذالک خمسۃ وعشرون۔ پس اسماءِ اشارہ جن کے آخر میں حرف خطاب لاحق کیا جاتا ہے وہ مجموعی طور پر پچیس ۲۵ ہیں اور چھتیس معنی کے لئے آتے ہیں (المنہل)

الحاصل من ضرب خمسۃ فی خمسۃ۔ صورت اس کی یہ ہے ذاکَ، ذاکما، ذاکم، ذاکِ، ذاکما، ذاکنّ ان میں سے ذاکما مشترک ہونے کی بناء پر پانچ رہ گئے۔ اسی طرح ذانکَ، ذانکما، ذانکم، ذانکِ، ذانکن۔ پانچ یہ ہو گئے۔ اسی طرح تاکَ، تاکما الخ پھر تانک تانکما الخ پھر اولئک اولئکما اولئکم اولئک اولئکن۔ اس طرح پچیس اسماء ہو جاتے ہیں۔

فصل الموصول اسمٌ لا يصلحُ ان يكونَ جُزءً اتامًا من جملة الا بصلة بعدهٗ والصلة جملةٌ خبريةٌ ولا بد من عائدٍ فيها يعودُ الی الموصول مثاله الذی فی قولنا جاء الذی ابوه قائمٌ او قام ابوه والذی للمذکر واللذان واللذین لمثناه والتی للمونث واللتان واللتین لمثناها والذین والاُولی لجمع المذکر واللاتی واللواتی واللاءِ واللائی لجمع المونث وما ومن وایٌّ وایّةٌ وذو بمعنی الذی فی لغة بنی طی کقول الشاعر شعر

فَاِنَّ الماءَ ماءُ ابی وجدّی ۞ وبیری ذو حفرتُ وذو طویتُ

ای الذی حفرتہ والذی طویتُہ والالف واللام بمعنی الذی صلتہ اسمُ الفاعل و اسم المفعول نحو جاء نی الضاربُ زیدًا ای الذی یضرب زیدًا او جاءنی المضروبُ غلامُہٗ ویجوز حذف العائد من اللفظ ان کان مفعولًا نحو قام الذی ضربتُ ای الذی ضربتہٗ واعلم ان ایًّا وایّةً معربةٌ الا اذا حُذف صدر صلتھا کقولہ تعالی ثم لننزعنّ من کل شیعةٍ ایّھم اشدّ علی الرحمٰن عتیًّا ای ھو اشدّ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) واعلم ان ۔ ذا اسم اشارہ مشارٌ الیہ قریب کے لئے اور ذالک اشارہ بعید کے لئے اور ذاک متوسط کے لئے استعمال کیا جاتا ہے متوسط سے مراد یہ ہے کہ نہ زیادہ قریب نہ زیادہ بعید ہو بلکہ بین بین ہو۔

ترجمہ مبنیات کی تیسری فصل موصول وہ اسم ہے جو صلاحیت نہ رکھتا ہو جملہ کا جزء تام بننے کی؛ لیکن اس صلہ کی وجہ سے جو اس کے بعد ہو۔ اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے اس جملے میں ایک عائد (ضمیر) کا ہونا جو موصول کی جانب راجع ہو۔ اسکی مثال الذی ہے۔ ہمارے قول جاء الذی ابوہ قائم یا قام ابوہ اور الذی مذکر کے لئے اللذان اور اللذین اس کے مثنیٰ (تثنیہ) کے لئے اور التی مؤنث کے لئے اور اللتان واللتین اس کی تثنیہ کے لئے اور الذین اور اُلی جمع مذکر کے لئے اور اللاتی، اللواتی اور اللائی جمع مؤنث کے لئے اور ما، من، ایّ، ایّۃ اور ذو جو الذی کے معنیٰ میں ہو۔ بنو طی کی لغت میں جیسے شاعر کا قول شعر۔ ترجمہ شعر۔ پس بے شک پانی میرے باپ دادا کا پانی ہے۔ اور میرا کنواں جس کو میں نے کھودا اور برابر کیا ہے۔ یعنی ذو معنی میں الذی کے ہے ذو طویتُ کے معنی میں الذی طویتُ اور ذو حفرت الذی حفرت کے معنی میں ہے۔ یعنی جس کو میں نے کھودا اور برابر کیا ہے۔ ذو حفرت معنیٰ میں الذی حفرت کے ہے اور ذو طویت معنیٰ میں الذی طویت کے ہے اور الف لام جو الذی کے معنی میں آتے ہیں ان کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتے ہیں جیسے جاء نی الضارب زیداً یعنی الذی یضرب زیداً۔ دوسری مثال جاء نی المضروب غلامہ ہے اور عائد کا حذف کر دینا لفظوں سے جائز ہے، اگر وہ کلام میں مفعول واقع ہو۔ جیسے قام الذی ضربت یعنی الذی ضربتہ اور جان تو کہ بے شک ایّ اور ایّۃ دونوں معرب ہیں۔ لیکن جب کہ اس سے

صلہ کا شروع حصہ حذف کر دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ۔ ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی الرحمٰن عتیا یعنی ھو اشد پھر ہر ہر امت سے نکال لیں گے ہر اس شخص کو جو رحمٰن پر زیادہ ہوگا باعتبار نافرمانی کے ۔

تشریح اسم موصول یہ بھی مبنیات میں سے ہے ۔ اس لئے کہ یہ بھی حرف کی طرح معنیٰ دینے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے نیز جس طرح حرف جزو ہوتا ہے یہ بھی جملہ کا جزو ہوتا ہے ۔

اسم موصول کی اصطلاحی تعریف : ۔ موصول وہ اسم ہے جو جملہ کے جزء تام بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو لیکن صلہ کے بعد (یعنی موصول و صلہ مل کر جملہ بنتے ہوں) اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جس کا مضمون مخاطب کو معلوم ہوتا ہے ۔ تاکہ شیٔ کی تعریف بالمساوی یا تعریف شیٔ بالاخفیٰ ہونا لازم نہ آئے ۔ اور صلہ کے جملہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موصولات کی وضع اس لئے ہوئی ہے کہ وہ جملہ کو معرفہ کی صفت بنا دیں ۔ اور التاثیر فی نفسہ ثابت نہیں ہوتا ۔ اور ثبوت شیٔ لشیٔ فرع ہے کہ پہلے وہ خود بھی تو ثابت ہو اور جزء تام سے مراد یہ ہے کہ مبتداء ہو یا خبر یا فاعل وغیرہ ۔ بہرحال صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو اسم موصول کی جانب راجع ہو ۔ اسکی مثال الذی ہے جو ان دونوں میں مذکور ہے ۔ جیسے ہمارا قول جاء الذی ابوہ قائم یا جاء الذی قام ابوہ ۔ اول مثال جملہ اسمیہ خبریہ کی ہے ۔ دوسری مثال جملہ فعلیہ خبریہ کی ہے ۔

والذی للمذکر ۔ اور الذی اسم موصول واحد مذکر کے لئے اللذان ہمیشہ مذکر کے لئے بحالت رفع ۔ اور اللذین تثنیہ کے لئے حالت نصب و جر میں مشتمل ہوتا ہے ۔ اسی طرح التی واحد مؤنث کے لئے اور اللتان تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفع میں اور اللتین تثنیہ مؤنث کے لئے حالت نصب و جر میں ۔ اور الذین جمع مذکر اسی طرح اولی جمع مذکر کے لئے ۔ اور اللاتی ، اللواتی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کے لیے آتے ہیں ۔ اور ما ، من ایٌّ ، ایۃ ذوی العقول وغیر ذوی العقول اسی طرح واحد ، تثنیہ و جمع سب میں مساوی ہیں ۔ اور بنو طے کی لغت میں ذو بھی الذی کے معنیٰ دیتا ہے جس طرح شاعر نے اپنے شعر میں ذو حفرت یعنی الذی حفرت ۔ ذو طویت کے معنیٰ الذی طویت (وہ کنواں جس کو میں نے کھودا ہے اور جس کو میں نے لیپا اور برابر کیا ہے ۔

بنو طے ذو کو الذی کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں ۔ مصنف نے اس دعوے کی تائید میں اسی قبیلے کے ایک شاعر کا قول نقل کیا ہے جس میں ذو کو بمعنی الذی لیا گیا ہے ۔ شاعر کا نام سنان بن فحل تھا ۔ اور اسی قبیلہ بنو طے کا رہنے والا تھا ۔ شعر میں ماء ابی وجدی کا مطلب یہ ہے ۔ یہ پانی میرے آباء و اجداد کا ہے اور یہ مجھ کو وراثت میں ملا ہے ۔ حفر کے معنیٰ زمین کھودنا اور طویت کے معنیٰ پتھر رکھ کر اس کو برابر اور گول کرنے کے ہیں ۔ یعنی پانی تو مجھ کو وراثت میں ملا ہے ۔ مگر اس کنویں کو باضابطہ شکل میں نے دی ہے ۔

والالف واللام ۔ ذو کی طرح الف لام بھی الذی کے معنیٰ میں آتے ہیں اور موصول بنتے ہیں ۔ لیکن ان کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے علاوہ دوسرا نہیں ہوتا ۔ جیسے جاءنی الضارب زیدا ۔ الضارب اسم فاعل ہے ۔ اور

اس میں الف لام الذی کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی میرے پاس وہ شخص آیا جو زید کو مارتا ہے۔ یعنی الذی یضرب زیدًا کے معنیٰ میں ہے اسی طرح دوسری مثال جارنی المضروب غلامہ آیا میرے پاس وہ شخص جس کا غلام مارا گیا ہے۔ معنیٰ میں الذی یضرب غلامہ' کے ہے۔ یعنی وہ جس کا غلام مارا جاتا ہے۔ الف لام کا صلہ اسم فاعل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ الف لام اور اسم فاعل دونوں ثبوت کے معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور تقدیر میں جملہ فعلیہ کے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ الف ولام مفرد کی صورت میں ہوتے ہیں اور اگر ان کو جملہ فرض کر لیا جائے تو تاویل یہ کی جاتی ہے کہ یہ الف ولام جو کہ موصول ہیں اس الف لام کے ساتھ جو کہ مفرد کے علاوہ دوسرے میں داخل نہیں ہوتے مشابہت رکھتے۔ اسی لئے ان کا صلہ اسم فاعل و اسم مفعول اختیار کیا گیا ہے تاکہ دونوں مقاصد حاصل ہو جائیں۔

قولہ ویجوز حذف العائد: جب ان کا صلہ جملہ واقع ہو تو اس جملے میں ایک ضمیر ہونا چاہیئے جو اس موصول کی جانب راجع ہو۔ یہ ضمیر کبھی کبھی لفظوں سے حذف کر دی جاتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ضمیر مفعول واقع ہو جیسے قام الذی ضربت، اصل میں قام الذی ضربتہ تھا۔ ہٗ ضمیر ضربت کا مفعول واقع ہے۔ اور ضربت سے اسکو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور اگر ضمیر مذکور فاعل کی ضمیر ہو تو اس کا حذف کرنا درست نہیں ہے۔ واعلم انّ ایا۔ چونکہ ایّ وایّۃ ہمیشہ مفرد کی جانب مضاف ہوتے ہیں۔ اور اضافت لازم ہے، اور اضافت مبنی ہونے کے منافی ہے۔ اس لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ ایّ وایۃ معرب ہیں۔ البتہ جب ان کے صلہ کا شروع کلمہ حذف کر دیا جائے۔ تو اس صورت میں یہ ضمیر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے مثال میں ایہم اشدّ اصل میں۔

فصل ا اسماء الافعال هو كلّ اسمٍ بمعنى الامر والماضي نحو رُوَيدَ زيداً اي امهله وهيهات زيدٌ اي بَعُدَ او كان على وزن فَعَالِ بمعنى الامر وهو من الثلاثي قياسٌ كنزالِ بمعنى أَنْزِلْ وتراكِ بمعنى اترك ويلحق به فعالِ مصدراً معرفةً كفجارِ بمعنى الفجور او صفةً للمؤنث نحو يا فساقِ بمعنى فاسقة ويا لكاعِ بمعنى لاكعة او علماً للاعيان المؤنثة كقطامِ وغلابِ وحضارِ وهٰذه الثلاثة ليست من اسماء الافعال وانما ذكرت هٰهنا للمناسبة۔

ترجمہ چوتھی قسم مبنیات کی اسماء افعال ہیں اور اسماء افعال ہر وہ اسم ہے جو امر اور ماضی کے معنیٰ میں ہو جیسے رُوَید زیداً یعنی امہلہ اس کو چھوڑ دو۔ اور ہیہات زید یعنی بَعُدَ۔ دور ہوگیا زید یا وہ اسم فعالِ کے وزن پر ہو جو معنیٰ میں انزل کے ہے۔ اور لفظ تراک معنی میں اترک کے ہے۔ اور اس کے ساتھ فعال بھی لاحق کر دیا گیا ہے۔ درانحالیکہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار فجور کے معنیٰ میں ہے۔ مؤنث کی صفت واقع ہو۔ جیسے یا فساق معنیٰ میں یا فاسقہ کے ہے۔ (فسق کرنے والی) اور یا لکاع معنی میں لاکعۃ کے ہے (وہ عورت جو نفس پرست اور کمینی ہو) یا خاص مؤنث کا علم ہو جیسے قطامِ (مؤنث کا نام ہے) غلاب اور حضار (ایک ستارہ کا نام ہے) اور یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں۔ صرف مناسبت کی وجہ سے یہاں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

تشریح مبنیات کی چوتھی فصل میں اسماء افعال کو بیان کیا گیا ہے۔ اسم افعال کی اصطلاحی تعریف اسم فعل ہر اس اسم کو کہتے ہیں جو امر یا فعل ماضی کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے رُوید زیداً۔ رُوید اسم ہے امہل کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی زید کو چھوڑ دے۔ دوسری مثال ہیہات زید میں لفظ ہیہات فعل ماضی بَعُدَ کے معنیٰ میں ہے۔ زید دور ہوگیا۔

او کان علیٰ وزن فعال۔ اسی طرح وہ اسم جو بروزنِ فعالِ ہو۔ وہ بھی امر کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اور فعالِ کا وزن ثلاثی سے قیاس کے مطابق آتا ہے۔ جیسے نزالِ انزل امر کے معنیٰ میں ہے (تو اتر) اسی طرح تراکِ معنیٰ میں اترک امر حاضر کے معنیٰ میں ہے یعنی چھوڑ دے۔

ویلحق بہ فعال مصدراً۔ اسی طرح فعال کا وزن جو امر حاضر کے معنی کے بجائے مصدر معرفہ ہو یعنی مصدر ہو اور معرفہ بھی۔ مثلاً کسی کا علم واقع ہو تو اس کو بھی امر حاضر کے ساتھ لاحق کر کے مبنی کر دیا گیا ہے۔ جیسے فجارِ فعالِ کا وزن ہے مگر فجور مصدر کے معنیٰ میں ہے اور معرفہ ہے۔

او صفۃ للمؤنث۔ یا فعال کا وزن ہو اور کسی مؤنث کی صفت واقع ہو اس کو بھی مبنی کے ساتھ لاحق کر لیا گیا ہے۔ جیسے یا فساق جو کہ فاسقۃ (فسق و فجور کرنے والی عورت) دوسری مثال یا لکاع ہے یہ بھی فعال کے وزن پر ہے اور لاکعۃ کے معنیٰ میں عورت کی صفت۔ خدا کی نافرمانی کرنے والی عورت۔

فصل الاصوات كل لفظ حُكي به صوتٌ كغاق لصوت الغراب او صُوِّت به البهائم كنخّ لاناخة البعير فصل المركبات كل اسم رُكِّب من كلمتين ليست بينهما نسبة فان تضمّن الثاني حرفاً يجب بناؤهما على الفتح كاحد عشر الى تسعة عشر الا اثنى عشر فانها معربة كالمثنّى وان لم يتضمن ذلك ففيها لغات افصحها بناء الاول على الفتح واعراب الثاني غير منصرف كبعلبكّ نحو جاءني بعلبكُّ ورأيت بعلبكَّ ومررت ببعلبكَّ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اوعلماً للاعیان المؤنثۃ ۔ یا فعال کا وزن ہو اور متعین مؤنث کا علم ہو ۔ جیسے قطام، غلاب اور حضار۔ نظام اور غلاب مؤنث کا علم اور حضار ستارہ کا نام ہے ۔ مگر یہ تینوں اسماء افعال نہیں ہیں صرف مناسبت کی وجہ سے بیان کر دیا گیا ہے ۔ یعنی یہ کہ یہ بھی فعالِ کے وزن پر ہیں ۔ اور مؤنث کے علم ہیں زیادتی معلومات کے لئے ذکر کر دیا گیا ہے ۔

ترجمہ اور اسماء اصوات ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی کی آواز کی حکایت کی گئی ہو ۔ جیسے غاق کوے کی آواز کے لئے ۔ یا وہ الفاظ جن کے ذریعہ جانوروں کو آواز دی جاتی ہو ۔ جیسے نخ، اونٹ کو بٹھاتے وقت اس لفظ کو بولتے ہیں ۔

فصل المرکبات :۔ اور چھٹی فصل مرکبات کے بیان میں ۔ مرکب ہر وہ اسم ہے جو کم از کم دو کلموں سے مرکب کیا گیا ہو ۔ جن دونوں کلمات کے درمیان کوئی نسبت (مناسبت) نہ ہو ۔ پس اگر ثانی اسم حرف کے معنی کو مشتمل ہو تو واجب ہے دونوں کی بناء فتحہ پر ۔ جیسے احد عشر سے تسعۃ عشر تک لیکن اثنا عشر کیونکہ وہ معرب ہے ۔ جیسے مثنیٰ معرب ہے ۔ اور اگر دوسرا اسم حرف کے معنی کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغات ہیں زیادہ فصیح یہ ہے کہ جزء اول فتحہ پر مبنی ہے اور دوسرے جزء کا اعراب غیر منصرف کا اعراب ہوگا ۔ جیسے بعلبک مثال جاءنی بعلبک رأیت بعلبک مررت ببعلبک ۔

تشریح الاصوات ۔ مبنیات کی پانچویں فصل اسماء اصوات کے بیان میں مشتمل ہے ۔ اور اسماء اصوات ہر اس لفظ کا نام ہے جس کے ذریعہ کسی کی آواز کی نقل کی گئی ہو ۔ جیسے لفظ غاق، کوے کی آواز نقل کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے ۔ یا وہ لفظ جس کے ذریعہ جانوروں کو آواز دی جاتی ہو ۔ (ان کے چلنے، دوڑنے، بیٹھنے، ادھر سے ادھر گھومنے وغیرہ ضرورت کے لئے جانوروں کو آواز دی جاتی ہے اس کے لئے ہر زبان میں مخصوص آوازیں ہوتی ہیں ۔ عربی میں بھی یہ دستور پایا جاتا ہے چنانچہ وہ اونٹ کو بٹھاتے کے لئے نخ کی آواز لگاتے تھے تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے ۔

اسماءِ اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ، چونکہ اسماءِ اصوات ان اسماء کے قائم مقام ہیں جن میں ترکیب نہیں پائی جاتی ۔ اسی لئے مبنی ہوتے ہیں ۔

فصلُ الکنایاتُ ھی اسماءٌ تدلُّ علی عددٍ مبھمٍ وھی کم وکذا اوحدیثٍ مبھمٍ وھُوَ کَیتَ وذیتَ واعلم اَنَّ کم علی قسمین استفھامیۃٌ ومابعدھا منصوبٌ مفردٌ علی التمییز نحوکم رجلاً عندکَ وخبریۃٌ ومابعدھا مجرورٌ مفردٌ نحوکم مالٍ انفقتہٗ اومجموعٌ نحوکم رجالٍ لقیتھم ومعناہ التکثیر وتدخل من فیھما تقول کم من رجلٍ لقیتہٗ وکم من مالٍ انفقتہٗ وقد یحذف التمییز لقیامِ قرینۃٍ نحوکم مالُکَ ای کم دینارًا مالک وکم ضربتَ ای کم ضربۃً ضربتَ۔

سوال: اسماء اصوات کو بوقت ترکیب مبنی قرار دیا گیا مگر اسماء حروف جو کہ ب، ت وغیرہ کے اسماء ہیں ترکیب کے وقت ان کو معرب کیوں قرار دیا گیا۔ الجواب: اسماء حروف رجل کی طرح اپنے مسمّٰی کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ اس لئے ترکیب کے وقت اعراب کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں بخلاف اسماءِ اصوات کے ترکیب کے وقت ان کے مسمّٰی کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔

حکی بہ صوت۔ جن اسماء کے ذریعہ آوازوں کی حکایت کی جائے خواہ جانوروں کی آوازیں ہوں یا جمادات کی۔ فصل المرکبات: بنیات کی چھٹی فصل مرکبات ہے۔ مرکب وہ اسم ہے جو دو ایسے کلمات سے مرکب ہو۔ جن دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہ پائی جاتی ہو۔ نسبت عام ہے اسنادی ہو یا غیر اسنادی۔ اور نہ اضافت ہو۔

فان تضمن الثانی۔ پس ان دونوں اسموں میں سے دوسرا اسم (یعنی بعد والا اسم) حرف کو متضمن ہو تو دونوں کا مبنی بر فتحہ ہونا واجب ہے۔ جیسے احدعشر سے تسعۃ عشر تک۔ البتہ درمیان میں اثنیٰ عشر معرب ہے جس طرح مثنّٰی معرب ہے۔ وان لم یتضمن اور دوسرا اسم اگر حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں متعدد لغات ہیں زیادہ فصیح اول کا مبنی ہونا ہے فتحہ پر، کیونکہ وہ وسط میں ہوتا ہے۔ اور وسط اعراب سے مانع ہوتا ہے لہٰذا جزء اول کو فتحہ پر مبنی قرار دیا اور دوسرے جزء کو غیر منصرف جیسا اعراب دیا جائے گا۔ یعنی اُس پر کسرہ وتنوین داخل نہ ہوں گے۔ جیسے بعلبک، بعلبک میں غیر منصرف کی دو علتیں پائی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ یہ علم ہے دوم مرکب ہے۔

ترجمہ مبنیات کی ساتویں فصل کنایات ہے۔ کنایات وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کم وکذا ہیں۔ اور حدیث مبہم (کوئی مبہم بات) پر دلالت کرتے ہوں اور اس کے لئے کیت وذیت ہے اور جان تو کہ بیشک کم دو قسم پر ہے۔ اول استفہامیہ اور اس کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز ہونے کی بناء پر۔ جیسے کم رجلاً عندک۔ دوسری قسم کم خبریہ ہے اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے۔ جیسے کم مالٍ انفقتہٗ، یا مجموع ہوتا ہے جیسے کم رجالٍ لقیتھم۔ اس کے معنی کثرت بیان کرنے

کے ہیں۔ اور دونوں میں مِن داخل ہوتا ہے جیسے تو کہے کہ من رجل لقیتہٗ (کتنے ہی آدمی ہیں میں نے ان سے ملاقات کی) اور کم مِن مالٍ انفقتہٗ (کتنا ہی مال ہے کہ میں نے اس کو خرچ کر دیا) اور کبھی تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے۔ جیسے کم مالک یعنی کم دینارًا مالک اور کم ضربت یعنی کم ضربۃً ضربت۔

تشریح قولہٗ الکنایات :۔ وہ اسماء جن کے ذریعہ کنایہ کیا جاتا ہو ان میں سے بعض اسماء مبنی ہیں تمام کے تمام اسماء کنایہ مبنی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ بعض ان میں سے معرب بھی ہیں۔ مثلاً فلان اور فلانۃ بول کر علم سے کنایہ کیا جاتا ہے وغیرہ۔

بہرحال کنایات وہ اسم ہیں جو عدد مبہم یا حدیث مبہم پر دلالت کریں یعنی ابہام اور خفاء کو دور کریں عدد سے ابہام کو دور کرنے والے کم اور کذا ہیں اور حدیث سے خفاء کو دور کرنے والے اسماء کیت و ذیت ہیں۔ اور کم اور کذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہمزہ استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ کو کم استفہامیہ پر محمول کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح کذا، کاف اور ذا سے مرکب ہے اور یہ دونوں حروف مبنی ہیں۔ لہٰذا ان سے مرکب کذا بھی مبنی ہے۔ کیتَ اور ذیتَ کے معنیٰ ہیں ایسا ایسا۔ کبھی کبھی یہ کیتُ و ذیتُ مضموم استعمال ہوتے ہیں۔ نیز دونوں واو عطف کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں۔ مثلاً فلان کیتُ و ذیتُ فلاں شخص ایسا ایسا ہے۔

قولہٗ واعلم ان کم۔ پھر کم کی دو قسمیں ہیں۔ کم استفہامیہ اور کم خبریہ۔ کم استفہامیہ کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے تمیز ہونے کی بنا پر۔ اہلِ عرب سے اسی طرح سُنا گیا ہے۔ جیسے کم رجلاً عندک۔ تیرے پاس کتنے آدمی ہیں۔ دوسری قسم کم خبریہ ہے۔ اس کا مابعد مجرور اور مفرد ہوتا ہے۔ جیسے کم مالِ انفقتہٗ کتنا مال میں نے خرچ کر دیا ہے۔ او مجموع، کم خبریہ کبھی جمع کا صیغہ ہوتا ہے۔ جیسے کم رجالٍ لقیتہم کتنے آدمیوں سے تو نے ملاقات کی۔ اور کم خبریہ کے معنی انشاء تکثیر کے لئے جاتے ہیں۔

کم خبریہ کے مدخول مفرد کے مجرور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کم خبریہ تکثیر کے لئے ہوئی تو وہ عدد کثیر کے مشابہ ہو گئی۔ جیسے کثرت کے معنی مائۃ الف دیتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ عدد کثیر مفرد کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ یہی حال اس تمیز کا بھی ہے جو اس کے مشابہ ہو، وہ بھی مجرور مفرد ہوگی۔ اور مجموع کے تمیز واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم خبریہ کثرت کی تصریح میں عدد صریح الکثرۃ کے مانند نہیں ہے۔ اس لئے صریح معنیٰ کی نیابت کی وجہ سے اس کی تمیز کو جمع لے آتے۔

قولہٗ وندخل من فیہما :۔ اور کم خبریہ اور کم استفہامیہ دونوں کے مدخول کے شروع میں یعنی مفرد و جمع دونوں کے شروع میں مِن بیانیہ بھی لے آتے ہیں۔ اور مِن بیانیہ کا لانا بطور جواز کے ہے۔ جیسے کم مِن رجل لقیتہٗ اور کم من مال انفقتہٗ۔ اول کم استفہامیہ کی مثال ہے۔ اور ثانی مثال کم خبریہ کی ہے۔ جن کے مدخول پر من بیانیہ داخل کیا گیا ہے۔

وَاعلم انَّ کم فی الوجھین یقع منصوبًا اذا کان بعدہ فعلٌ غیرُ مشتغل عنہُ بضمیرہٖ نحو کم رجلًا ضربتُ وکم غلامٍ ملکتُ مفعولًا بہٖ ونحو کم ضربۃً ضربتَ وکم ضربۃٍ ضربتُ مصدرًا او کم یومًا سرتَ وکم یومٍ صمتُ مفعولًا فیہ ومجرورًا اذا کان قبلہ حرفُ جرٍّ او مضاف نحو بکم رجلٍ مررتَ وعلٰی کم رجلٍ حکمتُ وغلام کم رجلًا ضربتَ و مالُ کم رجلٍ سلبتُ ومرفوعًا اذا لم یکن شیئًا من الامرین مبتدًا ان لم یکن ظرفًا نحو کم رجلًا اخوکَ وکم رجلٍ ضربتہ وخبرًا ان کان ظرفًا نحو کم یومًا سفرکَ وکم شھرٍ صومی۔

قولہ وقد یحذف التمیز۔ اور کلام سے کبھی تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ قرینہ موجود ہو جیسے کم مالک اصل میں کم دینار مالک تھا۔ اور کم ضربت کی اصل کم ضربۃً ضربت تھی یہ پہلی مثال سے دینار کو اور دوسری سے ضربۃً کو قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ اور جان تو کہ بے شک کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی فعل ہو جو اس سے بے پرواہ نہ ہو۔ اسکی ضمیر کی وجہ سے۔ جیسے کم رجلًا ضربت اور کم غلام ملکت اور وہ مفعول بہ ہوگا اور کم ضربۃً ضربتَ اور کم ضربۃٍ ضربتُ مفعول مطلق یعنی مصدر ہیں (ضربۃً اور ضربۃٍ دونوں مفعول مطلق اور مصدر ہیں) اور کم یومًا سرتَ میں یومًا۔ اسی طرح کم یومٍ صمت میں یومًا دونوں مفعول فیہ واقع ہیں اور حرف کم مجرور ہوگا جبکہ اس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو جیسے بکم رجلًا مررتُ اور علی کم رجلٍ حکمتُ اور غلام کم رجلًا ضربتَ اور مال کم رجلٍ سلبتُ۔ یہ دونوں مضاف کی مثالیں ہیں۔ اور کم مرفوع ہوگا جب دونوں میں سے کوئی نہ ہو یعنی منصوب و مجرور میں سے کوئی نہ ہو۔ مبتدا ہونے کی بنا پر، اگر ظرف نہ ہو جیسے کم رجلًا اخوک اور کم رجلٍ ضربتہٗ اور کم خبر واقع ہوگا اگر ظرف ہو جیسے کم یومًا سفرک وکم شھرٍ صومی۔

تشریح کم خبریہ اور استفہامیہ کا اعراب: اور کم دونوں صورتوں میں یعنی جب کہ وہ استفہامیہ ہو یا خبریہ ہو، محلًا منصوب ہوگا۔ اسی طرح محلًا مجرور اور مرفوع بھی ہوتا ہے۔

کم خبریہ و استفہامیہ کے منصوب ہونے کی پہچان۔ جب کم کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو، جو اس کی ضمیر کی وجہ سے اس سے بے پرواہ نہ ہو۔ غیر مشغول کی قید سے کم رجلًا ضربتہٗ اور کم رجل ضربتہٗ سے احتراز کیا گیا ہے جبکہ کم کو مبتدا قرار دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ اس کے بعد فعل غیر مشتغل مقدر نہیں ہوا کرتا۔ کم محلًا منصوب ہوگا فعل مذکور کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔ کم خبریہ کی مثال کم رجلًا ضربت، کم خبریہ ہے اور ضربت کا مفعول ہونے کی وجہ سے محلًا منصوب ہے۔ دوسری مثال کم رجل ملکتُ کم استفہامیہ کی مثال ہے اور کم محلًا منصوب ہے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح کم ضربۃً ضربت کم استفہامیہ کی مثال ہے اور کم منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے۔ اور کم ضربۃٍ ضربتُ کم خبریہ کی مثال ہے اور محلًا منصوب ہے مفعول مطلق یا مصدر ہونے کی بناء پر۔ اسی طرح کم یومًا سرتَ

فصل الظروف المبنیۃ علی اقسام منہا ما قُطِعَ عن الاضافۃ بان حُذِفَ المضاف الیہ کقبلُ وبعدُ وفوقَ وتحتَ قال اللہ تعالیٰ للہ الامر من قبلُ ومن بعدُ ای من قبل کل شیٔ ومن بعد کل شیٔ ھٰذا اذا کان المحذوف منویاً للمتکلم والا لکانت معربۃ وعلیٰ ھٰذا اقرئ للہ الامر من قبلٍ ومن بعدٍ وتسمّٰی الغایات۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) میں کم استفہامیہ ہے اور مفعول فیہ ہونے کی بنا پر محلاً منصوب ہے۔ کم یوماً صمت کم خبریہ ہے اور کم محلاً منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی بنا پر۔

ومجروراً۔ اور کم محلاً مجرور ہوتا ہے جبکہ اس کے ماقبل کوئی حرف واقع ہو یا مضاف واقع ہوا در کم اسکا مجرور یا مضاف الیہ ہو۔ مثلاً کم استفہامیہ کی مثال بکم رجلاً مررتَ، تو کتنے آدمیوں کے قریب سے گزرا۔ اور کم خبریہ کی مثال جیسے علیٰ کم رجل حکمتُ۔ کتنے مرد ہیں جن پر میں نے حکم کیا۔ مثال کم استفہامیہ کی جس سے پہلے مضاف ہو۔ غلامَ کم رجلاً ضربتَ۔ کتنے مرد کے غلاموں کو تو نے مارا۔ اور کم خبریہ کی مثال جس سے پہلے مضاف ہو۔ مال کم رجلٍ سلبتُ۔ میں نے کتنے ہی آدمیوں کے اموال چھین لئے۔

ومرفوعاً اذا لم یکن۔ اسی طرح کم محلاً مرفوع بھی ہوتا ہے جبکہ مذکورہ بالا دونوں چیزیں نہ ہوں یعنی اس سے پہلے حرف جر اور مضاف نہ ہو، تو کم مرفوع ہوتا ہے۔ محلاً مبتدا ہو کر اگر ظرف واقع نہ ہو۔ جیسے کم استفہامیہ کی مثال جبکہ محلاً مرفوع ہو مبتدا ہونے کی وجہ سے۔ کم رجلاً اخوک۔ کم ممیز رجلاً تمیز سے مل کر مبتدا، اخوک اس کی خبر۔ کتنے مرد تیرے بھائی ہیں۔ مثال کم کے مبتدا ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہونے کی جبکہ کم خبریہ ہو، کم رجلٍ ضربتہ۔ کتنے ہی مرد ہیں میں نے ان کو مارا۔ کم ممیز مضاف رجلٍ تمیز مضاف الیہ سے مل کر مبتدا۔ ضربتہ، اس کی خبر۔

وخبراً ان کان ظرفاً۔ اور کم استفہامیہ وخبریہ محلاً مرفوع ہوتا ہے خبر ہونے کی وجہ سے اگر ظرف ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال کم یوماً سفرک، کم یوماً خبر مقدم سفرک مبتدا مؤخر ہے۔ کتنے دن ہیں تیرے سفر کے۔ اور کم خبریہ کی مثال کم مرفوع محلاً ہے خبر ہونے کی وجہ سے جیسے کم شہرٍ صومی کتنے ہی مہینے ہیں میرے روزے۔

ترجمہ آٹھویں فصل مبنیات کی وہ ظروف ہیں جو مبنی ہوتے ہیں۔ وہ چند قسموں پر ہیں۔ اول ان میں سے وہ اسماء ظروف ہیں جو قطع کر لئے گئے ہوں اضافت سے بایں طور کہ ان کا مضاف الیہ حذف کر دیا گیا ہو جیسے قبلُ، بعدُ، فوقَ، تحتَ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا للہ الامر من قبلُ ومن بعدُ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں سارے امور پہلے کے اور بعد کے) یعنی ہر شی کے پہلے کے اور ہر چیز کے بعد کے امور سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ یہ جب کہ اسم محذوف متکلم کی نیت میں موجود ہو اور نہ البتہ یہ معرب ہوں گے۔ اسی وجہ سے پڑھا گیا ہے۔ للہ الامر من قبلٍ ومن بعدٍ اور ان کا نام غایات رکھا جاتا ہے۔

وَمنها حیث بُنیت تشبیہاً لها بالغایات لملازمتها الاضافۃ الی الجملۃ فی الاکثر قال اللہ تعالیٰ سنستدرجھم من حیث لا یعلمون وقد یضاف الی المفرد کقول الشاعر اما تری حیث سُھیل طالعاً ای مکان سھیل فحیث ھٰذا بمعنیٰ مکان وشرطہ ان تضاف الی الجملۃ نحو اجلس حیث یجلس زید ومنها اذا وھی للمستقبل واذا دخلت علی الماضی صار مستقبلاً نحو اذا جاء نصر اللہ وفیہا معنی الشرط ویجوز ان تقع بعدھا الجملۃ الاسمیۃ نحو اٰتیک اذا الشمس طالعۃ والمختار الفعلیۃ نحو اٰتیک اذا طلعت الشمس وقد تکون للمفاجاۃ فیختار بعدھا المبتدأ نحو خرجتُ فاذا السبع واقف ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) **تشریح**: اسماء ظرف مبنیہ ۔ مبنیات کی ایک قسم اسماء ظروف بھی ہیں اور انکی متعدد قسمیں ہیں اول ان اقسام میں سے وہ اسماء ہیں جو مقطوع الاضافۃ ہوں یعنی ان کے مضاف الیہ کو حذف کردیا گیا ہو ۔ ان کے مبنی ہونے کی شرط یہ ہے کہ ان کا مضاف الیہ منوی ہو ۔ یعنی متکلم کی نیت وارادے میں موجود ہو ۔ لفظوں سے مضاف الیہ کو صرف حذف کردیا گیا ہو ۔ چونکہ یہ مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے وصف احتیاج میں یہ حرف کے مشابہ ہوگئے ۔ اسی مشابہت اور احتیاج کی وجہ سے ان کو مبنی قرار دیا گیا ہے ۔ نیز یہ حرف کے معنی کو متضمن بھی ہوتے ہیں ۔

والا لکانت معربۃ ۔ اور اگر مذکورہ بالا اسماء قبل، بعد، فوق، تحت وغیرہ مضاف الیہ کیساتھ ہوں یعنی ان کا مضاف الیہ لفظوں میں موجود ہو یا ان کا مضاف الیہ متکلم کے ذہن ونیت میں نہ ہو تو پھر دونوں صورتوں میں یہ مبنی کے بجائے معرب ہوتے ہیں اور عوامل کے مطابق ان پر اعراب داخل ہوتا ہے ۔ اسی وجہ سے مذکورہ بالا آیت میں ایک قرأت من قبلٍ ومن بعدٍ کی بھی ہے ۔

وتسمی الغایات ۔ اسماء ظروف کا نام غایات رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ نطق میں غایت ہوتے ہیں جبکہ بلا کسی عوض کے ان کے مضاف الیہ کو حذف کردیا گیا ہو ۔

ترجمہ اور انہی میں سے حیثُ ہے ۔ مبنی کیا گیا ہے اس کو تشبیہ دیتے ہوئے غایات کے ساتھ ۔ اسکے لازم ہونے کی وجہ سے اضافت الی الجمل کی طرف اکثر میں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سنستدرجہم من حیث لایعلمون، ہم ان کو ڈھیل دیتے رہیں گے اس طور پر کہ وہ جانتے نہ ہوں گے اور کبھی وہ (حیث) مضاف کردیا جاتا ہے مفرد کی جانب، جیسے شاعر کے قول میں ۔ ع : کیا تو نے سہیل کی جانب نہیں دیکھا جس وقت کہ وہ طلوع ہو رہا ہو ۔ یعنی سہیل کے طلوع ہونے کی جگہ کی جانب ۔ پس یہ حیث اس جگہ مکان کے معنی میں ہے اور اسکی شرط یہ ہے کہ وہ مضاف بنایا جائے جملہ کی طرف جیسے اجلس حیث یجلس زید ۔ بیٹھ جا جس جگہ زید بیٹھے اور ان میں سے اِذا ہے اور یہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور جب

یہ فعل ماضی پر داخل ہو تو مستقبل کے معنیٰ دیتا ہے۔ جیسے اذا جاء نصر اللہ جب آئے گی اللہ کی مدد اور اس میں شرط کے معنیٰ ہوتے ہیں اور جائز ہے کہ اس کے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو۔ جیسے آتیک اذا الشمس طالعۃ میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہو گا اور مختار فعلیہ ہے جیسے آتیک اذا طلعت الشمس میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہو گا۔ اور کبھی کبھی مفاجات کے لئے بھی آتا ہے پس اس کے بعد مختار ہے مبتدا کا لانا جیسے خرجت فاذا السبع واقف۔ نکلا میں پس اچانک درندہ کھڑا تھا۔

تشریح قولہ منہا حیث۔ ظروف مبنیہ میں سے حیث بھی ہے جو جگہ کے معنیٰ دیتا ہے۔ اور اخفش کا قول ہے کہ کبھی کبھی زمان کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً اجلس حیث زیدٌ جالسٌ یعنی بیٹھ اس زمانے میں جب کہ زید بیٹھنے والا ہو۔ بہر حال حیث بھی مبنی ہے۔ مذکورہ بالا غایات کے ساتھ اس کی تشبیہ دیتے ہوئے۔ کیونکہ حیث کے لئے بھی جملہ لازم ہے اکثر اوقات اور لزوم الی الجملہ معنیً ہے لفظاً نہیں ہے۔ جیسے اجلس حیث زید جالسٌ یعنی زید کے بیٹھنے کی جگہ تو بھی بیٹھ جا۔ عدم اضافت لفظاً اس وجہ سے کہ جملہ کی جانب اضافت کے معنیٰ درحقیقت مصدر کی جانب اضافت کے ہیں۔ اس لئے کہ جملہ مصدر کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے۔ پس حیث کی اضافت جملہ کی جانب ایسی ہی ہو گئی کہ اسکی اضافت ہی نہیں ہے اور اس کی مشابہت غایات کے ساتھ ہو گئی۔ کیونکہ یہ بھی مقطوع الاضافت ہو گیا۔ قال اللہ تعالیٰ سنستدرجہم من حیث لا یعلمون۔ اس آیت میں حیث کی اضافت لا یعلمون کی جانب ہے۔ اور لا یعلمون جملہ ہے۔ نوٹ: حیث کی اضافت جملہ کی جانب اکثری ہے۔ ورنہ کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ مصنف نے فرمایا قد یضاف الی المفرد کہ حیث کبھی کبھی مفرد کی جانب مضاف ہوتا ہے۔ جیسے شاعر کے قول میں حیث کی اضافت سہیل کی جانب کی گئی ہے۔ سہیل چمکدار ستارہ کا نام ہے۔ مگر حیث کی اضافت مفرد کی جانب قلیل ہے۔ ایسی صورت میں بعض کے نزدیک حیث معرب ہو جاتا ہے اس لئے جملہ کی جانب اضافت کی شرط فوت ہو گئی مگر مشہور یہی ہے کہ اس جگہ حیث مبنی ہے۔ اس لئے کہ اس جگہ حیث تری فعل کا مفعول بہ واقع ہے۔ بہر حال حیث سہیل طالعًا کے معنیٰ مکان سہیل کے ہیں یعنی سہیل نامی چمکدار ستارہ کے طلوع ہونے کی جگہ۔

و شرطہ ان یضاف الی الجملۃ۔ اور حیث کے مبنی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی جانب مضاف واقع ہو۔ جیسے اجلس حیث یجلس زید۔ بیٹھ جا جس جگہ زید بیٹھے۔ یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے حیث کے بعد جملہ اسمیہ بھی آتا ہے۔ جیسے اجلس حیث زید جالس۔

قولہ و منہا اذا۔ ظروف مبنیہ میں سے اذا بھی ہے۔ اس کے مبنی ہونے کی شرط وہی ہے جو آپ حیث میں ابھی پڑھ چکے ہیں۔ بہر حال اذا مستقبل کے معنیٰ ادا کرتا ہے لیکن جب یہ ماضی پر داخل ہو تو مستقبل کے معنیٰ میں ہو جاتا ہے۔ جیسے اذا جاء نصر اللہ۔

قولہ وفیہا معنی الشرط اور اذا کے اندر شرط کے معنیٰ بھی پائے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جملہ کے

وَمنها اذ وهيَ للماضي وتقع بعدَها الجملتان الاسمية والفعلية نحو جئتُكَ اذطلعت الشمس واذِ الشمسُ طالعة ومنها اين وَأنّٰى للمكانِ بمعنى الاستفهام نحو اين تمشي وانّٰى تقعُدُ وبمعنى الشرطِ نحو اين تجلسُ اجلس وانّٰى تقم اقُم ومنها متىٰ للزمان شرطًا واستفهامًا نحو متىٰ تصم اصم ومتىٰ تسافر ومنها كيف للاستفهام حالًا نحو كيف انت اي في ايِّ حالٍ انت۔ ومنها ايّانَ للزمان استفهامًا نحو ايّان يومُ الدين ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) معنیٰ کا مرتب ہونا دوسرے جملہ پر۔ معلوم ہوا کہ اذا حرف شرط کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے۔ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہونا اذا کے مبنی ہونے کی دوسری وجہ ہے ۔

ویجوزان تقع ۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اذا کے بعد بجائے جملہ فعلیہ کے بعد جملہ اسمیہ آجائے جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا۔ جیسے آتیک اذا الشمس طالعۃ ۔ میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہونے والا ہوگا والمختار الفعلیۃ مگر نحاۃ کے یہاں مختار جملہ فعلیہ ہی ہے۔ خواہ جملہ فعلیہ ایسا ہو کہ اس کی ابتداء ماضی سے کی گئی ہو یا مضارع سے ۔ مگر ماضی سے ابتداء زیادہ ہے۔ اور جب کہ اذا کے لئے شرط کے معنیٰ ولجب وضروری نہیں ہیں ۔ لہذا اس کے بعد فعل کا واقع ہونا مختار ہے ۔ واجب نہیں ہے (المنہل) جیسے آتیک اذا طلعت الشمس اس مثال میں اذا کے بعد فعل طلعت واقع ہے ۔

وقد تکون للمفاجاۃ ۔ اور کبھی کبھی اذا مفاجات یعنی کسی چیز کا ناگہانی اور اچانک رونما ہو جانا، کے لئے آتا ہے۔ جب اذا مفاجاۃ کے لئے آئے، تو پسندیدہ یہ ہے کہ اس کے بعد مبتدا مذکور ہو۔ جیسے خرجتُ فاذا السبع واقف، میں نکلا پس اچانک بھیڑیا کھڑا تھا۔ اذا کے مفاجات کے لئے آنے میں ایک قول یہ ہے کہ اذا ظرف کے لئے ہے ۔ یہ قول اخفش اور مختار ابن مالک کا ہے۔ دوم اذا ظرف مکان ہے ۔ یہ مبرد کا قول ہے اور مختار ابن عصفور کا۔ سوم اذا ظرف زمان ہے۔ یہ زجاج کا قول ہے اور زمخشری کا مختار ہے ۔

ترجمہ ظروف مبنیہ میں سے اذ بھی ہے اور یہ ماضی کے لئے آتا ہے اور واقع ہوتے ہیں اس کے بعد دو جملے ایک اسمیہ اور دوسرا فعلیہ جیسے جئتک اذا طلعت الشمس واذا الشمس طالعۃ (میں تیرے پاس آیا جب کہ سورج طلوع ہوا ۔ اور میں تیرے پاس آیا جب کہ سورج طلوع ہونے والا تھا) اور انہی میں سے این اور انّیٰ ہیں ۔ مکان کے لئے استفہام کے معنیٰ میں ۔ جیسے این تمشی تو کہاں جاتا ہے اور انّیٰ تقعد۔ تو کہاں بیٹھے گا اور شرط کے معنی کے لئے بھی آتا ہے جیسے این تجلس اجلس ۔ جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا۔ اور انّیٰ تقم اقم جہاں کہیں تو کھڑا ہوگا وہاں میں کھڑا ہوں گا ۔ اور ان میں سے متیٰ ہے زمانے کے معنی دینے کے لئے شرط کے لئے یا استفہام کے لئے جیسے متیٰ تصم اصم ۔ جب تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا ۔ اور استفہام کا ترجمہ تو کیا روزہ رکھے گا میں تو روزہ رکھوں گا دوسری مثال

متیٰ تسافر اسافر جب تو سفر کرے گا میں سفر کروں گا۔ تو کب سفر کرے گا۔ اور ان میں (ظروفِ مبنیہ میں سے) اَیَّانَ ہے زمان کے لئے استفہام کی صورت میں جیسے ایان یوم الدین۔ قیامت کا دن کب آئیگا۔ استفہام بھی ہے اور زمانہ بھی یعنی وقوعِ قیامت کے وقت کا سوال کیا گیا ہے۔

تشریح

منہا اذ۔ ظروفِ مبنیہ میں سے اذ بھی ہے چونکہ اس کی وضع حرف کی وضع کے مانند ہے اس لئے اس کو بھی مبنی قرار دیا گیا ہے۔ اذا کی طرح اذ بھی مفاجات کے لئے آتا ہے سیبویہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ اور اذ بینا اور بینما کے بعد ذکر کیا جاتا ہے (المنہل) بہرحال اذ ماضی کے معنی دیتا ہے اور اس کے بعد دو جملے ذکر کئے جاتے ہیں جیسے جئتک اذ طلعت الشمس اذ کے بعد جملہ فعلیہ مذکور ہے۔ واذ الشمس طالعۃ۔ اس مثال میں اذ کے بعد جملہ اسمیہ درج ہے۔

منہا این وانیٰ۔ ظروفِ مبنیہ میں سے این اور انیٰ بھی ہیں۔ یہ دونوں حرکت پر مبنی ہیں۔ سکون پر مبنی نہیں ہیں تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے۔ اور مبنی بر فتحہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یاء کے بعد ضمہ اور کسرہ کو ثقیل رکھا گیا ہے۔ (المنہل) بہر حال یہ دونوں مکان کے لئے آتے ہیں۔ استفہام کے معنیٰ میں جیسے این تمشی۔ اور انیٰ تقعد۔

ان دونوں مثالوں میں این اور انیٰ مکان کے لئے ہیں مگر زمانے کے معنیٰ کو متضمن ہیں اور دونوں شرط کے معنیٰ میں بھی آتے ہیں جیسے این تجلس اجلس اور انیٰ تقم اقم ہیں۔

ومنہا متیٰ للزمان۔ ظروف مبنیہ میں سے متیٰ بھی ہے جو زمانے کے لئے آتا ہے جبکہ کبھی شرط کے معنیٰ کو اور کبھی استفہام کے معنیٰ پر متضمن ہوا کرتا ہے۔ جیسے متیٰ تصم اصم اور متیٰ تسافرین۔

ومنہا کیف للاستفہام ظروف مبنیہ میں سے کیف بھی ہے بصورت حال کیفیت کے سوال کرنے کے آتا ہے۔ کیف خود ظرف کے لئے نہیں ہے بلکہ قائم مقام ظرف کے لئے ہے۔ اور حال وکیفیت کے سوال کرنے کے لئے آتا ہے اور بصریوں کے نزدیک کیف کے ساتھ لفظ ما کا اضافہ کر دیا جاتا ہے اور شرط کے معنیٰ لئے جاتے ہیں۔ اور کوفیوں کے نزدیک مطلقاً شرط کے لئے آتا ہے۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ حال میں اسکا عمل ظرف مکان کیلئے ہے۔ مثلاً کیف زید ضاحکاً ایسا ہی ہے جیسے این زید قائماً بہرحال کیف حالت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے کیف انت یعنی فی ای حالٍ انت۔ تو کس حالت میں ہے یعنی صحت و مرض وغیرہ میں سے تو کس کیفیت و حالت میں ہے۔

ومنہا ایان۔ ظروف مبنیہ میں سے اَیّان بھی ہے جو بطور استفہام زمانے کے لئے آتا ہے جس طرح متیٰ زمانہ کے لئے آتا ہے بطور استفہام کے مگر فرق یہ ہے کہ متیٰ ماضی و مستقبل دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور اَیّانَ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ اور بڑے بڑے عظیم امور کے علاوہ میں اس کا استعمال نہیں ہوتا اور اَیّانَ کے ہمزہ کا کسرہ سلیم کی لغت میں ہے اور اندلسی نے لکھا ہے کہ اِیّان کے نون کا کسرہ بھی ایک لغت

ومنھا مذ ومنذ بمعنی اوّل المدّة ان صلح جوابًا لمتیٰ نحو ما رأیتُہٗ مذ او منذ یوم الجمعة فی جواب من قال متی ما رأیت زیدًا ای اوّل مدة انقطاع رؤیتی ایاہٗ یوم الجمعة وبمعنیٰ جمیع المدة ان صلح جوابًا لکم نحو ما رأیتُہٗ مذ او منذ یومان فی جواب من قال کم مدة ما رأیت زیدًا ای جمیع مدة ما رأیتُہٗ یومانِ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہے ۔مگر چونکہ اس کی ہمسائیگی میں الف مذکور ہے ۔اس لئے الف کی مناسبت سے نون کو فتحہ بہتر ہے ۔ (منہل درایہ)

ترجمہ اور ان میں سے مذ اور منذ بھی ہیں جو اول مدت کو بیان کرتے ہیں اگر متیٰ کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے ما رأیتہ، منذ اور مذ یوم الجمعۃ ۔میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا ہے ۔اس شخص کے جواب میں جو کہے کب سے تو نے زید کو نہیں دیکھا یعنی اس کو میری رویت کے انقطاع کی اول مدت یوم جمعہ ہے ۔اور جمیع مدت کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اگر وہ کم کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔جیسے ما رأیتہ مذ او منذ یومان میں نے اس کو دو دنوں سے نہیں دیکھا اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا یعنی تمام مدت جس میں میں نے اس کو نہیں دیکھا ہے دو دن ہیں ۔

تشریح ظروف مبنیہ میں سے مذ اور منذ بھی ہیں ۔ان دونوں حروف میں منذ اصل اور مذ اس کی فرع ہے ۔اس لئے کہ مذ کی تصغیر مُنَیذ آتی ہے اور تصغیر میں صیغہ کے حروف اصلی واپس آجاتے ہیں مگر چونکہ کلام میں تخفیف مطلوب ہے ۔اس لئے مذ کو پہلے اس کے بعد منذ کو ذکر کیا گیا ہے ۔ ان دونوں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ دونوں اسم ہوں ۔ان کو حرف جارہ سے مشابہت حاصل ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ مذ کی وضع ایسی ہی ہے جیسے حرف کی وضع ہے اور منذ کو مذ پر قیاس کر لیا ۔تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کو حروف مبنیہ جو غایت پر دلالت کرتے ہیں ان کے ساتھ ان کو مشابہت حاصل ہے جس طرح حروف غایات کو اضافت سے قطع کر لیا جاتا ہے ۔اسی طرح مذ و منذ کو بھی اضافت سے قطع کر لیا گیا ہے اضافت سے معنوی اضافت مراد ہے ۔مگر یہ ہمیشہ مبنی ہوتے ہیں ۔کیونکہ مقطوع عن الاضافۃ ہیں ۔اس کے برخلاف حروف غایات جب اضافت کے ساتھ استعمال ہوں گے تو وہ مبنی نہیں رہتے ۔بہر حال مذ اور منذ اول مدت کے معنیٰ دیتے ہیں ۔اگر متیٰ کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں ۔ جیسے ما رأیتہ منذ یوم الجمعۃ اس شخص کے جواب میں اسنے پوچھا متیٰ ما رأیت زیداً ۔یعنی میرے نہ دیکھنے کی اول مدت یوم جمعہ ہے ۔مذ اور منذ کے دوسرے معنیٰ جمیع مدت کے بھی آتے ہیں ۔اگر یہ کم کا جواب بن سکتے ہوں جیسے ما رأیتہ، مذ او منذ یومان، اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کم مدت ما رأیت زیداً کتنی مدت سے تم نے زید کو نہیں دیکھا ہے یعنی جمیع مدت

وَمِنْهَا لَدَى وَلَدُنْ بِمَعْنَى عِنْدَ نَحْوُ الْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ عِنْدَ لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْحُضُورُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِي لَدَى وَلَدُنْ وَجَاءَ فِيهِ لُغَاتٌ أُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنَ وَلَدَنْ وَلَدْ وَلُدْ وَلِدْ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِي نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبَلِ الْمَنْفِي نَحْوُ لَا أَضْرِبُهُ عَوْضُ .

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جب سے میں نے اس کو نہیں دیکھا ہے وہ دو یوم ہے ۔

ترجمہ ظروف مبنیہ میں سے لدیٰ اور لدن ہیں جو عند کے معنیٰ دیتے ہیں ۔ جیسے المال لدیک تیرے پاس مال ہے اور ان دونوں (عند اور لدیٰ لدن) کے درمیان فرق یہ ہے کہ عند کے لئے شئی کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اور حاضر ہونا (موجود ہونا) ان دونوں میں (لدی لدن) میں ضروری ہے اور لدن میں دوسری لغات بھی منقول ہیں ۔ لَدْنِ ، لُدْنَ ، لَدَنْ ۔ لَدْ ، لُدْ ، لِدْ ۔ اور ظروفِ مبنیہ میں سے قطُّ ہے ۔ جو ماضی منفی کے لئے آتا ہے ۔ جیسے ما رأیتہ قطّ ۔ میں نے اس کو ہرگز نہیں دیکھا ۔ اور ان میں سے (ظروف مبنیہ میں) سے عوضُ ہے ، جو مستقبل کے لئے آتا ہے جیسے لا اضربہ عوض میں اس کو ہرگز نہ ماروں گا ۔

تشریح ظروفِ مبنیہ میں سے لدیٰ اور لَدُن بھی ہیں جو عند کے معنیٰ دیتے ہیں جیسے المالُ لدیک مال تیرے پاس ہے ۔ ان کے لئے ابتداء کے معنیٰ لازم ہیں ۔ اس وجہ سے یہ لفظ مِن کے ساتھ لازم ہیں ۔ خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو ۔ لہٰذا لدن اور اس کی تمام دوسری لغات مِن عند کے معنی میں ہوتے ہیں ۔ مگر لدیٰ اگرچہ عند کے معنیٰ میں ہے مگر اس کے لئے ابتداء کے معنیٰ لازم نہیں ہیں ۔ قولہٗ والفرق بینھن ۔ لدن جب عند کے معنیٰ میں ہے تو وہم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان اتحاد ہے ۔ کوئی فرق نہیں ہے اس لئے مصنف نے فرمایا دونوں کے درمیان فرق ہے ۔ عند میں شئی کا موجود ہونا شرط نہیں ہے ۔ لہٰذا المال عند زید اس وقت بھی کہا جا سکتا ہے جب زید کے پاس فی الحال مال موجود نہ ہو یا موجود ہو مگر اس کی ملک میں ہو حاضر نہ ہو ۔ اس کے برخلاف المال لدیٰ زید اسی وقت کہا جائے گا جب زید کے پاس مال تکلم کے وقت موجود اور حاضر ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ زید خالی ہاتھ ہو اور اس کا مال گھر یا خزانہ میں رکھا ہو ۔

وجاء فیہ لغات اُخر لَدُن ۔ میں مختلف دوسری لغات بھی ہیں ۔ لَدْنِ (نون مکسور دال ساکن لام کو فتحہ) لُدْنَ لام مضموم دال ساکن نون مفتوح ۔ لُدُن لام کو ضمہ دال کو سکون نون کو کسرہ ۔ لَدَنْ لام کو فتحہ دال کو فتحہ نون کو سکون ۔ لَدْ ۔ لُدْ ۔ لِدْ ۔ تینوں صورتوں میں دال کو سکون اور لام میں تینوں حرکات ، فتحہ ضمہ اور کسرہ یعنی سب کے ایک ہیں ۔

ومنہا قط ظروف مبنیہ میں سے قطّ بھی ہے جو ماضی منفی کے معنیٰ تاکید کے ساتھ ادا کرتا ہے جیسے

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُضِيْفَ الظَّرْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْاِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ كَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ما رآیتہ قطّ میں نے اس کو ہرگز نہیں دیکھا۔ قطّ، قاف کا فتحہ طاء کو تشدید اور ضمہ دوسری لغت قطُ ہے۔ قاف کو فتحہ طاء کو ضمہ بلا تشدید۔ تیسری لغت قُطُّ ہے۔ طاء کی طرح قاف کو بھی ضمہ دیا جاتا ہے۔ (منہل)

قولہ للماضی المنفی۔ ماضی منفی لفظاً ہو جیسے ما رآیتہ قطّ میں نے اس کو ہرگز نہیں دیکھا۔ یا ماضی منفی معنیً ہو۔ جیسے لم رآیت ذئباً قطّ۔ میں نے بھیڑیئے کو قطعاً نہیں دیکھا۔ اور قطّ کبھی اثبات کے لئے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے: جیسے کنت اراہ قط۔ میں نے اس کو ہمیشہ دیکھا ہے۔ قطّ بغیر تشدید کے مبنی اس لئے ہے کہ اسکی وضع حرف کی وضع کے مشابہ ہے۔ اور قطّ مخففہ کے بجائے قط کے طاء کو تشدید پر بھی مبنی ہے۔ کیونکہ قط مخففہ کے مشابہ ہے۔

ومنہا عوضُ۔ ظروف مبنیہ میں سے عوضُ ہے۔ اس میں کئی لغات ہیں عوضُ، عوضِ، عوضَ۔ ضاد میں تینوں حرکات۔ اور عین میں دو حرکتیں۔ ضمہ اور فتحہ۔ عوض میں تنوین نہیں ہے۔ ہرگز کے معنیٰ دیتا ہے اور چونکہ قط ماضی منفی میں تاکید کے معنیٰ دیتا ہے اس لئے عوض کو مستقبل منفی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جیسے عوض لا افارقک میں تجھ سے ہرگز جدا نہ ہوں گا۔ جیسے قط ما فارقتک۔ میں ہرگز تجھ سے جدا نہیں ہوا۔ عوض کو ماضی اور قطّ کو مستقبل کے لئے ہرگز استعمال نہ کیا جائے گا۔ لا اضربہ عوض کے معنی لا اضربہ دہراً کے ہیں۔ یعنی میں اس کو کبھی نہ ماروں گا۔

ترجمہ اور جان تو کہ شان یہ ہے کہ جب اضافت کی جائے ظروف کی جملہ کی طرف یا اذ کی جانب تو ان کا مبنی ہونا فتحہ پر جائز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہٰذا یوم ینفع الصادقین صدقہم آج وہ دن ہے کہ صادقین کو نفع دے گا ان کا صدق۔ اور جیسے یومئذٍ اور حینئذٍ اسی طرح کلمہ مثل اور غیر بھی جبکہ ملے ہوئے ہوں ما کے ساتھ (یعنی دونوں ما کی جانب مضاف ہوں) اور اَن اور اَنّ (مفتوحہ مثقلہ) تو کہے ضربتہٗ مثل ما ضرب زید اور غیر اَنّ ضرب زید اور ظروف مبنیہ میں سے امسِ بھی ہے اہل حجاز کے نزدیک یہ کسرہ کے ساتھ ہے۔

تشریح: واعلم انہٗ الخ۔ اس جگہ ان ظروف کا بیان ہو رہا ہے جو مبنی نہیں ہیں۔ ان کے مبنی ہونے کی صورت یہ ہے کہ

الخاتمة فی سائر احکام الاسم ولواحقہ غیر الاعراب والبناء وفیہا فصول فصل اعلم ان الاسم علی قسمین معرفۃ ونکرۃ المعرفۃ اسم وضع لشیٔ معین وھی ستۃ اقسام المضمرات[۱] والاعلام[۲] والمبہمات[۳] اعنی اسماء الاشارات والموصولات والمعرف[۴] باللام والمضاف[۵] الی احدھا اضافۃ معنویۃ والمعرف[۶] بالنداء والعلم ما وضع لشیٔ معین لایتناول غیرہ بوضع واحد واعرف المعارف المضمر المتکلم نحوانا ونحن ثم المخاطب نحوانت ثم الغائب نحوھو ثم العلم ثم المبہمات ثم المعرف باللام ثم المعرف بالنداء و المضاف فی قوۃ المضاف الیہ والنکرۃ ما وضع لشیٔ غیر معین کرجل وفرس۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جب وہ ظروف جو مبنی نہیں ہیں جب ان کو جملہ کی جانب مضاف بنا دیا جائے اور وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو یا ان کو اذ کی جانب مضاف کر دیا جائے تو ان کا مبنی ہونا فتحہ پر جائز ہے اس لئے کہ اس کی بناء اس مضاف الیہ سے لی گئی ہے۔ جو مبنی ہے اگرچہ بالواسطہ ہی سہی جس طرح اذ میں۔ کیونکہ جملہ بحیثیت جملہ کے مبنی ہے جیسے ہٰذا یوم ینفعُ الصادقین صدقہم۔ یوم جملہ کی جانب مضاف ہے اس لئے یوم کو مبنی بر فتحہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح یومئذٍ میں یوم کی اضافت اذ کی جانب ہے۔ اس لئے یوم مبنی بر فتحہ قرار دیا گیا ہے۔ حینئذٍ۔ حین کو مبنی بر فتحہ اس لئے کیا گیا کہ وہ اذ کی جانب مضاف واقع ہے۔

کذلک مثل غیر۔ اسی طرح مثل اور غیر بھی فتحہ پر مبنی ہوتے ہیں جبکہ ان کا استعمال ما اور اَن، اَنَّ کے ساتھ کیا گیا ہو۔ جیسے ضربتہ مثل ما ضرب زید میں مثل کو ما کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے مثل فتحہ پر مبنی ہے۔ دوسری مثال غیر ان ضرب زید میں غیر کو اَنَّ کے ساتھ ملا کر استعمال کیا گیا ہے اس لئے غیر فتحہ پر مبنی ہے۔

ومنہا امسِ (کل گذشتہ) بعض کے نزدیک امس کسرہ پر مبنی اور معرفہ ہے بعض کے نزدیک معرب اور معرفہ ہے۔ جس وقت اس پر الف لام داخل ہو یا نکرہ ظاہر کیا گیا ہو تو بالاتفاق معرب ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے مضیٰ اَمسُنا اور مضی الامس المبارک، کل غد صار امسًا۔ غد، بارحہ، کیف، این، متیٰ، ای، ما عند، مہینوں کے نام، ہفتہ کے ایام کے نام ماسوا جمعہ کے ان کی تصغیر نہیں آتی۔

ترجمہ خاتمہ اسم کے تمام احکام اور اس کے ملحقات کے بیان میں مشتمل ہے، علاوہ معرب ومبنی کے اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

فصل اوّل: جان لو کہ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ معرفہ اور نکرہ۔ معرفہ وہ اسم ہے جو شئی معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ اور اس کی چھ[۱] اقسام ہیں۔ اول مضمرات دوم اعلام سوم مبہمات یعنی اسماء اشارات و اسماء موصولات، چہارم معرّف باللام پنجم ان میں سے کسی ایک کی جانب مضاف ہونا اضافت معنوی کے

ساتھ۔ اور وہ اسم جنس کو حرف ندا داخل کر کے معرفہ بنایا گیا ہو۔ اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شئ معین کے لئے جو غیر کو ایک وضع سے شامل نہ ہو۔ اور معرفہ میں سب سے کامل واکمل ضمیر متکلم ہے۔ جیسے انا ونحن پھر اسکے بعد درجہ مخاطب کا ہے جیسے انت پھر ضمیر غائب کا جیسے ہو۔ پھر مرتبہ علم کا ہے پھر مبہمات ہیں پھر اسکے بعد درجہ معرف باللام کا ہے۔ پھر معرفہ بالندا کا اور مضاف دراصل مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور نکرہ وہ اسم ہے جو شئ غیر معین کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجل و فرس۔

تشریح

الخاتمہ: مصنف اسم کی بحث پوری کر چکے۔ اب یہاں سے اپنے وعدے کے مطابق بحث اسم کا آخری بیان بعنوان الخاتمہ تین فصلوں میں ذکر کریں گے جس میں اسم کے تمام احکام اور ان کے متعلقات کا ذکر ہو گا۔ البتہ ان احکام میں معرب ومبنی کا بیان نہ کریں گے۔ اس لئے کہ مصنف ان دونوں کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

فصل اوّل: - اصولی طور پر اسم کی دو اقسام ہیں۔ معرفہ، نکرہ۔ معرفہ وہ اسم ہے جو متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ عام اس سے کہ تشخص معین ہو۔ زید اور الرجل۔ یعنی وہ شخص جو ذہن میں متعین ہو یا خارج میں متعین ہو۔ اسی طرح انا اور انت یا جنس معین ہو۔ اسامہ (اسد کی جنس کا علم ہے) وغیرہ۔ بہر حال اسم معرفہ کی چھ اقسام ہیں۔ مضمرات، اعلام، مبہمات یعنی اسماء اشارہ، اسماء موصولہ، معرف باللام۔ ان میں سے کسی کی طرف مضاف ہونا۔ اضافت معنوی کی صورت میں اور معرفہ بہ ندا۔

بہر حال علم وہ اسم ہے جو شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ خواہ منقول ہو جیسے افضل یا مرتجل ہو جیسے عمران۔ مفرد ہو جیسے زید یا مرکب ہو جیسے عبداللہ اور نام ہو جیسے عمر یا لقب ہو جیسے صدیق یا کنیت ہو جیسے ابو البقاء، ذات کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ اسی طرح سبحان تسبیح کا علم ہے۔

لایتناول غیرہ۔ معرفہ شئ معین کے لئے موضوع ہو اور ایک وضع میں دوسرے کو شامل نہ ہو۔ اعراف المعارف معرفہ میں سب سے کامل واکمل تعریف کے لحاظ سے ضمیر متکلم ہے واحد کی ہو جیسے انا۔ یا جمع متکلم کی جیسے نحن۔ اس کے بعد درجہ مخاطب کا ہے پھر غائب کا اس کے بعد علم کا درجہ ہے پھر مبہمات اس کے بعد معرف باللام کا پھر معرفہ بہ ندا کا۔ اور مضاف تعریف کے مذکورہ مراتب کے لحاظ سے۔ اور قوت کے اعتبار سے اپنے مضاف الیہ کی قوت کے مساوی ہوتا ہے۔ کیونکہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے تعریف کا فیض حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا اسی کے مرتبہ میں ہو گا۔ یہ سیبویہ کا مذہب ہے مگر مبرد نحوی کے نزدیک مضاف کی تعریف بمقابلہ مضاف الیہ کے ناقص ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مضاف الیہ سے تعریف کو حاصل کرتا ہے اسی وجہ سے مضاف بجانب مضمر موصوف ہوا کرتا ہے۔ مصنف نے معرفہ کی مذکورہ بالا جو ترتیب ذکر کی ہے۔ یہ اکثر نحویوں کے مسلک کے مطابق ہے۔ مگر مذہب کوفیہ اس کے برخلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں پہلا درجہ یعنی اعراف المعارف تو علم ہے اس کے بعد مضمر پھر مبہم اور سب کے بعد معرف باللام ہے۔

فصل اسماء العدد ما وضع ليدل على كمية احاد الاشياء واصول العدد اثنتا عشرة كلمة واحدة الى عشرة ومائة والف واستعماله من واحد الى اثنين على القياس اعني للمذكر بدون التاء و للمؤنث بالتاء تقول فی رجل واحد وفی رجلین اثنان وفی امرأة واحدة وفی امرأتین اثنتان وثنتان ومن ثلاثة الى عشرة على خلاف القياس اعني للمذكر بالتاء تقول ثلاثة رجال الى عشرة رجال و للمؤنث بدونها تقول ثلاث نسوة الى عشر نسوة۔

ترجمہ خاتمہ کی دوسری فصل اسماء عدد کے بیان میں مشتمل ہے۔ اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے اشیاء کے افراد کی مقدار پر۔ اصول عدد بارہ کلمات ہیں واحد سے عشرہ تک اور مائۃ (سو) اور الف (ہزار) اور ان کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس کے مطابق ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء کے اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ جیسے رجل میں کہو واحد اور دو مردوں میں اثنان کہو۔ اور عورت میں ایک کے لئے واحدۃ اور دو عورتوں میں اثنتان اور ثنتان اور ثلاثۃ سے (تین سے) عشرہ تک (دس تک) قیاس کے خلاف آئے گا یعنی مذکر کے لئے تاء کے ساتھ جیسے تم کہو ثلاثۃ رجال سے عشرۃ رجال تک اور مؤنث کے لئے بغیر تاء۔ جیسے ثلاث نسوۃ سے عشر نسوۃ تک۔

تشریح چونکہ اسماء عدد نکرہ کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں اس لئے ان کا ذکر نکرہ کے بیان کے بعد کیا گیا ہے۔ اسماء عدد۔ عدد وہ اسم ہے، جو وضع کیا گیا ہے تاکہ چیزوں کے افراد کی مقدار کو بیان کرے۔ اصول عدد بارہ ہیں۔ واحد سے عشرہ تک (یعنی ایک سے دس تک) اور مائۃ اور الف کل میزان بارہ ہوگئے۔ کمیت سے افراد کی مقدار مراد ہے یعنی معدود کی مقدار مراد ہے۔ اس لئے واحد اور اثنان بھی عدد میں داخل ہو گئے۔

واستعمالہ، عدد کے استعمال کرنے کا اصول یہ ہے کہ واحد اور اثنین میں موافق قیاس یعنی مذکر کے لئے عدد مذکر اور مؤنث کے لئے عدد مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی مذکر میں بغیر تاء کے الواحد، اثنان اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ جیسے الواحدۃ، الاثنتان اور ثنتان۔

وثلاثۃ الی عشرۃ۔ ایک اور دو کے بعد تین سے دس تک کے عدد تک خلاف قیاس استعمال کیا جاتا ہے مثلاً مذکر کے لئے ثلاثۃ کہا جاتا ہے اور مؤنث کے لئے ثلاث کہا جاتا ہے۔ یہی حال اربعۃ، خمسۃ، ستۃ، سبعۃ وغیرہ عشرہ تک ہے جیسا کہ اوپر آپ مثال میں پڑھ چکے ہیں۔ مثلاً مذکر کی مثال، ثلاثۃ رجال عشرۃ رجال۔ مؤنث کی مثال ثلاث نسوۃ، عشر نسوۃ۔

وبعد العشرة تقول احد عشر رجلاً واثنا عشر رجلاً وثلاثة عشر رجلاً الی تسعة عشر رجلاً واحدی عشرة امرأةً واثنتا عشرة امرأةً وثلاث عشرة امرأةً الی تسع عشرة امرأةً وبعد ذالك تقول عشرون رجلاً وعشرون امرأة بلا فرق بین المذکر والمؤنث الی تسعین رجلاً وامرأةً واحد وعشرون رجلاً واحدی وعشرون امرأةً واثنان وعشرون رجلاً وثلاث وعشرون امرأةً الی تسعة وتسعین رجلاً وتسع وتسعین امرأةً ثم تقول مائة رجلٍ ومائة امرأةٍ والف رجلٍ والف امرأةٍ ومائتا رجل ومائتا امرأة والفا رجل والفا امرأة بلا فرق بین المذکر والمؤنث فاذا زاد علی المائة والالف یستعمل علی قیاس ما عرفت ویقدم الالف علی المائة والمائة علی الاحاد والاحاد علی العشرات تقول عندی الف ومائة وحد عشرون رجلاً والفان ومائتان واثنان وعشرون رجلاً واربعة الالف وتسع مائةٍ وخمس واربعون امرأةً وعلیك بالقیاس۔

ترجمہ اور عشرہ کے بعد تم کہو احد عشر رجلاً (گیارہ مرد) اثنا عشر رجلاً (بارہ مرد) ثلاثۃ عشر رجلاً (تیرہ مرد) سے تسعۃ عشرۃ رجلاً تک (انیس مرد) اور مؤنث کے لئے احدی عشرۃ امرأۃ (گیارہ عورتیں) اور اثنتا عشرۃ امرأۃ (بارہ عورتیں) اور ثلاث عشرۃ امرأۃً (تیرہ عورتیں) سے تسع عشرۃ امرأۃً (انیس عورتیں) تک۔ اور اس کے بعد تو عشرون رجلاً (بیس مرد) کہے اور عشرون امرأۃً (بیس عورتیں) مذکر ومؤنث میں فرق کے بغیر۔ تسعین رجلاً تک (نوے مرد) تسعین امرأۃ (نوے عورتیں) اور احد وعشرون رجلاً (اکیس مرد) اور احدی وعشرون امرأۃ (اکیس عورتیں) اثنان وعشرون رجلاً (بائیس مرد) اثنتان وعشرون امرأۃ (بائیس عورتیں) اور ثلاثۃ وعشرون رجلاً (تیئس مرد) ثلاث وعشرون امرأۃ۔ (تیئس عورتیں) تسعۃ وتسعون رجلاً (۹۹ مرد تک) اور تسع وتسعون امرأۃ (۹۹ عورتیں) اس کے بعد تو کہے مائۃ رجل (سو مرد) مائۃ امرأۃ (سو عورتیں) اور الف رجل (ہزار مرد) الف امرأۃ (ہزار عورتیں) مائتا رجل (دو سو مرد) مائتا امرأۃ (دو سو عورتیں) الفا رجل (دو ہزار مرد) الفا امرأۃ (دو ہزار عورتیں) مذکر ومؤنث میں فرق کئے بغیر۔ فاذا زاد علی المائۃ پس جب عدد مائۃ پر بڑھ جائے یا الف پر زائد ہو جائے تو اسکا استعمال کیا جائے گا اس طریق پر جو آپ پہچان چکے۔ اور لکھتے وقت الف مقدم کیا جائے گا مائۃ پر اور مائۃ مقدم ہوگا احاد پر اور احاد عشرات پر مقدم ہوں گے۔ جیسے تو کہے عندی الف ومائۃ واحد وعشرون رجلاً۔ میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں۔ اور عندی الفان ومائتان واثنان وعشرون رجلاً۔ میرے پاس دو ہزار دو سو بائیس مرد ہیں۔ و اربعۃ آلاف وتسعمائۃ وخمس واربعون امرأۃ اور چار ہزار نو سو پچیس عورتیں ہیں۔

تشریح

عدد لکھنے کا طریقہ۔ مصنف نے اوپر واحد سے عشرۃ تک کے عدد کے لکھنے کا طریقہ بیان کیا ہے کہ واحد واثنان میں موافق قیاس اور ثلاث سے عشر تک خلافِ قیاس عدد لکھا جائے گا۔ اب اس جگہ سے اس کے بعد والے اعداد کے استعمال کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔

قولہٗ وبعد العشرۃ۔ واحد اور اثنین یعنی گیارہ وبارہ کے عدد میں موافق قیاس مذکر کے لئے مذکر کا عدد اور مؤنث کے لئے مؤنث کا عدد۔

وثلاثۃ عشر رجلاً الخ۔ تیرہ کے عدد میں عدد کے ترکیب کی صورت یہ ہے کہ عدد کے پہلے جزء کو مؤنث دوسرے جزء کو مذکر جیسے ثلاثۃ عشر رجلاً مذکر میں یہی طریقہ انیس کے عدد تک جاری رہے گا۔ مثلاً انیس کے عدد مذکر کے لئے کہا جائے گا تسعۃ عشر رجلاً انیس مرد۔

قولہٗ احدیٰ عشرۃ امرأۃ۔ اور مؤنث کے لئے گیارہ اور بارہ کے عدد میں عدد کے دونوں اجزاء کو مؤنث لائیں گے۔ مثلاً گیارہ کے لئے احدیٰ عشرۃ امرأۃ، اثنتا عشرۃ امرأۃ گیارہ عورتیں بارہ عورتیں کہیں گے۔

ثلاث عشرۃ امرأۃ۔ اور تیرہ سے بیس تک مؤنث کے لئے جزء اول کو مذکر اور جزء ثانی کو مؤنث کا عدد لایا جائے گا۔ مثلاً ثلاث عشرۃ امرأۃ تیرہ عورتیں۔ یہی حال انیس کے عدد تک جاری ہوگا۔ مثلاً تسع عشرۃ امرأۃً۔ انیس عورتیں۔

وبعد ذالک تقول۔ انیس کے بعد بیس سے نوے تک مذکر ومؤنث کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ ایک ہی عدد دونوں کے لئے جاری ہوگا۔ مثلاً عشرون رجلاً بیس مرد۔ عشرون امرأۃ بیس عورتیں۔ ثلاثون رجلاً۔ ثلاثون امرأۃ سے تسعون رجلاً تسعون امرأۃ تک۔

واحد وعشرون رجلاً۔ البتہ اکیس سے انیس تک کے عدد کے لئے ترکیب عدد اسی طرح پر کی جائے گی کہ مذکر کے لئے احد وعشرون رجلاً۔ اکیس مرد۔ اور مؤنث کے لئے احدیٰ وعشرون امرأۃ اکیس عورتیں۔ بائیس کے لئے مذکر میں کہا جائے گا اثنان وعشرون رجلاً بائیس مرد۔ اثنتان وعشرون امرأۃ بائیس عورتیں۔ واحد و اثنین مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے علامتِ تانیث کے ساتھ۔ اور عشرون دونوں حالات میں مساوی ہوگا۔

قولہٗ ثلاثۃ وعشرون رجلاً۔ مگر تیئس کے عدد میں مذکر کے لئے جزاول کو مؤنث اور مؤنث کے لئے جزاول کو مذکر لایا جائے گا۔ اور عشرون کو دونوں حالتوں میں اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا۔ یہی طریقہ ننانوے تک جاری ہوگا۔ مثلاً ننانوے مردوں کے لئے کہا جائے گا تسعۃ وتسعون رجلاً ۹۹ مرد اور عورتوں کے لئے کہا جائے گا تسع وتسعون امرأۃ، ننانوے عورتیں۔

ثم تقول فی مائۃ والف الخ۔ واحد سے عشرہ اور احد عشر سے عشرون اور احد وعشرون سے تسع وتسعون یعنی ایک دس پھر گیارہ سے بیس اور اکیس سے ننانوے تک کے اعداد کے قواعد مذکر ومؤنث کے لحاظ سے

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيَّزِ يُغْنِيْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِيْ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلٰثُ مِئَاتٍ اَوْ مِئِيْنَ وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰى عَشْرَةَ امْرَاَةً وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ رَجُلًا وَتِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ امْرَاَةً وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ امْرَاَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ امْرَاَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا امْرَاَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا امْرَاَةٍ وَثَلٰثَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ وَثَلٰثُ اٰلَافِ امْرَاَةٍ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ اب سو اور اس کے بعد حتیٰ کہ ہزار کے اعداد کا ضابطہ ملاحظہ کیجئے۔ تو مصنفؒ نے فرمایا تم سو مردوں اور عورتوں کے اعداد میں اس طرح کہو۔ مائۃ رجل سو مرد مائۃ امرأۃ سو عورتیں۔ الف رجل ہزار مرد اور الف امرأۃ ہزار عورتیں۔ اسی طرح دو سو کے لئے مذکر میں مائتا رجل، مائتا امرأۃ۔ دو سو مرد دو سو عورتیں۔ ایسے ہی الفا رجل دو ہزار مرد۔ الفا امرأۃ دو ہزار عورتیں۔ ان اعداد میں مذکر و مؤنث یکساں ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

قولہ فاذا زاد علی المائۃ والالف۔ جب عدد سو اور ہزار سے بڑھ جائے تو جس طرح آپ اوپر پڑھ چکے ہیں عمل کریں۔ قولہ ولیقدم الالف الخ سب سے پہلے ہزار اس کے بعد سو پھر احاد اس کے بعد عشرات یعنی پہلے ہزار پھر سیکڑہ پھر اکائی پھر آخر میں دہائی لکھی جائے گی۔ مثال کے طور پر عندی الف ومائۃ واحد وعشرون رجلاً میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں۔ یا مثلاً عندی اربعۃ آلاف وتسع مائۃ وخمس واربعون امرأۃ۔ میرے پاس چار ہزار ۹ سو پینتالیس عورتیں ہیں۔ وعلیک بالقیاس۔ اتنی مثالیں پڑھ لینے کے بعد اگلے اعداد کو اسی قاعدے سے سمجھنے کی ذمہ داری آپ پر ہے۔

ترجمہ جان تو کہ بے شک واحد اور اثنین دونوں کے لئے کوئی تمیز نہیں ہے اس لئے کہ ممیز کا لفظ ان دونوں اعداد میں خود تمیز دینے والا ہے جیسے آپ کہتے ہیں عندی رجل عندی رجلان میرے پاس ایک مرد ہے۔ میرے پاس دو مرد ہیں۔ اور بہر حال ان کے بعد تمام اعداد جتنے بھی ہیں تو ان کے لئے کسی تمیز دینے والے کی ضرورت ہے۔ پس تم ثلاثہ سے عشر تک کے تمیز دینے والے کے لئے جمع کا صیغہ بحالت جر لاؤ۔ مثلاً کہو ثلاثۃ رجال مذکر کے لئے۔ مؤنث کا عدد رجل کو جمع مجرور کے ساتھ۔ ثلاث نسوۃ۔ ثلاث مذکر بغیر تاء کے اور نسوۃ جمع اور بحالت جر ہے۔ لیکن جب تمیز دینے والا لفظ المائۃ

کو تمیز دے تو اس وقت تمیز مجرور مفرد ہوگا۔ جیسے ثلاث مائۃ، تسع مائۃ، حالانکہ قیاس کا تقاضا ثلاث مآت تھا یعنی مائۃ کی جمع، یا مئین مائۃ کی جمع بحالت جر جمع مذکر کے لئے۔ اور احد عشر سے تسع تسعین تک کا ممیز، تو وہ منصوب اور مفرد واقع ہوگا جیسے تم کہو۔ احد عشر رجلاً گیارہ مرد۔ احدی عشرۃ امرأۃ گیارہ عورتیں اور تسعۃ وتسعون رجلاً ۹۹ مرد۔ وتسع وتسعون امرأۃ ۹۹ عورتیں اور مائۃ اور الف کا ممیز اور ان دونوں کے تثنیہ کا۔ اور الف کی جمع کا مجرور اور مفرد آئے گا۔ جیسے تو کہے مائۃ رجل سو مرد۔ مائۃ امرأۃ سو عورتیں الف رجل الف امرأۃٍ۔ ہزار مرد۔ ہزار عورتیں۔ مائتا رجل دو سو مرد۔ مائتا امرأۃ دو سو عورتیں۔ الفا رجل الفا امرأۃ دو ہزار مرد، دو ہزار عورتیں۔ ثلاثۃ آلاف رجل۔ ثلاث آلاف امرأۃ۔ تین ہزار مرد، تین ہزار عورتیں اسی قیاس پر بقیہ اعداد کو قیاس کریجئے۔

تشریح تمیز کا بیان :۔ آیا عدد کی تمیز مذکر آئے گی یا مؤنث، واحد آئے گی یا جمع اور اس کو اعراب جر کا ہوگا یا نصب کا۔ تو ذیل میں اسکی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ اعداد میں سے واحد اور اثنین ان کے اسماء واحد اور تثنیہ کے خود عدد پر دلالت کرتے ہیں۔ اسلئے ان میں عدد ممیز کی حاجت نہیں ہے جیسے عندی رجل، عندی رجلان۔

واما سائر الاعداد۔ واحد واثنان کے علاوہ باقی تمام کے تمام اعداد تو ان کے لئے تمیز دینے والا ضروری ہے۔ پس ثلث سے عشر تک کا تمیز دینے والا مجرور اور جمع کا صیغہ ہوگا۔ جیسے ثلاثۃ رجال ثلاث نسوۃٍ، رجالٍ اور نسوۃٍ ممیز ہیں مجرور اور جمع کے صیغے ہیں۔ البتہ اگر سو کا ممیز ہو تو وہ مجرور مفرد واقع ہوگا جیسے ثلاث مائۃٍ تسع مائۃٍ، حالانکہ قیاس کا تقاضا ہے کہ مائۃ کی جمع آتی یعنی مآت اور مئین لاتے۔ اور احد عشر کے لئے ممیز مفرد و منصوب ہوگا۔ جیسے احد عشر رجلاً اور احدی عشرۃ امرأۃ۔ اسی طرح تسع وتسعون امرأۃ اور تسعۃ وتسعون رجلاً یعنی احد عشر سے ننانوے تک تمیز دینے والا مفرد منصوب ہوگا۔

قولہ، ومميز الف ومائۃ۔ اسی طرح مائۃ اور الف کا ممیز اور ان دونوں کے تثنیہ کا اور الف کے جمع کا مفرد اور مجرور ہوگا۔ جیسے مائۃ رجلٍ، مائۃ امرأۃٍ، الف رجلٍ، الف امرأۃٍ وغیرہ۔

فصل الاسم امّا مذکر وامّا مؤنث فالمؤنث ما فیہ علامۃ التانیث لفظاً او تقدیراً والمذکر ما بخلافہ وعلامۃ التانیث ثلاثۃ التاء کطلحۃ والالف المقصورۃ کحُبلیٰ والالف الممدودۃ کحمراءَ والمقدرۃ انما ھو التاء فقط کارضٍ ودارٍ بدلیل اُرَیضَۃٍ ودُوَیرَۃٍ، ثم المؤنث علیٰ قسمین حقیقیٌ وھو ما بازائہ مذکرٌ من الحیوان کامرأۃٍ وناقۃٍ ولفظیٌ وھو ما بخلافہ کظلمۃٍ وعینٍ وقد عرفتَ احکامَ الفعل اذا اُسند الی المؤنث فلا نعیدھا۔

ترجمہ خاتمہ کی تیسری فصل، اسم مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا۔ پس مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامتِ تانیث لفظاً موجود ہو یا تقدیراً۔ اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے برخلاف ہو اور علامتِ تانیث تین ہیں۔ اول تا جیسے طلحۃ دوم الف مقصورہ جیسے حُبلیٰ (حاملہ عورت) سوم الف ممدودہ جیسے حمراء (سرخ رنگ والی) اور علامتِ تانیث مقدرہ صرف تاء ہوتی ہے۔ جیسے ارض اور دار میں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی تصغیر اُرَیضَۃٌ اور دُوَیرَۃٌ آتی ہے۔ پھر مؤنث دو قسم پر ہے۔ مؤنث حقیقی وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃٌ اور مؤنث لفظی وہ مؤنث ہے جو اس کے خلاف ہو۔ جیسے ظلمۃ، عین۔ اور تحقیق کہ تم فعل کے احکام جب وہ فعل مؤنث کی جانب مسند ہو۔ سابق میں پڑھ چکے ہو۔ اس لئے ہم ان کا اعادہ نہیں کریں گے۔

تشریح مصنف نے بحث اسم کے آخر میں خاتمہ کا عنوان قائم فرمایا تھا اور کہا تھا کہ اس میں چند فصلیں ہیں۔ اس ذیل میں ان کو دس فصلیں بیان کرنی ہیں۔ ان دس فصلوں میں سے دو کو بیان کر چکے ہیں۔ اب یہ تیسری فصل آپ کے سامنے ہے۔

فصل الاسم۔ اس فصل میں اسم کے اقسام پھر ان کے اقسام بعض اقسام کو بیان کریں گے۔ فرمایا۔ اسم مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا۔ اسم مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامتِ تانیث پائی جاتی ہو۔ خواہ علامتِ تانیث لفظوں میں موجود ہو یا مقدر ہو۔ اور اسم مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث نہ ہو۔

علامت تانیث :۔ علامتِ تانیث تین ہیں۔ اول التاء جیسے طلحۃ۔ دوم الف مقصورہ جیسے حبلیٰ، سوم الف ممدودہ جیسے حمراء۔ اور علامت تانیث مقدر میں صرف تاء ہے جیسے ارض اور دار میں کیونکہ انکی تصغیر اُرَیضَۃٌ اور دُوَیرَۃٌ آتی ہے۔ اور تصغیر میں صیغہ کے حروف اصلی سب واپس آجاتے ہیں۔

ثم المؤنث علی قسمین۔ پھر مؤنث کی دو قسمیں ہیں۔ مؤنث حقیقی یعنی خلقی اور پیدائشی مؤنث وہ ہے جس کے مقابل کوئی حیوان مذکر ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ اور مؤنث لفظی وہ مؤنث ہے جو اس کے خلاف ہو۔ یعنی اس کے مقابل کوئی حیوان مذکر نہ ہو۔ جیسے ظلمۃ اور عین۔ اول تانیث لفظی دوم تانیث حقیقی کی مثال ہے۔

فصل المثنّٰی اسمٌ اُلحق بآخرہ الفٌ او یاءٌ مفتوحٌ ماقبلھا ونونٌ مکسورۃٌ لیدُلَّ علیٰ انّ معہ آخر مثلَہٗ نحو رجلان ورجلین ھٰذا فی الصحیح امّا المقصور فان کانت الفہٗ منقلبۃً عن واوٍ وکان ثلاثیًا رُدَّ الیٰ اصلہ کعصوان فی عصا وان کانت عن یاءٍ او واوٍ وھو اکثر من الثلاثی اولیست منقلبۃً عن شیٍٔ تُقلب یاءً کرحیان فی رحیً وملھیان فی ملھیٰ وحباریان فی حُباریٰ وحُبلیان فی حُبلیٰ وامّا الممدود فان کانت ھمزتہٗ اصلیۃً تثبتُ کقرّاءان فی قرّاءٍ وان کانت للتانیث تقلب واوا کحمراوان فی حمراءَ وان کانت بدلًا من اصلٍ واوًا ویاءً جاز فیہ الوجھان ککساءان وکساوان ویجب حذفُ نونہٖ عند الاضافۃ تقولُ جاءنی غلامَا زیدٍ ومسلما مصرٍ وکذلک تحذفُ تاءُ التانیث فی تثنیۃِ الخصیۃ والالیۃ خاصۃً تقولُ خُصیان والیان لانھما متلازمان فکانّھما شیٔ واحدٌ۔

ترجمہ خاتمہ کی چوتھی فصل میں مثنّٰی کا بیان ہوگا۔ مثنّٰی وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور آخر میں لاحق کیا گیا ہو۔ تاکہ دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اسکا مثل دوسرا بھی ہے جیسے رجلان، رجلین۔ یہ الحاق صحیح میں ہے۔ بہرحال اسم مقصور میں تو اگر اسکا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے یا ثلاثی تھا جو لبعد میں اپنے اصل کی جانب لوٹا دیا گیا ہے۔ جیسے عصوان عصا میں۔ اور اگر وہ الف واؤ یا یاء کا بدلا ہوا ہے اور حال یہ ہے کہ یہ ثلاثی سے زائد ہے (یعنی رباعی ہے) یا کسی چیز سے بدلا ہوا نہیں ہے تو وہ الف یاء سے بدل دیا جائے گا۔ جیسے رحیٰ میں رحیان۔ ملہٰی میں ملہیان، حباریٰ میں حباریان اور حبلیٰ میں حبلیان۔ اور بہرحال ممدودہ پس اگر اسکا ہمزہ اصلی ہو تو باقی رکھا جائے گا جیسے۔ قرّآن، قرّاء میں اور اگر تانیث کے لئے تھا تو وہ الف واؤ سے بدل جائے گا۔ جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر اصل سے ہی واؤ یا یاء سے بدلا ہوا تھا تو اب تثنیہ میں اس میں دونوں وجہ جائز ہیں جیسے کساوانِ کساآنِ اور اس کے نون کا حذف کر دینا اضافت کے وقت واجب ہے۔ تو کہے جاءنی غلاما زید میرے پاس زید کے دو غلام آئے اور جاءنی مسلما مصر۔ میرے پاس شہر کے دو مسلمان آئے۔ اسی طرح تاء تانیث میں بھی حذف کر دی جائے گی خصیہ اور الیہ کی تثنیہ میں خاص کر جیسے تو کہے۔ خُصیان دو خصیہ۔ الیان دو سرین۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں۔ پس گویا وہ دونوں شیٔ واحد ہیں۔

تشریح:۔ مذکر و مؤنث کے بیان کے بعد اس فصل میں مصنّف نے اسم مثنّٰی کو بیان کیا ہے جس میں تثنیہ بنانے کا قاعدہ اور مثنّٰی کی تعریف سے مثال ذکر کیا ہے۔ فرمایا مثنّٰی وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور آخر میں لاحق کیا گیا ہو تاکہ دلالت کرے کہ ملحقوں کے ساتھ اس جیسا دوسرا

وَاعلم انہ اذا اُرید اضافۃ مثنّی الی المثنّی یُعبّر عن الاوّل بلفظ الجمع کقولہ تعالیٰ فقد صغت قلوبکما و فاقطعوا ایدیھما و ذٰلک لکراھۃ اجتماع تثنیتین فیما تاکّد الاتصال بینھما لفظاً و معنیً۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بھی ہے جیسے رجل سے رجلان بحالت رفع رجلین بحالت نصب۔ تثنیہ بنانے کا یہ طریقہ صحیح میں ہے۔ اما المقصور۔ بہر حال اسم مقصور میں تو دیکھا جائے گا کہ الف مقصورہ آیا واؤ سے بدلا ہوا ہے اور ثلاثی تھا تو اصل کی جانب رد کر دیا جائے گا۔ جیسے عصا سے عصوان اور اگر الف مقصور واؤ یا یار سے بدل کر آیا ہے اور صیغہ ثلاثی سے زائد ہے یعنی رباعی ہے اور کسی سے بدل کر نہیں آیا، تو وہ الف یار سے بدل جاتے گا جیسے رحیٰ سے رحیان اس کا الف یار سے بدلا گیا ہے۔ اور ملھیات ملہی سے ہے۔ اس میں الف واؤ سے بدلا گیا تھا۔ اور حباریٰ میں حباریان مرغابی کی طرح ایک پرندہ اس کو سرخاب کہتے ہیں اور حبلیٰ میں حبلیان۔ حاملہ عورت۔ اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو تو اس کے تثنیہ بنانے کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر اس اسم کا ہمزہ اصلی ہو تو تثنیہ میں باقی رہے گا۔ جیسے قُرّاءُ کا تثنیہ قرّآن ہے اور اگر اس میں جو ہمزہ ہے وہ تانیث کا ہے تو واؤ سے بدل جائے گا۔ جیسے حمراء کا تثنیہ حمراوان ہے۔ اور اگر وہ ہمزہ اصل میں ہی واؤ یا یار سے بدلا ہوا تھا۔ تو اب تثنیہ بناتے وقت دو وجہ جائز ہیں۔ ہمزہ کو باقی رکھ کر الف نون کا اضافہ کر دیا جاتے۔ جیسے کساان اور دوسرے یہ کہ ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا جاتے جیسے کساوان۔

قولہ، ویجب حذف نونہ۔ تثنیہ کے نون کا حذف کرنا اضافت کے وقت واجب ہے۔ جیسے غلاما زید مسلما مصر۔ اسی طرح تار تانیث بھی حذف کر دی جائے گی۔ خاص کر خصیہ اور الیہ کی تثنیہ میں کیونکہ دونوں میں شدتِ اتصال ہے۔ اسی وجہ سے ان کو شئی واحد شمار کیا جاتا ہے۔

ترجمہ جان تو کہ جب ارادہ کیا جاتے مثنّیٰ کی اضافت کا مثنّیٰ کی جانب تو اول کو تعبیر کیا جائے گا جمع سے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فقد صغت قلوبکما، فاقطعوا ایدیھما اور یہ اس لئے کہ دو تثنیہ کا اجتماع مکروہ سمجھا گیا ہے۔ اس مقام پر جہاں دونوں کا اتصال مؤکد ہو۔ لفظاً اور معنیً بھی۔

تشریح قولہ، واعلم انہ، الخ۔ اس عنوان کے تحت مصنفؒ نے مثنّیٰ کا ایک دوسرا حال بیان کیا ہے۔ یعنی یہ کہ ایک مثنّیٰ کی اضافت دوسرے مثنّیٰ کی جانب جب کی جاتے گی تو پہلے مثنّیٰ کو لفظِ جمع سے تعبیر کریں گے۔ جیسے قولِ باری تعالیٰ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

فصلٌ الجمعُ اسمٌ دَلَّ علیٰ اٰحادٍ مقصودةٍ بحروفٍ مفردةٍ بتغیّرٍ ما امّا لفظی کرجالٍ فی رجلٍ او تقدیریٌ کفُلْكٍ علیٰ وزنِ اُسْدٍ فانّ مفردہٗ ایضاً فُلْكٌ لکنہ علیٰ وزنِ قُفْلٍ فقومٌ و رَهطٌ ونحوہ وان دلّ علیٰ اٰحادٍ لکنہ لیس بجمعٍ اذ لا مفردَ لہ ثمّ الجمع علیٰ قسمین مصحّح وھو ما لم یتغیّر بناءُ واحدہ و مکسّرٌ وھو ما یتغیّر فیہ بناءُ واحدہ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) فقد صغت قلوبکما۔ قلوب کی اضافت کما کی طرف ہے ۔یہ اصل میں قلبان تھا۔اسی طرح فاقطعوا ایدیہما۔ایدی جمع کی اضافت ہما کی جانب کی گئی ہے۔ اصل میں یدا ہما تھا کیونکہ دو تثنیہ کا اجتماع ایسے مقام پر ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے جب دونوں میں اتصال مؤکد پایا جاتا ہے لفظاً یا معنیً کیونکہ مضاف کے معنی مضاف الیہ کا جزو ہوتے ہیں ۔

ترجمہ پانچویں فصل مجموع کے بیان میں ہے ۔مجموع وہ اسم ہے جو ایسے احاد (افراد) پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوں ۔معمولی تغیر کے ساتھ ' یا لفظی تغیر ہو جیسے رجال رجل میں یا تقدیری تغیر ہو ۔ فُلکٌ اسدٌ کے وزن پر اس لئے کہ اسکا مفرد بھی فُلکٌ ہے ۔ لیکن بے شک وہ (مفرد) قُفلٌ کے وزن پر ہے پس قومٌ اور رھط اور اس کے مانند اگرچہ وہ افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ جمع کے صیغے نہیں ہیں ۔ اس لئے ان کا کوئی مفرد نہیں ہے ۔پس جمع دو قسم پر ہے جمع صحیح وہ جمع ہے جس کے واحد کا وزن متغیر نہ ہوا ہو ۔ دوسری قسم جمع مکسر ہے ۔مکسر وہ جمع ہے جس میں اس کے واحد کا وزن بدل گیا ہو ۔

تشریح اس فصل میں جمع کی تعریف ' انکی اقسام اور اوزان بیان کریں گے ۔ پہلے تعریف بیان کی ہے فرمایا مجموع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں کچھ تغیر کے ساتھ ۔ خواہ تغیر لفظی ہو یا معنوی ۔تغیر لفظی جیسے رجل واحد کی جمع رجال یا تغیر تقدیری ہو جیسے فُلکٌ اُسدٌ کے وزن پر جمع ہے اسکا مفرد بھی ہے مگر واحد بر وزن قفل ہے ۔پس قوم ۔ رہط اور اس جیسے دوسرے اسماء اگرچہ وہ افراد پر دلالت کرتے ہیں مگر وہ جمع نہیں ہیں کیونکہ ان کا کوئی مفرد نہیں ہے ۔

ثم الجمع علیٰ قسمین ۔ پھر جمع کی دو قسمیں ہیں ۔ جمع صحیح ' جمع مکسّر ' جمع صحیح وہ جمع ہے جس کی جمع میں اس کے واحد کا وزن تبدیل نہ ہوا ہو ۔ جیسے مسلمون ۔اور جمع مکسّر وہ جمع ہے جس کے واحد کا وزن جمع میں تبدیل ہو گیا ہو ۔ جیسے رجال رجل کے ج ل کے درمیان الف داخل کر دیا گیا جس سے اسکا وزن ختم ہو گیا ہے ۔

وَالمصحح علیٰ قسمین مذکرٌ وھو مَا اُلحق بآخرہٖ اُو مضموم ما قبلھا ونون مفتوحۃ کمسلمون اویاء مکسورٌ ما قبلھا ونون کذالک لیدل علی ان معہ اکثر منہ نحو مسلمین و ھٰذا فی الصحیح اَمَّا المنقوص فتحذف یاؤہ مثل قاضونَ وَدَاعُونَ والمقصو یحذف الفہ ویبقی ما قبلھا مفتوحًا لیدل علی الف محذ وفۃ مثل مُصطفون ویختص باولی العلم واما قولھم سنون وارضون وثبون وقلون فشاذ۔

ترجمہ جمع صحیح دو قسم پر ہے۔ اول مذکر وہ جمع ہے جس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلمون اور یا یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو تاکہ دلالت کرے کہ اس کے ساتھ وہ ہیں جو اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین۔ اور مذکورہ الحاق (جمع بنانے کے لئے) صحیح میں ہے۔ اور بہر حال اسم منقوص تو اس میں یاء کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے قاضون، داعون اور اسم مقصورہ میں اسکا الف حذف کیا جاتا ہے۔ اور باقی رکھا جاتا ہے اسکا ما قبل فتحہ کی حالت میں تاکہ دلالت کرے الف محذوفہ پر جیسے مصطفون اور یہ جمع اہل علم کے لئے خاص ہے۔ اور بہر حال ان کا قول سنون ارضون، ثبون اور قلون تو یہ شاذ ہیں۔

تشریح جمع صحیح: جمع صحیح کی دو قسمیں ہیں۔ اول جمع مذکر ہے۔ یہ وہ جمع ہے کہ اس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوح لاحق کیا جائے۔ جیسے مسلم کی جمع مسلمون یا اس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوح لاحق کیا جائے تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ کچھ افراد اور بھی ہیں جو اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین بحالت نصب وجر اور مسلمون بحالت رفع جمع بنانے کا یہ طریقہ جو اوپر ذکر ہوا جمع صحیح کا ہے۔

واما المنقوص: اور اسم منقوص اور وہ ایسا اسم ہے جس کے آخر میں یاء ساکن ما قبل مکسور ہو۔ جیسے قاضی، تو اس کی جمع بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ واو نون اور یا نون آخر میں لاحق کرنے کے ساتھ اس کے آخر کی یاء کو حذف کر دیا جائے۔ جیسے قاضی سے قاضون۔ قاضیون تھا۔ یاء پر ضمہ ثقیل تھا۔ اس لئے ماقبل کو دیا۔ ماقبل کی حرکت دور کرنے کے بعد اب قاعدہ پایا کہ یا اور واو ایک کلمہ میں جمع ہیں۔ اس لئے تخفیف کے لئے یاء کو حذف کر دیا گیا، قاضون ہو گیا۔ دوسرا داعون ہے۔ یہ بھی داعیون تھا اس کی یاء کو بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ قاعدہ کے مطابق۔

والمقصور۔ اور اسم مقصورہ کی جب جمع بنائیں گے تو اس کے الف کو حذف کر دیں گے۔ جیسے المصطفیٰ سے الف کو حذف کر دیا گیا اور واو نون کا الحاق آخر میں کر دیا گیا مصطفون ہو گیا۔

ویختص باولی العلم۔ واو اور نون کے ساتھ مذکورہ جمع صحیح ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔

ویجب ان لا یکون افعل مؤنثہ فعلاء کاحمر وحمراء ولا فعلان مؤنثہ فعلی کسکران وسکری ولا فعیلا بمعنی مفعول کجریح بمعنی مجروح ولا فعولا بمعنی فاعل کصبور بمعنی صابر ویجب حذف نونہ بالاضافۃ نحو مسلمو مصر۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **سوال**: یہ قانون سنون، ارضون، ثبون، قلون میں ٹوٹ گیا اس لئے کہ جمع ہیں اور واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہیں اور غیر ذوی العقول ہیں۔ **جواب**: سنون، سنۃ کی جمع سال۔ ارضون جمع ارض زمین۔ ثبون ثبۃ کی جمع جماعت یا گروہ۔ اور قلون قلۃ کی جمع چھڑی۔ وہ لکڑی جس سے بچوں کو تنبیہ کرتے ہیں۔ اسم ہیں مگر اشیاء کے نام ہیں ذوی العقول نہیں ہیں۔ ان کی جمع واؤ نون کے ساتھ قاعدہ کے خلاف ضرور ہیں مگر یہ چند مثالیں ہیں، شاذ ہیں، قاعدہ بہر حال وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ اور واجب ہے کہ وہ (اسم جس کی جمع لانے کا ارادہ کیا گیا ہے) افعل نہ ہو کہ اس کی مؤنث فعلاء آتی ہو۔ جیسے احمر کی جمع حمراء آتی ہے اور نہ فعلان ہو جس کی مؤنث فعلی آتی ہے۔ جیسے سکران کی مؤنث سکری آتی ہے۔ اور نہ وہ اسم کہ فعیل ہو جو معنیٰ میں مفعول کے ہو۔ جیسے جریح معنیٰ میں مجروح کے ہے۔ اور نہ مفعول ہو جو بمعنیٰ فاعل ہو۔ جیسے صبور صابر کے معنیٰ میں ہے۔ اور واجب ہے جمع صحیح کے نون کا حذف کرنا اضافت کی وجہ سے جیسے مسلمو مصر۔

تشریح اقسام جمع: مجموع کی تعریف سے فارغ ہو کر مصنف نے اسکی اقسام اور ان کے امثلہ بیان کی ہے۔ پھر ساتھ ساتھ اس کی جمع بنانے کا قاعدہ بھی ذکر فرمایا ہے۔ بہر حال فرمایا والصحیح علی قسمین۔ جمع صحیح دو قسم پر ہے۔ اول قسم وہ جمع ہے جس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوح۔ بحالت رفع لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلم کی جمع مسلمون۔ اور یا اس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلمین۔ بحالت نصب وجر۔

و ھٰذا فی الصحیح۔ مذکورہ قاعدہ جمع بنانے کا جمع صحیح کا ہے۔ واما المنقوص۔ بہر حال وہ اسم جس کے آخر میں یاء ساکن ما قبل مکسور ہو اس کی جمع بنانے کے وقت واؤ نون بڑھانے کے ساتھ ساتھ یاء کو آخر سے حذف کر دیا جائے گا۔ جیسے قاضی، داعی وغیرہ، تو ان کی یاء کو حذف کر کے واؤ اور نون کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قاعدہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

قولہٗ المقصور۔ اسی طرح اسم مقصور کی جمع بناتے کے وقت آخر سے اس کے الف کو حذف کر دیا جائے گا۔ اور اس کے ما قبل پر جو فتحہ ہے اس کو باقی رکھیں گے۔ تاکہ وہ اپنے مابعد والے الف کے حذف کئے جانے پر دلالت کرے۔ جیسے مصطفون، مصطفیٰ کی جمع تصحیح ہے الف مقصورہ کو گرا کر

ومؤنث وهو ما اُلحق بآخره الفٌ وتاءٌ نحو مسلمات وشرطه ان كان صفةً وله مذكر ان يكون مذكره قد جمع بالواو والنون نحو مسلمون وان لم يكن له مذكر فشرطه ان لا يكون مؤنثاً مجرداً عن التاء كالحائض والحامل وان كان اسماً غير صفة جمع بالالف والتاء بلا شرط كهندات ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آخر میں واؤ اور نون مفتوح کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ویختص باولی العلم۔ جمع صحیح کا مذکورہ طریقہ صرف ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ قاعدہ جاری نہ ہوگا۔ بہرحال اہل عرب کا سنۃ کی جمع سنون لانا اور ارض کی جمع ارضون اسی طرح ثبۃ کی جمع ثبون اور قلۃ کی جمع قلون کہنا اگرچہ مذکورہ قاعدہ کے خلاف ہے مگر یہ شاذ ہے اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ جب قاعدہ کے خلاف کوئی مثال دیکھتے ہیں تو اس کو شاذ کہہ کر تاویل کر لیتے ہیں۔ تاکہ قاعدہ محفوظ رہے۔

ویجب ان لایکون۔ جمع مذکر کی مذکورہ بالا جمع اسی وقت آئے گی۔ جب مندرجہ ذیل امور نہ پائے جائیں گے۔ مثلاً جس اسم کی جمع بنانے کا ارادہ ہے وہ افعل کے وزن پر نہ ہو۔ جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے احمر کی جمع حمراء آتی ہے۔ اسی طرح وہ اسم فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلیٰ آتی ہے۔ جیسے سکران کی مؤنث سکریٰ ہے۔ نہ فعیل کے وزن پر ہو جو بمعنیٰ مفعول ہو جیسے جریح بمعنیٰ مجروح ہے۔ اسی طرح وہ اسم مفعول کے وزن پر نہ ہو جو فاعل کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے صبور صابر کے معنیٰ میں ہے۔

ویجب حذف نونہ۔ اس جمع کو جب مضاف بنائیں گے تو اضافت کی وجہ سے اس کے نون کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے مسلمو مصر۔

ترجمہ اسم مجموع کی دوسری قسم مؤنث ہے۔ اور جمع مؤنث وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلمات۔ اور اس کی شرط اگر صفت کا صیغہ ہو اور اس کے لئے مذکر بھی ہو۔ شرط یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی گئی ہو۔ جیسے مسلمون اور اگر اس کے لئے مذکر نہ ہو تو پس شرط یہ ہے کہ وہ اسم ایسا مؤنث کا صیغہ نہ ہو جو تاء سے مجرد ہو جیسے حائض اور حامل۔ اور اگر وہ اسم مؤنث ایسا اسم ہو جو صفت کا صیغہ نہ ہو تو جمع لایا جائے گا الف اور تاء کے ساتھ بلا کسی شرط کے۔ جیسے ہندات۔

تشریح جمع مؤنث: مجموع کی دوسری قسم جمع مؤنث ہے۔ جمع مؤنث وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو۔ جیسے مسلمۃ کی جمع مسلمات۔

شرائط جمع:۔ الف اور تاء کے ساتھ جمع لانے کی شرط اگر صیغہ صفت کا ہو اور اس کے لئے

والمكسر صيغۃ فی الثلاثی کثیرۃ تعرف بالسماع کرجال وافراس وفلوس وفی غیر الثلاثی علی وزن فعالل وفعالیل قیاساً کما عرفت فی التصریف ثم الجمع ایضاً علی قسمین جمع قلۃ وھو ما یطلق علی العشرۃ فما دونھا وابنیتہ افعل وافعال وافعلۃ وفعلۃ وجمعا الصحیح بدون اللام کزیدون ومسلمات وجمع کثرۃ وھو ما یطلق علی ما فوق العشرۃ وابنیتہ ما عدا ھٰذہ الابنیۃ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مذکر بھی ہو، تو شرط یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہو جیسے مسلمۃ کے لئے مسلم مذکر ہے اور اس کی جمع مسلمون آتی ہے۔ اور اگر ایسا اسم مؤنث ہے کہ اور صیغہ صفت کا بھی ہے مگر اس کے مفرد کی جمع واو اور نون کے ساتھ نہیں آتی تو پھر دوسری شرط الف تاء کے ساتھ جمع آنے کی یہ ہے کہ وہ ایسا مؤنث کا صیغہ نہ ہو جو مجرد عن التاء ہو۔ جیسے حائض اور حامل دونوں اسم ہیں اور صفت کے صیغے بھی ہیں مگر یہ دونوں مجرد عن التاء ہیں اس لئے ان کی جمع الف وتاء کے ساتھ نہیں آتی۔

قولہ وان کان اسماء- مؤنث اگر بجائے صیغہ صفت کے صرف اسم ہو اور غیر صفت ہو تو اس کی جمع بھی الف وتاء کے ساتھ آئے گی۔ جیسے ہند اسم مؤنث ہے اور صفت کا صیغہ بھی نہیں ہے لہٰذا اس کی جمع الف تاء کے ساتھ ہندات آتی ہے۔

ترجمہ اور مکسّر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رجال، افراس، فلوس۔ اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر آتے ہیں قیاساً۔ جیسا کہ تم نے ان کی گردان میں پڑھ لیا ہے۔ پھر جمع بھی دو قسم پر ہے۔ اوّل جمع قلت ہے اور جمع قلت وہ جمع ہے جو دس اور اس سے کم پر بولی جاتی ہو۔ اس کے اوزان یہ ہیں۔ افعل، افعال، افعلۃ، فعلۃ اور صحیح کی دونوں جمع بغیر لام کے جیسے زیدون، مسلمات، دوسری قسم جمع کثرت ہے۔ یہ وہ جمع ہے، جو دس سے زائد پر بولی جاتی ہے۔ اور اس کے اوزان ماسواء ہیں ان اوزان کے جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

تشریح جمع مُکسّر:۔ جمع کی قسم اول جمع صحیح ہے جس کا بیان اوپر گزرا۔ دوسری جمع مکسّر ہے اس کی تعریف اوپر گزر چکی ہے جمع مکسر کے اوزان ثلاثی اور غیر ثلاثی کے جدا گانہ ہیں۔ چنانچہ مصنف نے فرمایا:۔ جمع مکسّر کے صیغے ثلاثی میں سماع سے تعلق رکھتے ہیں قیاس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ ان کے لئے کوئی قاعدہ مقرر ہو۔ مثلاً رجال، افراس جمع فرس۔ فلوس جمع فلس (پیسہ)

وفی غیر الثلاثی: اور جمع مکسّر کے اوزان ثلاثی کے علاوہ میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر تو موافق قیاس کے آتے ہیں جیسا کہ تم نے صرف کی بحث میں پڑھ لیا ہے۔

فصل المصدر اسمٌ يدلُّ على الحدث فقط ويشتقّ منه الافعال كالضرب والنصر مثلاً وابنيتُه من الثلاثي المجرد غيرُ مضبوطة تُعرفُ بالسماع ومن غيره قياسية كالافعال والانفعال والاستفعال والفعللة والتفعيل مثلاً فالمصدر ان لم يكن مفعولاً مطلقاً يعملُ عملَ فعلِه اعني يرفعُ الفاعلَ ان كان لازماً نحو اعجبني قيامُ زيدٍ وينصب مفعولاً ايضاً ان كان متعدّياً نحو اعجبني ضربُ زيدٍ عمراً ولا يجوز تقديمُ معمول المصدر عليه فلا يقال اعجبني زيدٌ ضربُ عمرواً ولا عمرواً ضربُ زيدٍ ويجوز اضافتُه الى الفاعل نحو كرهتُ ضربَ زيدٍ عمرواً والى المفعول به نحو كرهتُ ضربَ عمرٍو زيدٌ واَمّا ان كان مفعولاً مطلقاً فالعمل للفعل الذي قبلَه نحو ضربتُ ضرباً عمرواً فعمرٌو منصوبٌ بضربتُ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قولہ ثم الجمع ایضاً علی قسمین : پھر الفاظ کے لحاظ سے جمع کی تقسیم کے بعد اب معنی کے اعتبار سے جمع کی تقسیم بیان کرتے ہیں ۔ فرمایا : پھر جمع کی بھی دو قسمیں ہیں ۔ اول جمع قلت ہے جو دس اور دس سے کم پر بولی جاتی ہو ۔ اور جمع قلت کے اوزان یہ ہیں ۔ اَفعُلٌ ۔ افعالٌ ، اَفعِلَۃٌ ، فِعلَۃٌ جیسے فلس کی جمع افلس ۔ فرس کی جمع افراس ۔ رغیف (روٹی) کی جمع اَرغِفَۃٌ ۔ غلام کی جمع غِلمَۃٌ ، غلمانٌ وغیرہ ۔

قولہ وجمعا الصحیح ۔ یہ اصل میں جمعان تھا ۔ الصحیح کی جانب اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا ۔ صحیح کی دونوں جمع یعنی قلت و جمع کثرت جبکہ وہ بغیر الف اور تاء کے ہو ، واو نون اور الف و تاء کے ساتھ آتی ہے ۔ جیسے مسلمون اور مسلمات ۔

و جمع کثرۃ : جمع کی دوسری قسم جمع کثرت ہے ۔ یہ وہ جمع ہے جو دس سے زائد پر بولی جائے ۔ اور اس کے اوزان مذکورہ جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں ۔

ترجمہ فصل : ۔ مصدر ایسا اسم ہے جو حدوث پر دلالت کرے فقط (جیسے ہونا ، کرنا وغیرہ) اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہیں جیسے الضرب (مارنا) اور النصر (مدد کرنا) اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے کوئی منضبط (طے شدہ قانون کے مطابق) نہیں ہیں ۔ سماع سے پہچانے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ سے (ثلاثی مجرد کے علاوہ سے) قیاسی ہیں ۔ جیسے افعال ، انفعال ، استفعال ، فعللۃ تفعیل وغیرہ ۔ پس مصدر اگر مفعول مطلق واقع نہ ہو تو وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے ۔ یعنی رفع دیتا ہے فاعل کو اگر وہ لازم ہو ۔ جیسے اعجبنی قیامُ زیدٍ ۔ اور مفعول کو نصب دیتا ہے ۔ نیز اگر وہ متعدی ہو جیسے اعجبنی ضربُ زیدٍ عمرواً ۔ اور جائز نہیں ہے مصدر کے معمول کی تقدیم مصدر پر ۔ پس نہ کہا جائے گا ۔ اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرواً اور نہ ہی عمرواً ضربُ زیدٍ کہنا درست ہو گا ۔ اور مصدر کی اضافت

فاعل کی طرف جائز ہے۔ جیسے کرہت ضربُ زیدٍ عمروًا۔ اور مفعول بہ کی جانب جیسے کرہت ضرب عمرٍو زیدٌ۔ اور بہر حال مصدر اگر مفعول مطلق واقع ہو۔ پس تو اسوقت عمل اس فعل کا ہوتا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو۔ جیسے ضربت ضرباً عمراً۔ مارا میں نے مارنا عمر کو۔ پس اس مثال میں عمر کو نصب ضربت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

تشریح خاتمہ کی چھٹی فصل میں مصنف نے مصدر کی تعریف اور اس کے اوزان اور اس کا عمل بیان کیا ہے۔ مصدر کی تعریف :۔ مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدوث پر دلالت کرے۔ یعنی کسی کام کا کرنا، ہونا، جانا، کھانا، پڑھنا وغیرہ۔ اور مصدر سے فعل مشتق ہوتا ہے۔ (تمام افعال مصدر سے بنائے جاتے ہیں) مصدر ان کا مشتق منہ ہوتا ہے۔ مثلاً الضرب مارنا النصر مدد کرنا۔

اوزانِ مصدر :۔ ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان مقرر اور طے شدہ نہیں ہیں اور نہ ان کا کوئی ایسا قاعدہ ہے جس کی بنیاد پر دوسرے اوزان کو قیاس کیا جا سکے۔ صرف سماعی ہیں سننے پر موقوف ہیں۔
غیر ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں مثلاً افعال، انفعال، استفعال، فعللۃ اور تفعلل وغیرہ۔

فالمصدر ان لم یکن :۔ اب یہاں سے مصدر کا عمل بیان کرتے ہیں۔ فرمایا۔ مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو وہی عمل کرتا ہے جو اس سے مشتق ہونے والا فعل کرتا ہے۔ یعنی فاعل کو رفع اگر یہ لازم ہے جیسے عجبنی قیامُ زیدٌ۔ قیام مصدر لازم ہے اس لئے زید فاعل کو رفع دیا ہے۔ اور اگر مصدر متعدی ہے تو مفعول کو نصب کرتا ہے۔ متعدی کی مثال اعجبنی ضربٌ زیدٌ عمراً۔ ضرب کو رفع کی تنوین۔ زید کو فاعل ہونے کی وجہ سے تنوین رفع۔ اور عمراً کو مفعول ہونے کی وجہ سے نصب مع تنوین۔

ولا یجوز تقدیم معمول۔ فعل کے معمول کو فعل پر مقدم لایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ آئندہ پڑھ لیں گے۔ مگر مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم لانا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اعجبنی زید ضرب عمراً۔ اور عمراً ضربُ زیدٌ کہنا جائز نہیں۔ پہلی مثال میں زید فاعل کو ضرب مصدر پر مقدم کیا گیا ہے۔ دوسری مثال میں ضرب مصدر پر اس کے مفعول عمراً کو مقدم لایا گیا ہے۔ دونوں ناجائز ہیں۔

ویجوز اضافتہ :۔ دوسرے اسماء کی طرح مصدر چونکہ اسم ہے اور اسم کا خاصہ اضافت ہے اس لئے مصنف نے لکھا مصدر کی اضافت فاعل مفعول دونوں کی جانب درست ہے۔ فاعل کی طرف مصدر کی اضافت کی مثال کرہت ضربَ زیدٍ عمراً۔ مفعول کی جانب اضافت کی مثال کرہت ضرب عمرٍ زیدٌ۔ عمر ضرب کا مفعول اور زید فاعل ہے۔

قولہ اما ان کان مفعولاً مطلقاً۔ مصدر کی آخری بحث ہے۔ ابھی مصدر کے عمل کا بیان ہو رہا ہے۔ اوپر بیان کیا ہے کہ مصدر اگر کسی فعل کا معمول نہ ہو تو اسکا عمل اپنے فعل جیسا ہوتا ہے۔ یعنی فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے۔ اب دوسری صورت کو بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ مصدر اپنے فعل کا

فصل اسم الفاعل اسمٌ مشتقٌ مِنْ فعلٍ ليدُلَّ علی من قامَ بہ الفعلُ بمعنى الحدوث وَصیغتہ من الثلاثی المجرّد علی وزن فاعِلٍ کضاربٍ و ناصرٍ ومن غیرہ علی صیغۃ المضارع من ذٰلك الفعل بمیمٍ مضمومۃٍ مکان حرفِ المضارعۃ وکسر ما قبل الاٰخر کمُدخِلٍ و مستخرِجٍ وھو یعمل عمل فعلہ المعروف ان کان بمعنی الحال والاستقبال ومعتمدًا علی المبتدأ نحو زیدٌ قائمٌ ابوہ اوذی الحال نحوجاء نی زیدٌ ضاربًا ابوہ عمرًا او موصول نحو مررتُ بالضاربِ ابوہ عمرًا او موصوفٍ نحوعندی رجلٌ ضاربٌ ابوہ عمرًا او ھمزۃ الاستفھام نحو اَقائمٌ زیدٌ اوحرف النفی نحو ما قائمٌ زیدٌ فان کان بمعنی الماضی وجبت الاضافۃ معنًی نحو زیدٌ ضاربُ عمرٍو اَمسِ ھذا اذا کان منکرًا امّا اذا کان معرّفًا باللام یستوی فیہ جمیع الازمنۃ نحو زیدٌ الضاربُ ابوہ عمرًا الاٰن اوغدًا او امسِ.

(بقیہ صفحہ گزشتہ) معمول واقع ہو تو خود کوئی عمل نہیں کرتا بلکہ فعل مذکور ماقبل کے مفعول ہونے کے ناطے اس کا مفعول مطلق ہوتا ہے۔ اور عمل اس جگہ اس فعل کا ہی ہوتا ہے۔ جیسے ضربت ضربًا عمرًا۔ اس مثال میں ضربًا مصدر مفعول مطلق واقع ہے اور عمرًا ضربت کا مفعول واقع ہے۔

ترجمہ فصل: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے۔ (قیام) بمعنی حدوث ہے۔ اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے ضارب مارنے والا۔ ناصر مدد کرنے والا۔ اور اس کے علاوہ سے اس فعل کے مضارع کے صیغہ کے مطابق ہوتا ہے۔ حرفِ علامت مضارع کی جگہ میم مضموم اس کے شروع میں ہوتی ہے۔ نیز آخر سے ماقبل کو کسرہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے مُدخِل داخل کرنے والا مستخرِج خروج طلب کرنے والا اور وہ اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے۔ اگر اسم فاعل حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہو۔ اور مبتداء اعتماد کرتا ہو۔ جیسے زید قائم ابوہ۔ یا ذی الحال ہو جیسے جاءنی زید ضاربًا ابوہ عمرًا۔ یا موصول ہو، جیسے مررت بالضارب ابوہ عمرًا یا موصوف ہو عندی رجل ضارب ابوہ عمرًا یا ہمزۂ استفہام اس کے شروع میں داخل ہو۔ جیسے اقائم زید۔ یا حرف نفی شروع میں ہو۔ ماقائم زید۔ پس اگر فاعل ماضی کے معنیٰ میں ہو تو معنیً اضافت واجب ہے۔ جیسے زیدٌ ضاربُ عمرٍو امس۔ میں نے عمر کو کل گذشتہ مار اہے یہ اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو۔ اور بہرحال جب معرف باللام ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہوں گے جیسے زید الضارب ابوہ عمرًا الآن اوغدًا اوامس۔ زید جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے آج یا کل آئندہ یا کل گزشتہ۔

تشریح: خاتمہ کی ساتویں فصل اسم فاعل کی بحث ہے۔ اس میں مصنف نے اسم فاعل کی تعریف اس

فصل اسم المفعول اسمٌ مشتقٌ مِن فعلٍ متعدٍ لیدلّ علی من وقع علیه الفعل وصیغتهٗ من مجرّد الثلاثی علی وزن مفعول لفظاً کمضروبٍ او تقدیراً کمقولٍ ومرمیٍّ ومن غیرہٖ کاسم الفاعل بفتح ما قبل الاٰخر کمُدخَلٍ ومُستخرَجٍ ویعمل عمل فعلهٖ المجہول بالشرائط المذکورۃ فی اسم الفاعل نحو زیدٌ مضروبٌ غلامہٗ الاٰن اوغداً اوامسِ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مشتق منہ اور اسم فاعل کے اوزان اور اس کا عمل بیان کیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے شروع میں کون کون سے عوامل داخل ہوتے ہیں ۔

اسم فاعل کی تعریف :۔ اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے ۔ حدوث سے مراد یہ ہے کہ فعل اس کی ذات کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہے ۔ نیز حدوث کہہ کر صفت مشبہ کو فاعل سے جدا کیا ہے ۔

اسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضارب ناصر وغیرہ ۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے اس فعل کے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے ۔ فرق اتنا ہے کہ علامت مضارع کے بجائے شروع میں میم مضموم اور آخری حرف سے پہلے والے حرف کو کسرہ ہوتا ہے ۔ جیسے مُدخِلٌ مُستخرِجٌ وغیرہ ۔

اسم فاعل کا عمل :۔ اسم فاعل اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے اگر حالی یا استقبال کے معنی میں ہو اور مبتداء پر اعتماد کرتا ہو ۔ جیسے زیدٌ قائمٌ ابوہ یا ذوالحال پر اعتماد کرتا ہو ۔ جیسے جاء نی زید ضارباً ابوہ عمرواً یا موصول پر اعتماد کرتا ہو ۔ جیسے مررت بالضارب ابوہ عمرواً ۔ یا موصوف پر اعتماد کرتا ہو ۔ جیسے عندی رجل ضارب ابوہ عمرواً ۔ یا ہمزۂ استفہام پر جیسے اقائم زید یا حرف نفی پر جیسے ماقائمٌ زید ۔

فاعل بمعنی فعل ماضی ہو ۔ اور اگر اسم فاعل فعل ماضی کے معنیٰ میں ہو تو معنیٰ اضافت اس کے لئے لازم ہے ۔ جیسے زید ضارب عمرواً ۔ پس جبکہ اسم فاعل نکرہ ہو اور جب اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو اس میں ماضی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تمام زمانے برابر ہیں ۔ جیسے زید نِ الضارب ابوہ عمرواً الآن اوغداً اوامس ۔

ترجمہ اسم مفعول ایسا اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوتا ہے ۔ اور اسم کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مضروب یا تقدیراً جیسے مقول اور مرمی ۔ اور اس کے (ثلاثی مجرد کے علاوہ سے) غیر سے جیسے اسم فاعل کا حال تھا ۔ آخری حرف کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ آتا ہے جیسے مُدخَل مُستخرَج ۔ اور یہ اپنے فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے ۔ ان شرطوں کے ساتھ جو اسم فاعل میں مذکور تھیں ۔ جیسے زید مضروب غلامہٗ الآن یا غداً یا امسِ ۔

تشریح : خاتمہ کی آٹھویں فصل اسم مفعول کے بیان میں ہے ۔ اسم مفعول کی تعریف وہ اسم ہے جو فعل متعدی

فصل الصّفة المشبهة اسمٌ مشتقٌ من فعلٍ لازمٍ ليدلّ علی من قام به الفعل بمعنی الثبوت وصیغتها علی خلاف صیغة اسم الفاعل والمفعول انما تعرف بالسماع کحسن وصعبٍ وظریفٍ وهی تعمل عمل فعلها مطلقاً بشرط الاعتماد المذکور ومسائلها ثمانیة عشر لان الصفة اما باللام او مجردة عنها ومعمول کل واحد منهما اما مضافٌ او باللام او مجردٌ عنهما فهذه ستةٌ ومعمولٌ کلّ منها امّا مرفوعٌ او منصوبٌ او مجرورٌ فذلک ثمانیة عشر وتفصیلها نحو جاء فی زید الحسن وجهُه ثلاثة اوجه وکذلک الحسن الوجهِ والحسن وجهٍ وحسنُ وجهُه وحسنَ الوجهِ وحسن وجهٍ وهی علی خمسة اقسام۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سے بنایا گیا ہو تا کہ من وقع علیہ الفعل پر دلالت کرے (یہ وہ ذات جس پر فعل واقع ہوا)

اسم مفعول کا صیغہ:۔ فعل ثلاثی مجرد سے مضروبٌ کے وزن پر لفظاً آتا ہے ۔ یا اس وزن پر معنیً آتا ہے معنیً مفعول کے وزن پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اصل صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے۔ اس لئے لفظوں میں مضروب کا وزن باقی نہیں ہے مگر تقدیراً وزن باقی ہے اسکی مثال مقول اور مرمی ہے ۔

ومن غیرہ کاسم الفاعل:۔ اسم مفعول کا وزن ثلاثی مجرد کے علاوہ میں اسی قاعدے کے مطابق آتا ہے جو آپ اسم فاعل میں پڑھ چکے ہیں یعنی اس فعل کے مضارع کے مطابق میں علامتِ مضارع کے بجائے میم مضموم اور آخر سے ماقبل کو فتحہ دیا جائے گا۔ جیسے مُدخَلٌ، مستخرَجٌ۔

اسم مفعول کا عمل:۔ اسم مفعول وہی عمل کرتا ہے جو فعل مجہول کرتا ہے یعنی نائب فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب جیسے زید مضروب غلامہٗ الآن اوغداً اوامس ۔ زید مارا گیا اس کا غلام آج یا کل آئندہ یا کل گذشتہ مگر شرائط اس میں بھی وہی ہیں جو اسم فاعل میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

ترجمہ نویں فصل صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے۔ ثبوت کے معنیٰ میں۔ اور اس کا صیغہ اسم فاعل و اسم مفعول کے صیغوں کے خلاف ہوتا ہے اور سماع سے پہچانا جاتا ہے ۔ جیسے حَسَنٌ، صَعبٌ، ظریفٌ ۔ اور وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے مطلقاً مذکورہ بالا اعتماد کے مطابق ۔ اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں ۔ اس لئے کہ صفت یا لام کے ساتھ ہوگی یا لام سے مجرّد ہوگی ۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا ان دونوں سے مجرّد ہوگا۔ پس یہ چھ صورتیں ہوگئیں اور مذکورہ چھ امور میں سے ہر ایک کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور ہوگا۔ پس یہ اٹھارہ صورتیں ہوگئیں اور ان کی تفصیل یہ ہے

جیسے جاءنی زید الحسن وجہہٗ تین صورتیں ۔ اسی طرح الحسن الوجہِ اور الحسن وجہٍ اور حسن الوجہُ اور حسن وجہٍ ۔

تشریح الصفۃ المشبہۃ :۔ وہ صفت کا صیغہ جو اسم فاعل کے مشابہ ہے اس بارے میں کہ اسکا بھی تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث لایا جاتا ہے اس کو صفت مشبہ سے تعبیر کیا ہے ۔ اس کی تعریف ۔ صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے بنایا گیا ہو تاکہ وہ ذات جس کے ساتھ فعل قائم ہے اس پر بطور ثبوت کے دلالت کرے ۔ یعنی یہ دلالت اس صفت پر ہو گی جو ذات کے ساتھ ثابت ہوگی ۔ حادث نہ ہو گی ۔ جیسے زید کریم میں زید میں کرم کا وصف ثابت ہے اور صاحب رضی نے صفت مشبہ کی تعریف اسطرح کی ہے صفت مشبہ معنی حدوث پر دلالت نہیں کرتا ۔

قولہٗ وصیغتہا علی خلاف :۔ صفت مشبہ کے صیغے باوجودیکہ مختلف انواع و اقسام کے ہوتے ہیں ۔ مگر اس کے باوجود تمام صیغے اسم فاعل و اسم مفعول کے صیغوں سے مختلف ہوتے ہیں ۔ ان کے بنانے کا کوئی قاعدہ بھی نہیں ہے ۔ جیسا کہ اسم فاعل و اسم مفعول بنانے کے قواعد آپ نے پڑھے ہیں بلکہ صرف سماع پر موقوف ہیں مگر ابن مالک نحوی کا قول ہے ۔ صفت مشبہ کے اوزان اسم فاعل کے وزن کے مطابق بہت قلیل ہیں ۔ ایسا نہیں ہے کہ بالکل نفی کردی جائے ۔ اور عدی بن زید تمیمی کے شعر سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے ۔ شعر ؎ من صدیق او اخی ثقۃ او عدو شاحط دارًا ۔ اس شعر میں شاحط بالاتفاق صفت ہے ۔ اسی طرح ظاہر العرض یا کدامن ۔

اوزان صفت مشبہ سماعی ہیں ۔ اس پر رضی نحوی نے اعتراض وارد کیا ہے کہ صفت مشبہ لون اور عیب کے معنیٰ میں افعل کے وزن پر آتا ہے ۔ جیسے ابیض، اسود، اعور اور اعمیٰ اور یہ قیاسی اوزان ہیں لہٰذا قاعدہ کلیہ درست نہیں ہے ۔ بہر حال مصنف نے اوزان صفت مشبہ کے سلسلہ میں تین صیغے اس جگہ لکھے ہیں حَسَنٌ، صَعبٌ اور ظریفٌ ۔

وھی تعمل :۔ صفت مشبہ مطلقًا اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے بشرطیکہ اعتماد رکھتا ہو ۔ اور اعتماد ہی مراد ہے جو تفصیل سے اسم فاعل میں گزر چکا ہے ۔ یعنی علاوہ موصول کے باقی پانچ امور پر اعتماد کرتا ہو ۔

ومسائلہا ثمانیۃ عشر :۔ اور صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں آتی ہیں ۔ وجہ حصر یہ ہے :۔ ۱ صفت کا صیغہ لام کے ساتھ ہو گا یا مجرد عن اللام ہو گا ۔ پھر ان دونوں کا معمول مضاف ہو گا یا لام کے ساتھ ہو گا یا لام سے خالی ہو گا ۔ یہ چھ صورتیں ہو گئیں ۔ پھر مذکورہ چھ صورتوں میں سے ہر صورت میں یہ تین احتمال ہیں کہ آیا وہ مرفوع ہو گا یا منصوب اور یا مجرور ہو گا ۔ بس یہ مجموعی طور پر اٹھارہ صورتیں ہو گئیں ۔ ان کی تفصیلی مثال کے ساتھ یہ ہے ۔ جاءنی زید الحسن وجہہٗ ۔ اعراب کی تینوں صورتیں ۔ جبکہ صیغہ صفت لام کے ساتھ مستعمل ہے ۲ اسی طرح

منها ممتنعٌ الحسن وجہٍ والحسن وجهه ومختلف فيه حسن وجهه والبواقی احسنُ ان كان فيه ضميرٌ واحدٌ وحسنٌ ان كان فيه ضميران وقبيحٌ ان لم يكن فيه ضميرٌ والضابطةُ انك متیٰ رفعتَ بها معمولها فلا ضمير فی الصفة ومتیٰ نصبتَ اوجررتَ ففيها ضمير الموصوف نحو زيد حسن وجهه ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

الحسن الوجہُ اعراب کی تینوں صورتیں ۔ اور لام کے ساتھ ہے اور اس کا معمول بھی لام کے ساتھ ہے تین صورتیں یہ بھی ہوگئیں ۔ ۳ الحسن وجہٍ صیغہ صفت لام کے ساتھ اور معمول مجرد عن اللام اور اعراب کی تینوں صورتیں ۔ لہٰذا یہ بھی تین صورتیں ہوگئیں ۔ ۴ حَسَنَ وجہہُ صفت کا صیغہ لام سے مجرد ہے ۔ اور اسکا معمول مضاف ہے اور تینوں اعراب ہیں ۔ ۵ حسن الوجہُ صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول اسکا لام کے ساتھ ہے اور تینوں اعراب ہیں تین صورتیں یہ ہوگئیں ۔ ۶ حسن وجہٌ صیغہ صفت مجرد اور معمول بھی مجرد عن اللام ہے اور تینوں اعراب بھی ساتھ ہیں ۔ لہٰذا یہ بھی تین صورتیں ہوگئیں ۔ مذکورہ بالا چھ صورتیں مصنف نے لکھی ہیں اور انمیں ہر ایک کی مرفوع، منصوب اور مجرور کے لحاظ سے تین صورتیں مزید نکل آئیں ۔ اس لئے چھ کو تین سے ضرب دیا تو کل اٹھارہ صورتیں اس کے اعراب اور عمل اور استعمال کی نکل آئیں ۔

ترجمہ اور مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے بعض ممتنع اور محال بھی ہیں ۔ جیسے الحسن وجہٍ اور الحسن وجہہ اور بعض صورتیں مختلف فیہ ہیں حسن وجہہ اور بقیہ صورتیں احسن ہیں اگر ان میں ایک ضمیر موجود ہو اور یہ صورتیں صرف حسن ہیں ۔ اگر ان میں دو ضمیریں موجود ہوں ۔ اور اگر کوئی ضمیر نہ ہو تو وہ صورت قبیح (بری) ہے ۔ اور ضابطہ اسکا یہ ہے کہ جب تو نے صفت مشبہ کے ذریعہ اس کے معمول کو رفع دیا تو صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی ۔ اور جب تو نے صیغہ صفت مشبہ کے ذریعہ اس کے معمول کو نصب یا جر دیا تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی جیسے زید حسن وجہہ ۔

تشریح قولہ ومنها ممتنع :۔ مذکورہ اٹھارہ صورتیں صفت مشبہ کے استعمال کی آپ نے پڑھی ہیں ۔ ان میں سے بعض صورتیں ممتنع بعض احسن اور بعض حسن اور بعض قبیح ہیں جنکی تفصیل یہ ہے ۔

ومنها ممتنع :۔ صورت ممتنعہ یہ ہے ۔ الحسن وجہٍ اور الحسن وجہہ یعنی وہ صورت جس میں صیغہ صفت لام کے ساتھ ہے ۔ اور معمول مجرد عن اللام ہو کر مجرور ہے ۔ محال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ الحسن میں الف لام ہے جو اضافت سے مانع ہے ۔ اور اس میں مضاف کو معرف باللام اور مضاف الیہ کو نکرہ لکھا گیا ہے اس لئے یہ محال ہے ۔ اور دوسری صورت یعنی الحسن وجہہ میں صفت کا صیغہ معرف باللام ہے اور اسکا معمول مضاف لسوئے ضمیر ہے اور مجرور ہے ۔ اور تخفیف بھی پیش نظر نہیں ہے ۔ جو کہ اضافت لفظیہ میں تخفیف مطلوب ہوتی ہے ۔ اور تخفیف یا تنوین کے حذف سے ہوتی ہے یا نون تثنیہ

فصل اسم التفضیل اسم مشتق من فعل لیدل علی الموصوف بزیادۃ علی غیرہ وصیغتہ افعل فلا یُبنی الا من الثلاثی المجرد الذی لیس بلون ولا عیب نحو زید افضل الناس فان کان زائدًا علی الثلاثی او کان لونًا او عیبًا یجب ان یُبنی افعل من ثلاثی مجرد لیدل علی مبالغۃ وشدۃ وکثرۃ ثم یذکر بعدہ مصدر ذلک الفعل منصوبًا علی التمییز کما تقول ھو اشد استخراجًا واقوی حمرۃً واقبح عرجًا وقیاسہ ان یکون للفاعل کما مر وقد جاء للمفعول قلیلًا نحو اعذر واشغل واشھر واستعمالہ علی ثلاثۃ اوجہ اما مضاف کزید افضل القوم او معرف باللام نحو زید الافضل او بمن نحو زید افضل من عمرو۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وجمع کے ساقط کرنے سے ہوتی ہے۔ مضاف سے یا پھر مضاف الیہ سے حذف ضمیر کے ساتھ ہوتی ہے۔ تخفیف کی مذکورہ کوئی صورت نہیں پائی جاتی اس لیئے ممتنع ہے۔

دمختلف فیہ :۔ اور بعض صورتیں نحاۃ کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ مثلاً حسن وجہہ صیغہ صفت مجرد عن اللام اور مضاف بسوئے معمول۔ اور خود معمول بھی مجرد مع لام سے اور مضاف ہے ضمیر کی جانب اس سے گمان یہ ہوتا ہے کہ اس میں اضافت شئی کی اپنے نفس کی جانب ہے کیونکہ وجہ اور حسن دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔ اس لئے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔ مگر دوسرے بعض نحوی مثلاً سیبویہ اور تمام بصری اس کو جائز کہتے ہیں۔ ضرورت کی وجہ سے کیونکہ حسن بمقابلہ وجہ کے عام ہے اور اضافۃ الشئی الی نفسہ لازم نہیں ہے۔

والبواقی احسن :۔ سابقہ مذکور اٹھارہ صورتوں میں سے جن بعض کو اوپر غیر صحیح کہا گیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی صورتیں تین طرح کی ہیں۔ ۱ احسن ہیں، اگر اس میں صرف ایک ضمیر موجود ہو۔ کیونکہ محتاج الیہ اس میں موجود و متحقق ہے۔ اور کوئی زیادتی بلا ضرورت نہیں ہے۔ ۲ بعض صورتیں حسن ہیں۔ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں دو ضمیریں موجود ہیں۔ اول ضمیر صیغہ صفت میں دوسری ضمیر اس کے معمول میں۔ مذکورہ اقسام میں سے یہ دو صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اول حسن وجہہ دوسری الحسن وجہہ ۳ بعض صورتیں ان میں سے قبیح ہیں۔ اور قباحت مذکور صورتوں میں سے جاری پائی جاتی ہے ۱ الحسن الوجہ ۲ حسن الوجہ، حسن وجہ، الحسن وجہ۔ ان میں معمول کو رفع پڑھا جائے۔

ترجمہ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تاکہ موصوف پر دلالت کرے۔ کچھ زیادتی پر اپنے غیر کے مقابلے میں اور اسکا صیغہ افعل کے وزن پر آتا ہے۔ پس وزن نہیں لایا جاتا مگر صرف ثلاثی مجرد سے جو لون، عیب کے معنی میں نہ ہو۔ جیسے زید افضل الناس زید تمام لوگوں سے

افضل ہے ۔ پس اگر صیغہ ثلاثی سے زائد ہو یا لون وعیب کے معنی میں ہو تو واجب ہے کہ اسکا وزن ثلاثی مجرد سے لایا جائے ۔ تاکہ مبالغہ شدت اور کثرت پر دلالت کرے ۔ پھر اس کے بعد اس فعل کا مصدر ذکر کر دیا جائے بصورت منصوب تمیز کی بناء پر جیسے تو کہے اشد استخراجاً بہت زیادہ سخت ہے استخراج کے اعتبار سے ۔ اور اقوی حمرۃ ۔ زیادہ قوی ہے سرخی کے اعتبار سے اور اقبح عرجاً ۔ زیادہ قبیح ہے باعتبار لنگڑے پن کے ۔ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو ۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور کبھی مفعول کے لئے بھی آیا ہے قلت کے ساتھ ۔ جیسے اعذر، زیادہ معذور اشغل زیادہ مشغول ۔ اشہر زیادہ مشہور ۔ اور اسکا استعمال تین طریقہ پر ہے ۔ یا مضاف کے ذریعہ جیسے زید افضل القوم ۔ یا معرف باللام کے ذریعہ جیسے زید ن الافضل یا من کے ذریعہ جیسے زید افضل من عمرٍ ۔

تشریح خاتمہ کی دسویں فصل میں مصنف نے اسم تفضیل کی تعریف، اس کے اوزان اور استعمال وغیرہ امور بیان کئے ہیں ۔ اسم تفضیل کی تعریف :۔ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو ۔ تاکہ موصوف پر زیادتی کے ساتھ دلالت کرے اپنے غیر کے مقابلے میں ۔ اسم تفضیل کا صیغہ افعلُ کے وزن پر آتا ہے ۔ چونکہ یہ وزن ثلاثی سے ہی آتا ہے اس لئے مصنف رح نے فرمایا پس اس کی بناء صرف ثلاثی مجرد سے ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ صیغہ لون، عیب کے معنیٰ میں نہ ہو ۔ جیسے زید افضل الناس ۔ زید دوسرے لوگوں کے مقابلے میں افضل ہے ۔

فان کان زائداً ۔ لہٰذا اگر فعل ثلاثی سے زائد ہو یا لون وعیب کے معنیٰ میں ہو تو ضروری ہے کہ اس کی بناء ثلاثی مجرد ہی سے لائی جائے تاکہ مبالغہ، کثرت اور شدت کے معنیٰ پر دلالت کرے اس کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب برائے تمیز ذکر کیا جائے ۔ جیسے اشد استخراجاً اور اقوی حمرۃ وغیرہ و قیاسہ للفاعل، چونکہ اسم تفضیل اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو فعل پر اثر کرنے میں زیادتی یا نقصان پر دلالت کرے ۔ یہ وصف فاعل میں ہوا کرتا ہے ۔ اس لئے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اسم تفضیل فاعل کے لئے آتا جیسا کہ گزر چکا ہے مگر کبھی کبھی مفعول کے لئے بھی آتا ہے کمی کے ساتھ جیسے اعذر، زیادہ عذر والا اشغل، زیادہ مصروف رہنے والا ۔ اشہر زیادہ شہرت یافتہ ۔

واستعمالہ علیٰ ثلاثۃ اوجہٍ :۔ اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے ۔ اسم تفضیل یا مضاف واقع ہو گا ۔ جیسے زید افضل القوم ۔ زید قوم میں سب سے افضل ہے ۔ یا معرّف باللام ہو گا جیسے زید ن الافضل یہ اس کے لئے ہے جو ذہن میں کسی کو متعین کئے ہو ۔ مثلاً زید افضل ہے عمر سے ۔ تیسرا استعمال اسکا من کے ساتھ ہے جیسے زید افضل من عمرٍ ۔ زید عمر سے افضل ہے ۔

وَيجوزُ في الاوّلِ الافرادُ ومُطابقة اسمِ التفضيل للموصوفِ نحو زيدٌ افضلُ القومِ والزيدانِ افضلُ القومِ وافضلا القومِ والزيدون افضلُ القومِ وافضلُوا القومِ وَفي الثاني يجبُ المطابقة نحو زيد ن الافضل والزيدان الافضلان والزيدون الافضلون وفي الثالث يجبُ كونه مفرداً مذكراً ابداً نحو زيدٌ وهندٌ والزيدان والهندان والزيدون والهندات افضلُ من عمرٍو۔

ترجمہ اور جائز ہے اوّل میں مفرد لانا۔ اور اسم تفضیل کی موافقت موصوف کے ساتھ۔ جیسے زید افضل القوم۔ اور الزیدان افضل القوم۔ اور افضلا القوم (اوّل مثال واحد کی دوسری مثال اسم تفضیل تثنیہ کی ہے) اور الزیدون افضل القوم (اس مثال میں اسم تفضیل مفرد ہے) الزیدون الافضلون۔ اور تیسری صورت میں واجب ہے کہ اسم تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر ہو۔ جیسے زید افضل من عمرو۔ ہند افضل من عمرو۔ الزیدان افضل من عمرو۔ الزیدون افضل من عمرو۔ الہندان افضل من عمرو۔ الہندات افضل من عمرو۔

تشریح اسم تفضیل کے استعمال کی دو صورتیں ہیں۔ ۱ اسم تفضیل مفرد ہوگا خواہ اس کا موصوف تثنیہ و جمع ہی کیوں نہ ہو۔ ۲ اسم تفضیل کا صیغہ اپنے موصوف کے مطابق ہو، مفرد، تثنیہ اور جمع میں۔ مثال اول جیسے زید افضل القوم۔ زید موصوف مفرد ہے اس لیے افضل کو مفرد لایا گیا۔ الزیدان افضلا القوم، دونوں تثنیہ ہیں۔ الزیدان بھی اور افضلا بھی۔ تیسری مثال جمع کی ہے۔ جس میں موصوف اور اسم تفضیل دونوں میں مطابقت ہے۔ جیسے الزیدون افضلوا القوم۔

وفی الثانی یجب المطابقۃ :۔ اسم تفضیل کے استعمال کی تین صورتیں ہیں۔ اضافت کے ساتھ، الف لام کے ساتھ اور مِن کے ساتھ۔ جب اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ کیا جائے گا تو اسم تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر آئے گا۔ جیسے زید افضل القوم۔ دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کو الف ولام کے ساتھ معرف کیا جائے۔ تو اس صورت میں اس کی مطابقت موصوف کے ساتھ واجب ہے۔ واحد کے لئے واحد، تثنیہ کے لئے تثنیہ۔ اور جب موصوف اس کا جمع ہو تو اسم تفضیل کو جمع لایا جائے گا۔ جیسے زید الافضل دونوں مفرد ہیں۔ الزیدان الافضلان دونوں تثنیہ ہیں۔ الزیدون الافضلون دونوں جمع ہیں۔

وفی الثالث :۔ اور جب اسم تفضیل کو مِن کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا ہمیشہ ضروری ہوگا۔ جیسے زید افضل من عمرو وغیرہ۔

وعلى الاوجه الثلاثة يضمر فيه الفاعلُ وهو يعمل فی ذالك المضمر ولا يعمل فی المظهر اصلاً الا فی مثل قولهم ما رأيتُ رجلاً احسَنَ فی عينه الكحلُ منه فی عين زيدٍ فانّ الكحلَ فاعلٌ لاحسنَ وههنا بحث ۔

ترجمہ اور تینوں وجوہ میں اس میں ضمیر لائی جائے گی ۔ اور وہ اس مضمر پر عمل کرے گا اور مظہر پر بالکل عمل نہ کرے گا ۔ لیکن اس جیسے قول میں ما رأیت رجلاً احسن فی عینہ ۔ الکحل منہ فی عین زید ۔ نہیں دیکھا میں نے کسی شخص کو کہ زیادہ حسین ہو اس کی آنکھ میں سرمہ ۔ اس کے مقابلے میں جو زید کی آنکھ میں ہے لیعنی زید کی آنکھ کا سرمہ تمام انسانوں سے زیادہ حسین ترین ہے ۔ اور یہاں پر بحث ہے یعنی مسئلہ استثناء میں اعتراض ہے ۔

تشریح اسم تفضیل کی بحث چل رہی ہے ۔ اوپر آپ نے اسم تفضیل کے استعمال کا بیان پڑھا ہے ۔ کبھی اضافت کے ساتھ، کبھی الف لام کے ساتھ معرف کی صورت میں ۔ اور کبھی اس کا استعمال مِن کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔ اس ذیل میں مصنف نے فرمایا :

وعلی الاوجہ الثلاثۃ :۔ تینوں استعمالوں میں اسم تفضیل ماقبل کی صفت بنایا گیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ صیغہ صفت کے لئے فاعل بھی تو ہونا چاہیئے ۔ خواہ ضمیر کی صورت میں یا اسم ظاہر کی صورت میں اس لئے مصنف نے کہا مذکورہ تینوں استعمالات میں اسم تفضیل میں فاعل مفرد محذوف مانا جائے گا اور اسم تفضیل اسی مضمر میں عمل کرے گا ۔ اسم تفضیل اسم ظاہر پر کوئی عمل نہ کرے گا ۔ خواہ اسم ظاہر فاعل واقع ہو یا مفعول واقع ہو ۔ البتہ آنے والی مثال جیسی صورتوں میں اسم تفضیل کا عمل کرنا اسم ظاہر میں اس سے مستثنیٰ ہے لیعنی عمل اسم ظاہر پر کرتا ہے ۔

الا فی مثل قولہم :۔ لیعنی جس ترکیب میں اسم تفضیل لفظوں میں کسی کی صفت واقع ہو ۔ حالانکہ حقیقت میں اسم تفضیل صفت اس شئے کے متعلق کی صفت ہے جیسے احسن مذکورہ مثال میں، کہ لفظ کے اعتبار سے احسن صفت رجلاً کی ہے ۔ مگر حقیقت میں احسن الکحل کی صفت ہے جو کہ رجل کا متعلق ہے اور یہ تعلق اس طور پر ہے کہ اس میں کوئی چیز موجود ہے جو مفضل ہے اور اس لحاظ سے کہ وہی چیز جو دوسرے میں پائی جاتی ہے وہ مفضل علیہ ہے ۔ جیسے کہ کحل مذکورہ مثال میں اس لحاظ سے کہ کحل رجل کی آنکھ میں حاصل ہے وہ مفضل ہے اور اس اعتبار سے کہ کحل زید کی آنکھ میں حاصل ہے مفضل علیہ ہے لیعنی شئ واحد ایک لحاظ سے مفضل دوسرے لحاظ سے مفضل علیہ ہے ۔ وہٰہنا بحث :۔ بحث یہ ہے کہ مذکورہ مثال اس سے مختصر بھی لائی جاسکتی تھی ۔ لیعنی یہ کہ ضمیر مجرور اور فی دونوں کے بغیر بھی مثال لائی جاسکتی تھی ۔ مثلاً یوں کہا جاتا کہ ما رأیت کعین زید احسن فیہا الکحل جس میں لفظ عین کو اسم تفضیل پر مقدم ذکر کیا گیا ہے اور مِن کا ذکر نہیں کیا گیا **بحث اسم تام شد ۔**

القسمُ الثاني في الفعل

کلمہ کی دوسری قسم فعل ہے

وقد سبق تعريفه واقسامُهٗ ثلاثةٌ ماضٍ ومضارعٌ وامرٌ الاوّل الماضي وهو فعلٌ دلَّ على زمانٍ قبل زمانك وهو مبنيٌّ على الفتح ان لم يكن معه ضمير مرفوع متحركٌ ولا واوٌ كضَرَبَ ومع الضمير المرفوع المتحرك على السكون كضربتَ وعلى الضم مع الواو كضربُوا والثاني المضارعُ وهو فعلٌ يشبهُ الاسمَ باحدى حروف اتين في اوله لفظًا في اتفاق الحركات والسكنات نحو يضرب ويستخرج كضارب ومستخرج وفي دخول لام التاكيد في اوّلهما تقولُ إنَّ زيدًا ليقومُ كما تقولُ ان زيدًا لقائمٌ وفي تساويهما في عددِ الحروف ومعنًى في انه مشتركٌ بين الحال والاستقبال كاسم الفاعل ولذلك سمّوهُ مضارعًا.

ترجمہ کلمہ کی دوسری قسم فعل ہے ۔ اور تحقیق کہ اس کی تعریف پہلے گزر چکی ہے اور اس کی اقسام تین ہیں ۔ ماضی، مضارع اور امر۔ اوّل ماضی ہے۔ ماضی وہ فعل ہے جو دلالت کرے ایسے زمانے پر جو تمہارے زمانے سے پہلے ہو۔ اور وہ فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک لگی ہوئی نہ ہو۔ اور نہ واؤ اس کے آخر میں ہو۔ جیسے ضَرَبَ اس نے مارا۔ اور فعل ماضی کا صیغہ ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی ہے سکون پر جیسے ضَرَبْتُ اور ضمہ پر مبنی ہے واؤ کے ساتھ۔ جیسے ضَرَبُوا دوسری قسم مضارع ہے۔ اور مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو حروف اَتَیْن میں سے کسی ایک کے ساتھ جو اس کے شروع میں لفظوں میں موجود ہو۔ مضارع اسم کے ساتھ مشابہ ہے۔ حرکات وسکنات میں اتفاق کے ساتھ۔ جیسے یضرب۔ یستخرج۔ اور جیسے ضاربٌ اور مستخرج اور مشابہ ہے اسم کے ساتھ لام تاکید کے ان دونوں کے شروع میں داخل ہونے میں۔ جیسے تم کہو۔ ان زیدًا لیقوم جیسی طرح تم کہتے ہو۔ ان زیدًا لقائمٌ۔ نیز دونوں مشابہ ہیں حروف کی تعداد کے مساوی ہونے میں۔ اور دونوں مساوی ہیں معنیً اس بات میں کہ دونوں حال واستقبال میں مشترک ہونے میں جس طرح اسم فاعل اس لئے اس کا نام مضارع رکھا گیا ہے۔

تشریح القسم الثانی فی الفعل: اب تک اس کتاب میں کلمہ کی پہلی قسم یعنی اسم کا بیان تھا۔ اب یہاں سے کلمہ کی دوسری قسم یعنی فعل کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔ بہر حال فعل

وہ کلمہ ہے جو مستقل معنیٰ پر دلالت کرے اور اس میں تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی پایا جاتا ہو۔ جیسے ضرب، یضرب، اضرب۔

اقسام فعل: فعل کی تین قسمیں ہیں۔ اول ماضی دوم مضارع سوم امر۔ الاوّل الماضی۔ فعل کی پہلی قسم ماضی ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو موجودہ زمانہ سے قبل پایا جاتا ہو۔ وھو مبنی علی الفتح، فعل ماضی فتحہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک ملی ہوئی نہ ہو جیسے ضربتُ میں فاعل کی ضمیر متحرک اس کے ساتھ متصل ہے اور اگر اس کے ساتھ ضمیر منصوب کی متصل ہوگی تو فتحہ پر مبنی رہے گا۔ جیسے ضَرَبہٗ۔ دوسری شرط مبنی بر فتحہ ہونے کی یہ ہے کہ اس کے آخر میں واؤ نہ ہو۔ جیسے ضربَ، فتحہ لفظی کی مثال ہے اور خواہ فتحہ تقدیری ہو جیسے رمیٰ۔ اور فعل ماضی ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ سکون پر مبنی ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ۔ اور اگر فعل ماضی کے آخر میں واؤ ہو تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے ضربوا۔

والثانی المضارع: فعل کی دوسری قسم مضارع ہے۔ مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو۔ اور حروف اتین (الف، تاء، یاء، نون) میں سے کوئی حرف اس کے شروع میں داخل ہو۔ فعل مضارع اسم کے ساتھ لفظوں میں مشابہ ہوتا ہے۔ اور اتفاق لفظی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حرکات و سکنات دونوں میں یکساں ہوتے ہیں۔ جیسے یضرب اور ضارب۔ دونوں کا دوسرا حرف ساکن ہے اور تیسرا حرف متحرک ہے۔ اور اسی طرح آخری حرف بھی متحرک ہے۔ حرکات اگرچہ دونوں کی جداگانہ ہیں۔ اول پر ضمہ اور دوسرے میں تنوین کے ساتھ رفع ہے۔

وفی دخول لام التاکید: مضارع اسم کے ساتھ لام تاکید کے داخل ہونے میں بھی مشابہ ہے دونوں کے شروع میں لام تاکید آتا ہے۔ جیسے ان زیداً لیقوم۔ لیقوم کے پہلے لام تاکید ہے دوسری مثال اسم کی ہے یعنی ان زیداً لقائم۔ قائم کے شروع میں لام تاکید داخل ہے۔

وفی تساویہما فی عدد الحروف: دونوں کی مشابہت حروف کی تعداد میں بھی ہے۔ نیز دونوں معنیٰ میں بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ فعل مضارع حال و استقبال کے معنیٰ میں مشترک ہوتا ہے اسی طرح اسم فاعل بھی دونوں میں مشترک ہوتا ہے۔

لذلک سموہ مضارعاً۔ اسی مشابہت سے اسکا نام فعل مضارع یعنی مشابہ للاسم رکھا گیا ہے۔

وَالسِّينُ وسوفَ تخصِّصُه بالاستقبال نحو سيضرب وسوف يضرب واللام المفتوحة بالحال نحو ليضربُ وحروفُ المضارعة مضمومةٌ في الرباعي نحو يُدحرجُ ويُخرجُ لأنّ اصلهٗ يُأَخرِجُ ومفتوحةٌ في ما عداه كيَضرِبُ ويستخرجُ وانما اعرِبَ مع انّ اصل الفعل البناء لمضارعته اى لمشابهته الاسمَ في ما عرفتَ واصل الاسم الاعراب وذلك اذا لم يتصل به نونُ تاكيد ولا نونُ جمع المؤنث واعرابه ثلاثة انواعٍ رفعٌ ونصبٌ وجزمٌ نحو هو يضربُ ولن يضربَ ولم يضربْ۔

ترجمہ حرف سین اور سوف کا داخل ہونا اور سوف اس کو استقبال کے ساتھ خاص کرتا ہے جیسے سیضرب عنقریب وہ مارے گا۔ سوف یضرب وہ مستقبل میں مارے گا۔ اور لام مفتوحہ کا داخل ہونا حال کے ساتھ جیسے لیضرب، البتہ وہ مارتا ہے اور حروف مضارع سب کے سب رباعی میں مضموم ہوتے ہیں۔ جیسے یُدحرج اور یُخرج۔ کیونکہ اسکی اصل یُأَخرِجُ تھی۔ اور ان کے علاوہ میں علامت مضارع مفتوح ہوتی ہے۔ جیسے یَضرب اور یَستخرج میں۔ اور بیشک علماء صرف نے مضارع کو اعراب دیا ہے باوجودیکہ فعل کی اصل بناء ہے اس کے مشابہ ہوتے کی وجہ سے یعنی اسم کے ساتھ اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے۔ وجوہِ مناسبت جیساکہ اوپر آپ پہچان چکے ہیں۔ اور اسم کی اصل اعراب ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید، نون جمع، مؤنث متصل نہ ہوں اور فعل مضارع کے اعراب تین قسم کے ہیں۔ اوّل رفع، دوم نصب، سوم ساکن (جزم) جیسے ہُوَ یضربُ، لن یضربَ اور لم یضربْ۔

تشریح فعل مضارع حال واستقبال دونوں معانی کے درمیان مشترک ہے۔ جیسے یضرب وہ مارتا ہے یا مارے گا لیکن جب اس کے شروع میں سین داخل ہوجائے تو مستقبل قریب کا معنیٰ دیتا ہے جیسے سیضرب، وہ عنقریب مارے گا۔ اور سوف بھی داخل ہوتا ہے۔ یہ مضارع کو مستقبل بعید کے معنی میں پھیر دیتا ہے جیسے سوف یضرب۔ وہ مستقبل بعید میں مارے گا۔ اور مضارع کے شروع میں لام مفتوح داخل ہو تو اس کو حال کے لئے خاص کردیتا ہے جیسے لیضرب، وہ مارتا ہے۔

حروف المضارعۃ مضمومۃ۔ فعل مضارع میں حروف مضارع کہیں مفتوح اور کہیں مضموم ہوتے ہیں مصنف نے مفتوح ومضموم کا اصول بیان فرمایا کہ علامت مضارع رباعی میں مضموم ہوتی ہے۔ جیسے یُدحرج اور یُخرج۔ ان کے ماسوا تمام ابواب میں علامت مضارع مفتوح ہوتی ہے۔ جیسے یضرب، یسمع اور یستخرج۔

وانما اعرب۔ چونکہ فعل میں اصل یہ ہے کہ وہ مبنی ہو اور مبنی اپنی حالت پر برقرار رہتا ہے جبکہ فعل مضارع کی حرکات تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ مصنف نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ چونکہ فعل مضارع اسم کے مشابہ ہوتا ہے۔ جیساکہ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسلئے مشابہت کی بناء پر اسکو بھی مختلف اعراب دیئے گئے

فصلٌ فی اصناف اعراب الفعل وھی اربعۃٌ الاوّلُ ان یکون الرفعُ بالضمۃ والنصبُ بالفتحۃ والجزمُ بالسکون ویختصّ بالمفرد الصحیح غیرالمخاطبۃ تقول ھو یضربُ ولن یّضربَ ولم یضربْ والثانی ان یکونَ الرفعُ بثبوتِ النونِ والنصبُ والجزمِ بحذفھا ویختصُّ بالتثنیۃ وجمع المذکر والمفردۃ المخاطبۃ صحیحاً کانَ اوغیرہٗ تقولُ ھُما یفعلان وھم یفعلون وانتِ تفعلینَ ولن یفعلا ولن یفعلوا ولن تفعلی ولم تفعلا ولم تفعلوا ولم تفعلی والثالثُ ان یکون الرفعُ بتقدیر الضمّۃِ والنصبُ بالفتحۃ لفظاً والجزمُ بحذف اللام ویختصُّ بالناقص الیائی والواوی غیرتثنیۃٍ وجمعٍ ومخاطبۃ تقولُ ھُو یرمی ویغزو ولن یّرمِیَ ویغزُوَ ولم یرمِ ویغزُ والرابع ان یکون الرفعُ بتقدیر الضمۃ والنصبُ بتقدیرالفتحۃِ والجزمُ بحذف اللام ویُختصُّ بالناقص الالفی غیرتثنیۃٍ وجمعٍ ومخاطبۃٍ نحوھو یسعیٰ ولن یّسعیٰ ولم یَسْعَ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وذلک اذا لم یتصل ۔ اس میں اعراب جب ہی آتا ہے جبکہ اسکے ساتھ نونِ تاکید نونِ جمع متصل نہ ہوا ہو ۔ نون تاکید میں نون ثقیلہ وخفیفہ دونوں داخل ہیں ۔

اعرابہٗ ثلاثۃ :۔ مضارع کے اعراب تین قسم کے ہیں ۔ اول رفع، دوم نصب، سوم جزم ۔ جیسا عامل ہو گا اسی کے مطابق ان اعرابوں میں سے کوئی اعراب اس پر آتے رہیں گے ۔ مثلاً ھو یضرب میں رفع ہے لن یضرِبَ میں نصب ہے اور لم یضرب میں جزم اعراب آیا ہے ۔

ترجمہ فصل اعراب کی انواع کے بیان میں ۔ اور فعل کے اعراب چار اقسام پر ہیں ۔ اول یہ ہے کہ رفع کی حالت ضمہ کے ساتھ، نصب کی حالت فتحہ کے ساتھ اور جزم کی حالت میں سکون کے ساتھ ہو ۔ اور یہ اعراب خاص ہے مفرد صحیح کے ساتھ جبکہ مؤنث حاضر کا صیغہ نہ ہو جیسے ھو یضرب، لن یضرب اور لم یضرب ۔ قسم ثانی اعراب کی یہ ہے کہ حالت رفع ثبوت نون کے ساتھ ۔ حالتِ نصب اور جزم حذف نون کے ساتھ ہو ۔ یہ نوع خاص ہے تثنیہ اور جمع مذکر کے ساتھ اور مفرد مخاطب یعنی واحد مؤنث حاضر کے ساتھ خواہ صیغہ صحیح ہو یا اس کے علاوہ ہو ۔ جیسے ھما یفعلان، ھم یفعلون اور انتِ تفعلین اور لن یفعلا ۔ لن یفعلوا، لن تفعلی ولم تفعلا، لم تفعلوا، لم تفعلی ۔ اور اعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ رفع کی حالت تقدیر ضمّہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم کی حالت لام کلمہ کے حذف کرنے کے ساتھ آتی ہے ۔ اور خاص ہے یہ اعراب فعل ناقص کے ساتھ ۔ ناقص یائی ہو یا ناقص واوی ہو ۔ نہ تثنیہ ہو نہ جمع اور نہ واحد مؤنث حاضر ہو ۔ جیسے ھو یرمی، یغزو، لن ترمیَ، یغزوَ، لم یرمِ، لم یغزُ ۔ اور اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب تقدیرِ فتحہ کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کر دینے کے ساتھ ۔ اور یہ

فصل المرفوعُ عاملُهٗ معنویٌّ وھو تجرُّدُہٗ عن الناصبِ والجازمِ نحو ھو یضربُ ویغزو ویرمی ویسعیٰ ۔

اعراب ناقص الفی کے ساتھ خاص ہے ۔ جو نہ تثنیہ ہو اور نہ جمع اور نہ واحد مؤنث حاضر جیسے ھو یسعیٰ لن یسعیٰ اور لم یسعَ ۔

تشریح : اصناف اعراب جس طرح اسم معرب کے اعراب کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں کہ اعراب اسم کے تین ہیں ، رفع ، نصب ، جر اسی طرح فعل مضارع میں بھی اعراب آتا ہے ۔ البتہ اقسام اعراب چار ہیں یعنی حالتِ رفع میں ضمہ کے ساتھ ، حالتِ نصب میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزم میں سکون کے ساتھ ہو ۔ اعراب کی یہ نوع مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ خاص ہے یعنی صیغہ واحد مذکر ہو اور اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو ۔ اگر حرف علت ہوگا تو اسکا اعراب آئندہ بیان کریں گے جیسے ھو یضربُ لن یضربَ ۔ لم یضربْ ۔ الثانی ۔ اعراب کی دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ثبوت نون کے ساتھ اور نصب و جزم کی حالت میں حذف نون ہو ۔ یہ اعراب تثنیہ و جمع کے ساتھ خاص ہے ۔ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث اسی طرح جمع مذکر غائب ہو یا حاضر سب کا یہی اعراب ہے ۔ نیز واحد مؤنث حاضر صحیح ہو یا غیر صحیح ہو ۔ ان سب کا یہی اعراب ہے جیسے ہما یفعلان ، ہم یفعلون ، انتِ تفعلین ، لن یفعلا لن تفعلی وغیرہ ۔

والثالث ان یکون الرفع ۔ اعراب کی قسم ثالث یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کر دینے کے ساتھ ہوگا ۔ اعراب کی یہ نوع فعل مضارع ناقص واوی اور ناقص یائی کے ساتھ خاص ہے جبکہ صیغہ تثنیہ و جمع اور واحد مؤنث حاضر کا نہ ہو جیسے ھو یرمی ، یغزو ، لن یرمیَ و یغزوَ اور لم یرمِ ، یغزُ ۔

والرابع :۔ فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ حالت رفع میں ضمہ تقدیری ہو اور حالتِ نصب میں فتحہ لفظوں میں مذکور نہ ہو ۔ اور حالتِ جزم میں لام کلمہ کو فعل مضارع سے حذف کر دیا گیا ہو ۔ جیسے حالت رفع ھو یسعیٰ میں ضمہ تقدیری ہے ۔ حالت نصب لن یسعیٰ فتحہ لفظی ہے اور لم یسعَ میں یاء کو حذف کر دیا گیا ہے ۔ ناقص الفی ۔ وہ کلمہ جس کے آخری حرف پر الف ہو اور ناقص اس لئے کہا گیا کہ ناقص اس فعل یا اسم کو کہا جاتا ہے جس کے حروفِ اصلی میں سے کوئی حرف ، حرف علت ہو ۔

ترجمہ بحث فعل کی دوسری فصل وہ فعل جس کو رفع دیا گیا ہو ۔ اُسکا عامل معنوی ہوتا ہے ۔ اور عامل معنوی فعل کا خالی ہونا ناصب اور جازم سے ۔ جیسے ھو یضرب اور یغزو اور یرمی اور یسعیٰ میں ۔

تشریح اسم کی طرح فعل میں بھی عامل کبھی لفظوں میں مذکور ہوتا ہے ۔ اور کبھی لفظوں میں مذکور نہیں ہوتا جب عامل لفظوں میں موجود ہو تو اس کو عامل لفظی اور لفظوں میں موجود

فصل المنصوبُ عاملهُ خمسة اَحرُفٍ اَنْ وَلَنْ وكی واذنْ واَنِ المقدّرة نحو اُرِيدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ وَ اَنَا لَنْ اضربَكَ واسلمتُ كی ادخُلَ الجَنَّةَ وَاِذَنْ يغفرَاللّٰهُ لكَ وَتَقدّرُ اَنْ فی سبعةِ مَوَاضِعَ بعدَ حتیٰ نحو اسلمتُ حتیٰ ادخُلَ الجنّةَ ولامِ كی نحو قامَ زيدٌ ليذهبَ وَلامِ الجحدِ نحو ما كان اللّٰهُ ليُعَذِّبَهُمْ والفاء الواقعة فی جواب الامر وَالنهی وَالاستفهام وَالنفی وَالتمنی والعرض نحو اسلمْ فَتَسْلَمَ وَلا تعصِ فتعذّبَ هَل تعلمُ فتنجُوَ وما تزورُنا فنكرِمَكَ وَلَيتَ لی مالاً فانفقَهُ وَالا تنزلُ بنا فتصيبَ خيراً

(بقیہ صفحہ گزشتہ) نہ ہو تو وہ عامل معنوی ہے ۔

ترجمہ تیسری فصل المنصوب ۔ وہ فعل جس کو نصب دیا گیا ہو ۔ فعل منصوب کے عوامل پانچ حروف ہیں ان، لن، کی، اذن اور ان مقدرہ ۔ جیسے ارید ان تحسن ۔ میں چاہتا ہوں کہ تو احسان کرے اور انا لن اضربک میں ہرگز تجھ کو نہ ماروں گا ۔ اور اسلمتُ کی ادخل الجنۃ ۔ میں نے اسلام قبول کیا ہے تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں ۔ اور اذن یغفر اللہ لک اس وقت اللہ تعالیٰ تیری مغفرت کرے گا ۔ اور اَن سات مواقع میں مقدر ہوتا ہے اول حتیٰ کے بعد ۔ جیسے اسلمت حتیٰ ادخل الجنۃ ۔ میں نے اسلام قبول کیا ہے تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں ۔ اور لام کی کے بعد جیسے قام زید لیذہب کھڑا ہوا زید تاکہ وہ جائے (یعنی جانے کے لئے کھڑا ہوا) اور لام جحد کے بعد جیسے ما کان اللہ لیعذبہم ۔ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو عذاب دے ۔ اور اس فاء کے بعد جو واقع ہو امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے جواب میں ۔ جیسے اسلم فتسلم ۔ تو اسلام قبول کرے پس تو محفوظ رہے گا ۔ امر کی مثال ہے اور مثال نہی کی یہ ہے ۔ ولا تعص فتعذب ۔ نافرمانی مت کر کہ تو عذاب دیا جائے اور ہل تعلم فتنجو ۔ کیا تم نے علم حاصل کیا ۔ تاکہ نجات پا جائے ۔ اور ما تزورنا فنکرمک ۔ اور نہیں زیارت کرتا تو ہماری کہ ہم تیرا اکرام کریں ۔ اور لیت لی مالاً فانفقہ ۔ کاش میرے لئے مال ہو تاکہ میں اس کو خرچ کرتا ۔ اور الا تنزل بنا فتصیب خیراً ۔ تو ہمارے پاس کیوں اتر نہیں آتا کہ پس تو بھلائی کو پا جائے ۔

تشریح فعل مضارع کے عوامل کے ذیل میں اس فصل میں وہ عامل بیان کریں گے ۔ جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں ۔ چنانچہ حروف ناصبہ مع ان کی مثالوں کا ذکر کیا گیا ۔ جن کا ذکر مثال ترجمہ میں کر دیا گیا ہے ۔

وتقدر ان فی سبع مواضع ۔ اسی طرح مضارع میں سات مقام پر حرف انْ پوشیدہ ہوتا ہے ۔ مگر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے ۔

ترجمہ میں مثال ان ساتوں مقامات کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے ۔ ہم کتاب کو طویل نہیں کرنا چاہتے ۔

وَبعدَ الواوِ الواقعةِ فی جواب ھٰذہِ المواضع کذٰلك نحو اسلم وتسلمَ اِلی اٰخرہٖ وبعد اومعنی اِلی اَنْ او اِلَّا اَنْ نحو لالزمنّك او تعطینی حقّی وَواو العطف اذا کان المعطوف علیہ اسماً صریحاً نحو اعجبنی قیامُك وتخرجَ ویجوز اظہار اَنْ مَعَ لام کی نحو اسلمتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الجنّۃَ ومَعَ واو العطف نحو اعجبنی قیامُك واَن تخرجَ ویجب اظہارُ اَنْ فی لام کی اذا اتصلتْ بلا النافیۃِ نحو لِئلّا یعلمَ واعلم انَّ اَنِ الواقعۃ بعد العلم لیستْ ھی الناصبۃ للفعل المضارع وانما ھی المخففۃ مِنَ المثقلۃ نحو علمتُ اَنْ سیقومُ قال اللّٰہُ تعالیٰ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ منکم مرضیٰ وَاَنِ الواقعۃَ بعد الظنّ جاز فیہِ الوجہانِ النصبُ بِھا وان تجعلَھا کالواقعۃِ بعد العلمِ نحو ظننتُ اَنْ سیقومُ۔

ترجمہ اور اس واؤ کے بعد اَن پوشیدہ ہوتا ہے جو واؤ کہ ان مقامات مذکورہ بالا کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلم وتسلم۔ اسلام لے آ اور سلامت رہ۔ آخر تک اور اس اَوْ کے بعد (اَن پوشیدہ ہوتا ہے) جو اِلیٰ اَن (یہاں تک) یا اِلاّ اَن (لیکن یہ کہ) کے بعد واقع ہو جیسے لالزمنک او تعطینی حقی۔ میں تجھ کو ضرور بالضرور روکوں گا یہاں تک کہ تو مجھ کو میرا حق دے دے اور واؤ عطف کے بعد (اَن پوشیدہ ہوتا ہے) جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامک وان تخرج۔ تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے قیام نے یہاں تک کہ تو خارج ہو۔ اور اَنْ کا ظاہر کرنا واجب ہے لام کی میں جب وہ لائے نفی کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم۔ اور جان تو کہ وہ اَن جو علم کے بعد واقع ہو، وہ فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا۔ بیشک وہ ان مخففہ ہے۔ جو ان مثقلہ سے تخفیف کر دیا گیا ہے جیسے علمت ان سیقوم میں نے جانا کہ بیشک وہ عنقریب کھڑا ہوگا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا عَلِمَ اَن سیکون منکم مرضیٰ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً تم میں سے کچھ لوگ بڑی تعداد میں بیمار ہوں گے اور وہ اَن جو ظن کے بعد واقع ہو جائز ہیں اس میں دونوں وجوہ' اَن مصدریہ کی وجہ سے فعل مضارع کو نصب اور یہ بھی جائز ہے کہ تو اس کو اُس اَن کی مانند بنادے جو علم کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ظننت ان سیقوم۔ میں نے گمان کیا کہ وہ یقیناً کھڑا ہے۔

تشریح ولبعد الواو الواقعۃ۔ اور واو کے بعد اَن کے پوشیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ واؤ اس جگہ جمعیت کے لئے آتا ہے لیکن اصل میں چونکہ عطف کے لئے ہے اس لئے جملہ خبریہ کے عطف کا جملہ انشائیہ پر شبہ ہوتا ہے اور چونکہ ان کے ساتھ منصوب جو فعل ہوتا ہے وہ مفرد کی تاویل میں ہو کر اس مصدر پر معطوف ہو گیا جو مصدر کہ جملہ انشائیہ سے مصدر کے معنیٰ میں ہو جاتا ہے اور عطف جائز ہو جاتا ہے۔

فصل المجزوم عاملہٗ لم ولمّا ولام الامر ولا فی النہی وکلم المجازات وھی اِنْ ومھما واذما وحیثما واینَ ومتٰی وما ومَن وایّ وانّٰی واِن المقدّرۃ نحو لم یضربْ ولمّا یضربْ ولیضربْ ولا تضربْ وان تضربْ اَضربْ اھ واعلم انّ لم تقلب المضارع ماضیًا منفیًا ولمّا کذٰلک الا ان فیھا توقعًا بعدہٗ ودوامًا قبلہٗ نحو قام الامیر لمّا یرکب وایضًا یجوز حذف الفعل بعد لمّا خاصّۃً تقول ندِمَ زیدٌ ولمّا ای ولمّا ینفعہُ الندم ولا تقول ندم زیدٌ ولم واَمّا کلم المجازات حرفًا کانت او اسمًا فھی تدخل علی الجملتین لتدلَّ علٰی انّ الاولٰی سببٌ للثانیۃ وتسمّی الاولی شرطًا والثانیۃ جزاءً

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قولہٗ ولعداو۔ اور او کے بعد بھی ان پوشیدہ ہوتا ہے جو الٰی اَن یا اِلّا اَن کے معنیٰ میں ہو ان کی مثال کتاب میں دیکھ لیجئے۔

قولہٗ ویجوز اظہار اَن مع لام کی۔ اور لام کی کے بعد اَن کا اظہار کرنا جائز ہے تاکہ لام کی اور لام جحود کے درمیان فرق ہو جائے۔ اسکا عکس اس لئے نہیں کیا گیا کیونکہ لام جحود زائد ہوتا ہے اور لام کی زائد نہیں ہوتا۔ قولہٗ ومع واو العطف۔ اور واو عاطفہ کے بعد بھی ان کا اظہار جائز ہے کیونکہ فعل کے عطف کو اسم پر نحوی مناسب نہیں سمجھتے۔ نیز لامِ کی کے بعد اَن کا اظہار واجب ہے جبکہ ان لاء نافیہ سے متصل واقع ہو۔ جیسے لئلا یعلم میں۔

قولہٗ واعلم اَنّ اَنْ: اَنْ ناصبہ اس کے علاوہ اور کہاں کہاں ہوتا ہے: علم کے بعد جو اَن واقع ہوتا ہے وہ اَنْ ناصبہ نہیں بلکہ وہ دراصل ان مثقلہ تھا یعنی اَنَّ تھا جس کو ساکن کرکے مخفف بنا دیا گیا ہے جیسے علمت اَن سیقوم میں۔ اَن درحقیقت اَنَّ تھا جس طرح علم کے بعد واقع ہونے والا اَن مخففہ ہوتا ہے اسی طرح علم ویقین پر دلالت کرنے والے دوسرے صیغوں کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً رویت، وجدان، یقین، تبین، تحقیق، انکشاف، ظہور، اور شہادت کے بعد جو اَنْ واقع ہوگا وہ بھی مخففہ من الثقیلہ ہے۔

قولہٗ وَاَنِ الواقعۃ بعد الظن۔ وہ اَن جو ظن کے بعد واقع ہو اس میں دونوں وجہ جائز ہیں۔ اَن ناصبہ بھی اور ان مخففہ بھی۔ لہٰذا رجاء، طمع، خشیۃ، خوف، شک، وہم، اعجاب کے بعد واقع ہونے والا اَن جو آئے گا وہ اَن مصدریہ ہوگا اَن مخففہ نہ ہوگا۔ جیسے رجوت ان تقول اور خشیت ان ترجع۔ اور علم کے بعد جو اَن آئے گا وہ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اثر یہ ہوگا کہ فعل کو رفع کرے گا جیسے ظننت ان یقوم۔

ترجمہ بحث فعل کی چوتھی فصل مجزوم کا بیان ہے۔ فعل مجزوم کے عامل لم، لما، لام امر، لائے نہی اور کلمات شرط وجزا ہیں۔ اور کلمات مجازات ان، مہما، اذما، حیثما، این، متیٰ، ما، من، ایّ، انّیٰ ہیں۔ اور وہ اَنْ جو مقدر ہوتا ہے شرط کے ساتھ جیسے لم یضرب، لما یضرب، لیضرب، لا تضرب، ان تضرب

ثُمَّ اِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَیْنِ یَجِبُ الْجَزْمُ فِیْهِمَا لَفْظًا نَحْوَ اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْكَ وَاِنْ کَانَا مَاضِیَیْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِیْهِمَا لَفْظًا نَحْوَ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَاِنْ کَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهٗ مَاضِیًا یَجِبُ الْجَزْمُ فِی الشَّرْطِ نَحْوَ اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُكَ وَاِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهٗ مَاضِیًا جَازَ فِی الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوَ اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمْكَ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا کَانَ الْجَزَاءُ مَاضِیًا بِغَیْرِ قَدْ لَمْ یَجُزِ الْفَاءُ فِیْهِ نَحْوَ اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ اَکْرَمْتُكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا فَاِنْ کَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِیًّا بِلَا جَازَ فِیْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوَ اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ اَوْ فَاَضْرِبُكَ وَاِنْ تَشْتِمْنِیْ لَا اَضْرِبْكَ اَوْ فَلَا اَضْرِبُكَ ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اضرب الخ۔ اور جان تو کہ بیشک حرف لم فعل مضارع کو ماضی منفی بنا دیتا ہے اور لمّا بھی اسی طرح ہے۔ لیکن بے شک لمّا میں اس کے بعد توقع اور امید قائم رہتی ہے۔ اور اس کے ماقبل میں دوام ہوتا ہے۔ جیسے قام الامیر لما یرکب۔ اور نیز جائز ہے فعل کا حذف کرنا لمّا کے بعد خاصکر جیسے ندِمَ زیدٌ ولمّا یعنی لم ینفعہ الندم۔ اور نہیں کہے گا تو ندم زیدٌ ولم۔ اور بہر حال کلمات مجازات حرف ہوں یا اسم ہوں پس وہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر تاکہ دلالت کریں کہ جملہ اولیٰ ثانیہ کے لئے سبب ہے۔ جملہ اولیٰ کا نام شرط اور جملہ ثانیہ کا نام جزاء رکھا جاتا ہے۔

تشریح: ۔ قولہ المجزوم۔ وہ فعل جس کو عامل کی وجہ سے جزم دیا جاتا ہے۔ مصنف نے اس فصل میں عوامل جازمہ کی تفصیل تحریر کی ہے۔ فرمایا فعل کو جزم دینے والے عامل لم، لما، لام امر، لائے نہی اور وہ کلمات ہیں جو فعل کو جزم دیتے ہیں ان سب کو کلمہ مجازات کہا جاتا ہے۔ اور وہ ان مہما، اذما، حیثما، این، متی، ما، من، ای، انّٰی اور اِن مقدرہ ہیں جیسے لم یضرب، لما یضرب وغیرہ تمام مثالیں اوپر گزر چکی ہیں۔

واعلم ان لم الخ۔ فعل کو جزم دینے والے حروف یا کلمات یعنی یہ کیا عمل کرتے ہیں۔ مصنف نے یہاں سے اجمالاً اس کو بیان فرمایا ہے۔ فرمایا لم فعل مضارع مثبت کو ماضی منفی کے معنیٰ میں تبدیل کر دیتا ہے اور لمّا کا عمل بھی یہی ہے البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ماضی منفی کے بعد توقع باقی رہتی ہے یعنی زمانہ تکلم کے بعد ثبوت نفی کی توقع باقی رہتی ہے اور تکلم سے پہلے نفی کا دوام ہوتا ہے جیسے قام الامیر لما یرکب۔ نیز دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ لما کے بعد فعل کا حذف کر دینا جائز ہے خاص کر جیسے ندم زید ولما ای ولما ینفعہ الندم مگر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ندم زید ولم۔ قولہ واما کلم المجازات بہر حال کلمہ مجازات خواہ وہ حروف ہوں یا اسم ہوں دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں۔ تاکہ اس بات پر دلالت کریں کہ جملہ اولیٰ ثانی جملہ کے لئے سبب ہے اول جملے کا نام شرط، دوسرے کا نام جزاء رکھا جاتا ہے۔

ترجمہ پھر اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع واقع ہوں تو دونوں میں جزم لفظاً واجب ہے جیسے اِن تکرمنی أکرمک (اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا) اور اگر دونوں فعل ماضی ہوں تو لفظوں میں کوئی عمل نہیں کرتے۔ جیسے اِن ضربتَ ضربتُ اگر تو مارے گا تو میں ماروں گا اور اگر تنہا جزاء فعل ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہے۔ جیسے اِن تضربنی ضربتک اگر تو مجھ کو مارے گا تو میں تجھ کو ماروں گا۔ اور اگر تنہا شرط ماضی ہو تو جزاء میں دو وجہ جائز ہیں، جیسے ان جئتنی اکرمک۔ اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔

واعلم ! جان تو کہ اگر جزاء فعل ماضی ہو بغیر قد کے تو اس میں فاء کا لانا جائز نہیں ہے۔ جیسے ان اکرمتنی اکرمتک۔ اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا من دخلہ کان آمنًا۔ اور جو اس میں داخل ہو جائے گا تو امن والا ہو جائے گا۔ اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی کے ساتھ ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ جیسے ان تضربنی اضربک یا فاضربک اور ان تشتمنی لا اضربک یا فلا اضربک۔

تشریح فعل مضارع کا اعراب اور اس کے معنی جبکہ اس پر حروف شرط داخل ہوں تو کیا ہو گا۔ تو مصنف نے فرمایا۔ اگر شرط و جزاء دونوں فعل مضارع واقع ہوں تو دونوں میں جزم لفظوں میں واجب ہے۔ جیسے ان تکرمنی اکرمک۔ دونوں فعل مضارع ہیں اس لئے دونوں کو جزم دیا گیا ہے۔ اور اگر دونوں ماضی ہوں تو لفظوں میں دونوں پر حروف شرط کوئی عمل نہیں کرتے صرف معنی مستقبل کے بدل جاتے ہیں۔ اگر تونے مارا تو میں ماروں گا۔ اور اگر حرف جزاء ماضی ہو۔ اور شرط فعل مضارع ہو تو جزم شرط میں واجب ہے۔ جیسے ان تضربنی ضربتک اگر تو مجھ کو مارے گا تو میں ماروں گا۔ اور اگر حرف شرط ماضی واقع ہو اور جزاء فعل مضارع ہو تو جزاء میں دونوں وجہ جائز ہیں۔ جزم اور رفع جیسے ان جئتنی اکرمک۔

واعلم انہ اذا کان الخ۔ اگر جزاء فعل ماضی بغیر قد کے ہو تو اس میں فاء کا لانا جائز نہیں ہے جیسے ان اکرمتنی اکرمتک جزاء میں فاء نہیں لایا گیا۔ قرآن میں بھی اسکا استعمال موجود ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ومن دخلہ، کان آمنًا۔ اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی لا کے ساتھ ہو تو اس میں دونوں وجوہ جائز ہیں۔ جزاء میں فاء کا لانا اور نہ لانا جیسے ان تضربنی اضربک یا فاضربک۔ شرط و جزاء دونوں فعل مضارع مثبت ہیں اس لئے فاء کو لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہے۔ وان تشتمنی لا اضربک جزاء منفی ہے اور دونوں فعل مضارع ہیں تو جزاء میں فاء کو نہ لانا جائز ہے۔ ان تشتمنی فلا اضربک شرط و جزاء فعل مضارع اور جزاء منفی بلا ہے تو فاء کا لانا جائز ہے اس لئے جزاء میں فاء داخل کیا۔

وان لم یکن الجزاءُ احدَ القسمین المذکورَین فیجبُ الفاءُ فیہ وَذالک فی اربع صُوَرٍ الاُولٰی ان یکونَ الجزاءُ ماضیاً مَعَ قَدْ کقولہٖ تعالٰی اِن یَّسرِق فَقَد سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ من قبلُ وَالثانیۃُ اَن یکونَ مُضارعًا منفیاً بغیرِ لا کقولہٖ تعالٰی وَمن یَّبتغ غیرَ الاسلامِ دینًا فلن یُّقبلَ منہُ وَالثالثۃ ان یکونَ جملۃً اسمیۃً کقولہٖ تعالٰی مَن جَآءَ بالحسنۃِ فلہٗ عَشرُ اَمثالِھَا وَالرّابعۃُ اَن یکونَ جملۃً انشائیۃً اِمّا امراً کقولہٖ تعالٰی قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی وَاِمّا نھیاً کقولہٖ تعالٰی فَاِن علمتموھُنَّ مومناتٍ فلا ترجعُوھُنَّ اِلَی الکُفّارِ وَقَد یَقَعُ اِذا مَعَ الجملۃِ الاسمیۃِ مَوضِعَ الفاءِ کقولہٖ تعالٰی وَاِن تُصِبھُم سَیِّئَۃٌ بِمَا قَدَّمَت اَیدِیھِم اِذا ھُم یَقنَطُونَ ۔

ترجمہ اور اگر جزاء نہ ہو مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی ایک تو پس فاء کالانا اس میں واجب ہے ۔ اور یہ چار صورتوں میں واجب ہے ۔ صورت اولیٰ یہ ہے کہ جزاء قد کے ساتھ ماضی ہو ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اِن یسرق فقد سرق اخ لہٗ من قبل ۔ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی ہے ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ ۔ اور جو شخص اسلام کے علاوہ دین کو طلب کرے گا تو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا ۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا ۔ جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کو اسکی مثل دس نیکیاں ملیں گی ۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو یا امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ۔ آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو ۔ اور یا نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فان علمتموہن مومنات فلا ترجعوہن الی الکفار ۔ پس اگر تم ان کو جان لو کہ یہ مومنہ ہیں تو انکو کفار کی جانب ہرگز واپس مت کرو ۔ اور کبھی جملہ اسمیہ کے ساتھ اذا واقع ہوتا ہے فاء کی جگہ ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذاہم یقنطون ۔ اور اگر ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اسکی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے مقدم کیے ہیں تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں ۔

تشریح اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی ماضی بغیر قد کے اور مضارع مثبت یا منفی بلا میں سے کوئی نہ ہو تو پھر اس صورت میں جزا کی چار صورتیں ہیں ۔

صورتِ اولیٰ : جزاء قد کے ساتھ ماضی ہو جیسے ان یسرق فقد سرق اخ لہٗ من قبل میں فقد سرق جزاء فعل ماضی میں قد داخل ہے ۔ صورتِ ثانیہ ۔ جزاء فعل مضارع منفی بلا ہو ۔ جیسے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا"

وَإِنَّمَا تُقَدَّرُ أَنْ بَعْدَ الْأَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِي هِيَ الْأَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّهْيُ نَحْوُ لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَكَ عِنْدِيْ أَخْدِمْكَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ أَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا وَبَعْدَ النَّفْيِ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَذٰلِكَ إِذَا قَصَدَ أَنَّ الْأَوَّلَ سَبَبٌ لِّلثَّانِيْ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْأَمْثِلَةِ فَإِنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَ إِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ فَلِذٰلِكَ امْتَنَعَ قَوْلُكَ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لِامْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ إِذْ لَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ إِنْ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) فلن یقبل منہ میں فلن یقبل ہے جزاء مضارع منفی ہے بغیر لا کے اس لئے فاء کو داخل کیا گیا ہے۔ تیسری صورت جزاء جملہ اسمیہ واقع ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔ جزاء جملہ اسمیہ ہے اس لئے فاء داخل ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ واقع ہو یا امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جزاء امر واقع ہے یعنی فاتبعونی میں فا کو لایا گیا ہے۔

قولہ' اما نہیا۔ یا پھر جزاء نہی کا صیغہ ہو تو فاء کا لانا واجب ہے جیسے فلا ترجعوھن الی الکفار میں جزا نہی ہے اور فا کو لایا گیا ہے۔ وقد یقع اذا کبھی کبھی جزاء میں فاء کی جگہ اذا اور جملہ اسمیہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے اذا ھم یقنطون۔ ھم یقنطون جملہ اسمیہ ہے فا کے بجائے اذا داخل کیا گیا ہے۔

ترجمہ اور بے شک پانچ افعال کے بعد اِنْ مقدر مانا جاتا ہے وہ پانچ افعال امر ہے جیسے تعلّم تنجو۔ علم حاصل کرے نجات پائے گا اور دوسرا نہی ہے جیسے لا تکذب یکن خیراً لک جھوٹ مت بول تیرے لئے بہتر ہوگا۔ اور تیسرا استفہام ہے ھل تزورنا نکرمک کیا تو ہماری زیارت کو آئے گا۔ ہم تیرا اکرام کریں گے۔ اور چوتھا مقام تمنّی ہے جیسے لیتک عندی اخدمک۔ کاش تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا۔ پانچواں عرض ہے۔ جیسے الا تنزل بنا تصب خیراً۔ کیا تو ہمارے پاس اتر نہیں آتا' تو بھلائی پائے اور نفی کے بعد بعض مقامات میں جیسے لا تفعل شرا یکن خیراً لک بُرا فعل مت کر تیرے لئے بہتر ہوگا۔ یہ جب ہے کہ متکلم ارادہ کرے کہ اول سبب ہے ثانی کے لئے جیسا کہ تم نے مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا ہے کیونکہ ہمارے قول تعلّم تنج کے معنیٰ ہیں۔ اگر تو علم حاصل کرے گا تو نجات پا جائے گا۔ اسی طرح باقی مثالوں کو قیاس کر لیجئے۔ اس لئے تمہارا قول لا تکفر تدخل النار کفر مت کر داخل ہوگا تو جہنم میں۔ ممنوع ہے غیر جائز ہے اس قول میں سببیت محال ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ صحیح نہیں ہے لا تکفر تدخل النار کہنا۔

تشریح قولہ' وانما تقدر ان۔ پانچ مقامات میں ان مقدر ہوتا ہے جب متکلم کلام کے جزء اول سے سبب کا اور دوسرے سے اس کے مسبّب ہونے کا ارادہ کرے۔ وہ پانچ

مقامات حسب ذیل ہیں۔
اوّل مقام: امر ہے جس کے بعد اِن مقدر ہوتا ہے اور شرط کے معنیٰ دیتا ہے جیسے تعلم تنج کہ اصل میں ان تتعلم تنج تھا۔ اگر تو نے علم سیکھ لیا تو نجات پائے گا۔ نجات پانے کا سبب تحصیلِ علم کو قرار دیا ہے۔
دوسرا مقام: نہی ہے۔ جہاں اِن مقدر ہوتا ہے جیسے لاتکذب یکن خیراً لک کہ اصل یہ ہے کہ اگر تو جھوٹ نہ بولے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا۔ گویا بہتری کا سبب کذب سے پرہیز کرنا ہے۔
تیسرا مقام استفہام ہے جیسے اگر تو ہم سے ملاقات کرے گا تو ہم ترا اکرام کریں گے۔ اسمیں بھی جزءِ اول ثانی کے لئے سبب ہے۔ **چوتھا مقام** تمنی ہے۔ کاش اگر تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا۔ **پانچواں مقام** عرض ہے۔ جیسے اگر تو ہمارے پاس اتر کر آگیا تو بھلائی پائے گا۔ بھلائی پانے کے لئے نزول سبب ہے۔ اس جملہ کی اصل ان تنزل بنا تصب خیراً ہے۔ خلیل نحوی کا مذہب یہ ہے کہ ان اشیاء کی جزاء مجزوم ہوتی ہے ان مقدرہ کا اس میں کوئی اثر نہیں ہے مگر خلیل نحوی کے علاوہ دوسرے نحاۃ کا قول یہ ہے کہ اس جگہ ان مع شرط کے محذوف ہے۔ اور یہ چیزیں شرط مقدر پر دلالت کرتی ہیں۔ مصنف نے خلیل نحوی کے مذہب کے برخلاف اپنی تحقیق تحریر کی ہے کہ ان مع شرط اشیاء پنجگانہ کے بعد مقدر ہوتا ہے۔
قولہ و لعد النفی فی لعض المواضع۔ بعض مقام پر نفی کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے مگر مصنف کی اس عبارت میں اشکال ہے جو آپ بڑی کتابوں میں پڑھ لیں گے۔
وذلک اذا قصد۔ مذکورہ بالا پانچوں مقامات پر ان کا مقدر ہونا مصنف کے نزدیک اس وقت ہوتا ہے جب متکلم کلام کے جزءِ اول کے سبب کا ارادہ کرے۔ ثانی جزء کے لئے۔ اس لئے جہاں سبب کا ارادہ نہ ہوگا وہاں ان اشیاء مذکورہ کے بعد جو مذکور ہوگا۔ وہ مرفوع ہوگا۔ کیونکہ اسوقت وہ حال واقع ہوگا۔ جیسے ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون ای ذرہم فی حالۃ کونہم علیٰ ہٰذا الصیغۃ۔ (پھر ان کو چھوڑ دو اس حالت میں کہ وہ اس وصف کے ساتھ متصف ہیں۔ یا پھر حال کے بجائے نعت ہوگا اگر وصف بننے کی صلاحیت رکھتا ہوگا۔ فھب لی من لدنک ولیا۔ یرثنی۔ رفع کی قراءت یا مستانفہ ہوگا۔ جیسے لاتذہب تغلب۔ اس مثال میں تغلب مرفوع ہے۔ اور مستانفہ ہے۔ لاتذہب نہی کا جواب نہیں ہے نہ وصف ہے اور نہ حال۔
وقولک لاتکفر تدخل النار۔ یہ جملہ کہنا درست اس لئے نہیں ہے کہ اس میں جزءِ اول سبب جزءِ ثانی کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ لاتدخل النار کہنا درست نہیں ہے۔

وَالثالث الامر وهو صيغة يُطلب بها الفعلُ مِن الفاعل المخاطب بأن تحذِف مِن المضارع حرفَ المضارعة ثم تنظر فان كان ما بعد حرف المضارعة ساكناً زدتَ همزةَ الوصل مضمومةً إن انضمّ ثالثه نحو أنصُر ومكسورةً إن انفتح او انكسر كاعلَم واضرِب وَاستخرِج وان كان متحرّكاً فلا حاجة الى الهمزة نحو عِد وحاسِب وَالامر من باب الافعال من القسم الثاني وهو مبنيّ على علامة الجزم كاضرِب واغزُ وَارمِ وَاسعَ وَاضربا واضربوا واضربي۔

ترجمہ اور تیسرا امر ہے۔ اور امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل حاضر سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے بایں صورت کہ فعل مضارع سے حرف مضارع (علامت مضارع) کو تو حذف کر دے پھر نظر کر۔ پس اگر علامت مضارع کے مابعد والا حرف ساکن ہے تو ہمزہ وصل مضموم اس کے شروع میں اضافہ کر دے۔ اگر اسکا تیسرا حرف (یعنی عین کلمہ) مضموم ہو جیسے تنصر سے اُنصر اور ہمزہ مکسورہ کو منضم کر دے اگر (عین کلمہ) مفتوح یا مکسور ہو۔ جیسے تعلم سے اعلم۔ اور تضرب سے اضرب۔ اور امر کا صیغہ باب افعال سے قسم ثانی سے آتا ہے اور وہ علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے اضرب، اغزاور ارم اسع، اِسعَ اور اضربا، اضربوا، اضربی۔

تشریح الثالث الامر۔ فعل کی تیسری قسم امر ہے۔ امر نحو کی اصطلاح میں مطلق امر پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ امر حاضر ہو یا غائب اور معروف ہو یا مجہول البتہ امر حاضر معروف کو امر بصیغہ کہتے ہیں۔ اور باقی کو امر بحرف کہتے ہیں۔ اور وہ لام ہے۔ اور امر حاضر معروف متبادر ہے۔ (شریفیہ)

امر حاضر کی تعریف۔ امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ تو فاعل مخاطب سے فعل کی طلب کرے اور اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ تم مضارع سے پہلے علامت مضارع کو حذف کر دو۔ اس کے بعد دیکھو کہ فاء کلمہ متحرک ہے یا ساکن ہے۔ اور اگر فاء کلمہ ساکن ہے تو اس کے بعد والے حرف کو دیکھو یعنی عین کلمہ کو اگر عین کلمہ مضموم ہو تو شروع میں ہمزہ مضموم شامل کرو، اور آخر حرف کو ساکن کر دو جیسے تنصُرُ سے اُنصُر اور اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصل مکسور شروع میں لاؤ اور آخر کو ساکن کر دو جیسے تضرب سے اِضرِب، تسمع سے اسمع، تسعی سے اِسعَ، تغزو سے اُغزُ وغیرہ۔

وهو مبني على علامة الجزم۔ فعل امر کے آخری حرف کو جزم اس لئے دیا جاتا ہے کیونکہ یہ سکون پر مبنی ہے اور تثنیہ وجمع اور واحد مؤنث حاضر کے صیغوں سے نون اعرابی حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے اضربا، اضربوا اور اضربی۔

فصل فعل ما لم يسم فاعله هو فعل حذف فاعله واقيم المفعول مقامه ويختص
بالمتعدي وعلامته في الماضي ان يكون اوله مضموما فقط وما قبل اخره مكسورا في
الابواب التي ليست في اوائلها همزة وصل ولا تاء زائدة نحو ضُرِبَ ودُحْرِجَ و
اُكْرِمَ وان يكون اوله وثانيه مضموما وما قبل اخره كذلك فيما في اوله تاء زائدة نحو
تُفُضِّلَ وتُضُورِبَ وان يكون اوله وثالثه مضموما وما قبل اخره كذلك في ما في اوله
همزة وصل نحو اُستُخرِجَ واُقتُدِرَ والهمزة تتبع المضموم ان لم تدرج وفي المضارع
ان يكون حرف المضارعة مضموما وما قبل اخره مفتوحا نحو يُضرَبُ ويُستخرَجُ
الا في باب المفاعلة والافعال والتفعيل والفعللة وملحقاتها الثمانية فان العلامة
فيها فتح ما قبل الاخر نحو يُحاسَبُ ويُدحرَجُ وفي الاجوف ماضيه قيل وبيع
وبالاشمام قيل وبيع وبالواو قُول وبُوع وكذلك باب اُختير واُنقيد دون اُستخير
واقيم لفقد فُعِل فيهما وفي مضارعه تقلب العين الفا نحو يُقال ويُباع كما عرفت
في التصريف مستقصى ۔

ترجمہ بحث فعل کی پانچویں فصل مفعول کا وہ فعل جس کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا۔ وہ فعل ہے جس کا
فاعل کلام سے حذف کر دیا گیا ہو اور قائم کر دیا گیا ہو مفعول کو اس کی جگہ میں اور یہ فعل متعدی کے
ساتھ خاص ہے اور اس کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اس کے شروع میں حرف مضموم ہو فقط۔ اور آخر کا
پہلا حرف مکسور ہو ان ابواب میں کہ جن کے شروع میں ہمزۂ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ
اُکْرِمَ۔ اور یہ کہ اسکا اول اور ثانی مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل والا حرف بھی اسی طرح ہو (یعنی مکسور
ہو) ان ابواب میں جن کے پہلے حرف میں تاء زائدہ ہو جیسے تُفُضِّلَ اور تُضُورِبَ۔ اور یہ ہے کہ اسکا اول
اور ثالث حرف مضموم اس کے آخر کا ماقبل والا حرف ایسا ہی ہو (یعنی مکسور ہو) ان ابواب میں کہ جن کے
اول میں ہمزۂ وصل موجود ہو۔ جیسے اُسْتُخْرِجَ اقتدر اور ہمزہ تابع ہوگا حرف مضموم کے اگر مندرج نہ ہو
(ساقط نہ ہو) اور فعل مضارع میں (فعل مالم یسم فاعلہ کی) علامت یہ ہے کہ حرف مضارع مضموم ہو۔ اور
آخر کے ماقبل والا حرف مفتوح ہو، جیسے یُضْرَبُ و یُسْتَخْرَجُ لیکن باب مفاعلۃ، افعال، تفعیل،
فعللۃ اور ان سے آٹھواں ملحق ابواب ہیں۔ پس بے شک مجہول کی علامت ان ابواب میں ماقبل آخر کا
فتحہ ہے جیسے یُحَاسَبُ۔ یُدَحْرَجُ اور اجوف میں اس کی (فعل مجہول) کی ماضی قِیْلَ اور بِیْعَ ہے اور
اشمام کے ساتھ بھی قیل و بیع ہے۔ اور واو کے ساتھ قُوْلُ، بُوْعَ بھی (پڑھا گیا ہے) اسی طرح اُخْتِیْرَ
اور اُنْقِیْدَ پڑھا گیا ہے مگر اُسْتُخِیْرَ اور اُقِیْمَ نہیں پڑھا گیا فُعِلَ کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان دونوں
افعال میں۔ اور اس کے مضارع کے صیغہ میں عین کلمہ الف سے بدل دیا جائے گا۔ جیسے یُقَالُ و یُبَاعُ

جیسا کہ تصریف کی کتابوں میں آپ تفصیل سے ان قواعد کو پڑھ چکے ہیں۔

تشریح فعل مالم یسم فاعلہ، اصل میں وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو ذکر نہیں کیا گیا۔ اسکی اصطلاحی تعریف وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کر دیا گیا ہو اور فاعل کے مفعول کو اس کی جگہ قائم کر دیا گیا ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ از روئے معنیٰ مفعول ہوتا ہے اس لئے اس کو فاعل کی جگہ نہ آنا چاہیئے۔ جواب یہ ہے کہ فعل کی دو جانب ہیں ایک طرف صدور فعل اور وہ فاعل ہے اور دوسری طرف وقوع فعل اور وہ مفعول ہے چونکہ اس صورت میں فعل کو ظرفیت کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے فاعل کی جگہ مفعول کو لے آیا جاتا ہے۔ اور فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

قولہ، وعلامتہ فی الماضی۔ علماء صرف ونحو نے فعل معروف ومجہول میں امتیاز اور فرق پیدا کرنے کے لئے دونوں کے صیغوں میں کچھ تغیر کر دیا ہے۔ اور تغیر صرف مجہول میں کیا گیا ہے معروف میں نہیں کیا گیا اس لئے کہ معرف اصل ہے اور مجہول اس کی فرع ہے۔ نیز دوسرے تغیرات کے مقابلے میں تغیر یہ کیا گیا کہ ماضی میں اوّل کو ضمہ اور عین کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ کیونکہ فعل کی اسناد مفعول کی جانب نادر ہے اور فعل کی اسناد بجانب فاعل اصل ہے اس لئے مجہول کے لئے نادر وزن کو اختیار کیا گیا ہے تاکہ لفظ کی غرابت معنیٰ کے غریب و نادر ہونے پر دلالت کرے۔

و علامتہ، فی الماضی۔ فعل مجہول کی علامت ماضی میں صرف یہ ہے کہ کلمے کا شروع حرف مضموم ہو اور آخر سے پہلے کسرہ ہو۔ یہ ان ابواب کا حکم ہے جن کے شروع میں ہمزۂ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو جیسے ضُرِبَ، دُحرِجَ، اُکرِمَ۔

دوسری علامت یہ ہے کہ اسکا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور آخر سے ماقبل مکسور ہو۔ یہ اُن ابواب کا حکم ہے جن کے شروع میں تاء زائدہ موجود ہو۔ جیسے تُفُضِّلَ اور تُضُورِبَ۔

تیسری علامت یہ ہے کہ پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو۔ اس کے آخر سے پہلے والے حرف پر کسرہ ہو۔ یہ ان ابواب کی علامت ہے جن کے شروع میں ہمزۂ وصل آتا ہے جیسے اُستُخرِجَ اور اُقتُدِرَ۔

وَالہمزۃ تتبع الخ۔ فعل ماضی میں اگر ہمزہ بھی ہو تو وہ حرف مضموم کے تابع ہوتا ہے اگر کلمہ سے ساقط نہ ہوا ہو، قولہ، وفی المضارع ان یکون۔ فعل ماضی مجہول کا قاعدہ بیان کرنے کے بعد مصنف نے یہاں سے مضارع مجہول کے بنانے کا قاعدہ اور علامت بیان کی فرمایا۔ فعل مضارع کے مجہول میں علامت مضارع مضموم ہوگی اور آخر سے پہلے والا حرف مفتوح ہوگا۔ جیسے یُضرَبُ اور یُستَخرَجُ مگر یہ علامت باب مُفاعلت اِفعال، تفعیل، فعللۃ، اور ان کے آٹھوں ملحق ابواب کی نہیں ہے۔ مصنف نے لفظِ ثمانیۃ کہا ہے۔ اس کے بجائے ان کو سبعۃ، سات، کا لفظ کہنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ فعللۃ کے ملحقات سات

ہی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں جَلبَبَ، جَوْرَبَ۔ قَلنَسَ۔ سَرْوَلَ، فیعل، شریفَ۔ اور قلسی ہیں ممکن ہے کاتب کی غلطی سے سات کے بجائے آٹھ لکھ گیا ہو۔

فان العلامۃ فیہا۔ کیونکہ ان ابواب مذکورہ میں مجہول کی علامت یہ ہے کہ ان کے آخر سے پہلے فتحہ ہو گا۔ اس لئے کہ ان ابواب میں ان کا حرف مضارع معروف ومجہول میں یکساں ہے اس لئے فرق کرنے کے لئے مجہول پر آخر سے پہلے والے حرف کو فتحہ دیا گیا ہے۔ جیسے یُحَاسَبُ۔ اور یُدَحْرَجُ۔

قولہ وفی الاجوف ماضیہ۔ اجوف سے وہ صیغہ مراد ہے جس کا عین کلمہ الف سے بدل دیا گیا ہے۔ اس لئے عَوِرَ اور بَیِدَ جیسے صیغوں سے نقض وارد نہ ہو گا۔ بہرحال ماضی اجوف میں یعنی جس کے عین کلمہ کی جگہ واؤ یا یا، حرف علت ہو۔ تو ماضی مجہول قیل اور بیع آئے گا۔ وزن دونوں کا مجہول میں یکساں ہے مگر اصل میں دونوں کے اوزان جداگانہ ہیں۔ مثلاً قیل کی اصل قول تھی۔ واؤ پر کسرہ دشوار تھا۔ نقل کر کے ماقبل قاف کو دیا۔ قاف کی حرکت دور کرنے کے بعد اب قاعدہ پایا گیا کہ واؤ ساکن ماقبل اس کے مکسور اس لئے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ قیلَ ہو گیا اور لفظ بیع اصل میں بُیِعَ تھا۔ یا پر کسرہ ثقیل تھا۔ اس لئے نقل کر کے باء کو دیدیا، باء کی حرکت دور کرنے کے بعد بیع ہو گیا۔

اشمام: حرف کی حرکت کو ضمہ یا کسرہ کی طرف اس طرح مائل کر کے پڑھنا کہ یہ حرکت سنی نہ جا سکے۔ مگر اس جگہ اشمام سے مراد واؤ کسرہ سے ضمہ کا فعل کے فاء کلمہ کے کسرہ سے ضمہ کا ارادہ کرنا۔ یا فعل کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کر کے پڑھنا۔ لہٰذا یا ساکن جو اس کے بعد واقع ہو واؤ کی جانب ہلکا سا مائل کر کے پڑھنے کا نام اشمام ہے۔ کیونکہ یا مذکور اپنی ماقبل کی حرکت تابع ہے۔ قاریوں اور نحویوں نے اس مقام پر اشمام کے یہی معنیٰ مراد لئے ہیں۔

نیز اجوف کی ماضی قُوِلَ اور بُوِعَ پڑھی گئی ہے۔ اسی طرح اجوف واوی ہو یا یائی ہو۔ اُختِیدَ اور انقید میں بھی کہا گیا ہے۔ یعنی تینوں لغات کا جائز ہونا جیسا کہ آپ نے قیل اور بیع میں پڑھا ہے یعنی باب افعل اور باب استفعل معتل عین پر کسرہ کے علاوہ ضمہ اور اشمام نہیں آتا۔ کیونکہ ضمہ او اشمام کا سبب ثلاثی مجرد میں اور اختیر اور انقید میں ضمہ حرف علت سے پہلے تھا۔ اور اس جگہ فُعِلَ یعنی ضمہ ماقبل فاء نہیں پایا جاتا۔ جو کہ مقصود ہے۔

اس لئے ضروری ہوا کہ عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دیا جائے۔ یعنی فاء کو جب کہ اس مقام کے علاوہ میں کیا گیا ہے۔

جیسے یقول، یبیع، اور یخاف میں کہا گیا ہے (رضی)

فصل الفعل امّا متعدٍ وھو ما یتوقّف فہم معناہُ علیٰ متعلّق غیر الفاعل کضربَ وَامّا لازمٌ وھو ما بخلافہٖ کقعَدَ وَقَامَ والمتعدی قد یکونُ الیٰ مَفعولٍ وَاحدٍ کضربَ زیدٌ عمرًا والی مفعولین کاَعطی زیدٌ عمرًا درھمًا ویجوز فیہ الاقتصارُ علی احد مفعولیہ کاعطیتُ زیدًا او اعطیتُ درھمًا بخلاف باب علمتُ والی ثلاثۃ مَفاعیل نحو اعلمَ اللّٰہُ زیدًا عمرواً فاضلًا ومنہ اریٰ وانبأ ونبّأ واَخبرَ وخبّر وحدّث وھٰذہٖ السبعۃ مفعولہا الاوّل مَعَ الاخیرین کمفعولَی اعطیتُ فی جواز الاقتصار علی احدھما تقولُ اعلم اللّٰہُ زیدًا وَالثانی مع الثالث کمفعولَی علمتُ فی عدمِ جواز الاقتصار علی احدھما فلا تقولُ اعلمتُ زیدًا خیرَ النّاسِ بل تقولُ اعلمتُ زیدًا عمرًا خیرالناس ۔

ترجمہ

فعل یا متعدی ہوگا۔ اور متعدی وہ فعل ہے جس کے معنیٰ کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو جیسے ضربَ اس نے مارا۔ اور یا لازم ہوگا۔ اور لازم وہ فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو (یعنی اسکا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف نہ ہو جو فاعل کے علاوہ ہے) جیسے قعدَ اور قام (وہ بیٹھا، وہ کھڑا ہوا) اور فعل متعدی کبھی مفعول واحد کی جانب ہوتا ہے۔ جیسے ضرب زید عمراً۔ اور کبھی دو مفعولوں کی جانب متعدی ہوتا ہے جیسے اعطیٰ زید عمرواً درہماً۔ اور جائز ہے اس میں اختصار دو میں سے ایک مفعول پر۔ جیسے اعطیتُ زیداً یا اعطیتُ درہماً بخلاف باب علمت کے اور کبھی متعدی ہوتا ہے تین مفعولوں کی جانب جیسے اعلم اللّٰہُ زیداً عمراً فاضلاً (بتایا اللہ نے زید کو عمر کا فاضل ہونا) اور اسی قبیل سے ہے اریٰ، انبأ، نبّأ اور اخبر اور خبّر اور حدّث بھی۔ ان ساتوں افعال کا مفعول اول آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے اعطیتُ کے دونوں مفعول دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کے جائز ہونے میں جیسے تو کہے اعلم اللّٰہُ زیداً۔ اور مفعول ثانی مفعول ثالث کے ساتھ ایسا ہے، جیسے علمت کے دونوں مفعول اختصار کے جائز نہ ہونے میں دونوں میں سے کسی ایک پر۔ پس تو نہیں کہہ سکتا اعلمتُ زیداً خیر الناس۔ میں نے زید کو خیر الناس جانا۔ بلکہ کہہ سکتا ہے اعلمتُ زیداً عمرواً خیر الناس۔ میں نے زید کو بتایا عمرو کا خیر الناس ہونا۔

تشریح

چونکہ فعل مجہول فعل متعدی میں ہوتا ہے اس لئے فعل مجہول کے بیان کے بعد ہی فعل متعدی کے بیان کو مصنف نے شروع فرمایا :۔

تعریف فعل متعدی : فعل متعدی وہ فعل ہے جس کے معنیٰ کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو۔ دوسری تعریف : وہ فعل جو صرف فاعل پر پورا نہ ہو۔ بلکہ تکمیل معنیٰ کے لئے مفعول کا بھی محتاج ہو۔ جیسے ضَرَبَ۔ اس نے مارا۔ اما اللازم : فعل کی دوسری قسم لازم ہے جو مذکورہ فعل کے خلاف ہو۔ یعنی

جس کے معنیٰ تنہا فاعل پر پورے ہو جائیں اور متعلق کا محتاج نہ ہو۔ جیسے قعد وہ بیٹھ گیا قام وہ کھڑا ہو گیا۔
والمتعدی قد یکون الی مفعول واحد۔ جب فعل اپنے معنیٰ دینے میں متعلق غیر فاعل کا محتاج ہے تو یہ احتیاج کتنی قسم کی ہے۔ مصنف نے اس جگہ اسی کو بیان کیا ہے۔ فرمایا: متعدی کبھی ایک مفعول کی جانب ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمرواً۔ مارا زید نے عمرو کو۔ فعل کے معنیٰ عمر پر پورے ہو گئے۔ مزید احتیاج نہیں رہی اوالی مفعولین۔ کبھی فعل اپنے معنیٰ دینے میں دو مفعولوں کا محتاج ہوتا ہے جیسے اعطیٰ زیدٌ عمرواً درہماً۔ زید نے عمرو کو درہم دیئے۔
ویجوز فیہ الاقتصار۔ جو فعل دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے اس میں ایک مفعول پر اکتفاء بھی جائز ہے۔ جیسے اعطیتُ زیداً یا اعطیتُ درہماً۔
بخلاف باب علمت۔ اس کے برخلاف باب علمت ہے کہ اس باب میں اس کے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا جب باب علمت کے دو مفعولوں میں سے ایک کا ذکر کیا جائے تو دوسرے مفعول کا ذکر کرنا واجب ہو گا۔ اس لئے کہ باب علمت میں جو مفعول اول ہے وہی بعینہٖ مفعول ثانی بھی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے پر صادق آتا ہے اس لئے ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔
والی ثلاثۃ مفاعیل۔ مفاعیل مفعول کی جمع ہے۔ اور فعل کبھی تین مفعولوں کی جانب متعدی ہوتا ہے۔ جیسے اعلم اللہ زیداً عمرواً فاضلاً۔ اور اسی قبیل سے اریٰ، انبأ، خبر، نبأ، حدث بھی ہیں۔ کیونکہ یہ سب علم کے معنیٰ کو مستلزم ہیں۔ اس لئے اعلم کا حکم ان کو بھی دے دیا گیا ہے۔ نیز یہ مذکورہ افعال ایسے افعال نہیں ہیں کہ جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوں۔ اور ان کے شروع میں ہمزہ اور عین کلمہ کو مضعف کر کے تین مفعولوں کی جانب متعدی بنایا گیا ہو۔
وھٰذہ السبعۃ۔ یہ چھ افعال ہیں یا سات، اس میں اختلاف ہے۔ ان کی تعداد چھ ظاہر کرنا غلط ہے ان کا مفعول اول دونوں بعد کے مفعولوں کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے اعطیت کے دونوں مفعول کہ ان میں سے ایک پر اکتفاء جائز ہے۔ اسی طرح ان دونوں مفعولوں میں سے بھی ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ جیسے تم کہو اعلم اللہ زیداً۔ اس میں اول مفعول پر اکتفاء کر لیا گیا ہے۔ اور مفعول ثانی ثالث کے ساتھ ایسا ہے جس طرح علمت کے دونوں مفعول ہیں (یعنی علمت کے دونوں مفعول شیٔ واحد ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر اکتفاء جائز نہیں ہے۔ اس لئے اعلمت زیداً خیر الناس کہنا یعنی آخر کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اعلمت زیداً عمرواً خیر الناس یعنی آخر کے دونوں مفعولوں کا ذکر کرنا واجب ہے۔ جب ہی جملے کے معنیٰ پورے ہوں گے۔

فصل افعالُ القلوب علمتُ وظننتُ وحَسِبتُ وخِلتُ ورَأيتُ ووَجدتُّ وزعمتُ وهي افعالٌ تدخل على المبتدا والخبر فتنصبهما على المفعولية نحو علمت زيدًا عالمًا واعلم انّ لهذه الافعال خواصّ منها ان لا تقتصرَ على احد مفعولَيها بخلاف باب اعطيتُ فلا تقولُ علمتُ زيدًا ومنها جواز الالغاء اذا توسّطتْ نحو زيدٌ ظننتُ قائمٌ اَوْ تأخّرتْ نحو زيدٌ قائمٌ ظننتُ ومنها انها تُعلّقُ اذا وقعتْ قبل الاستفهام نحو علمت ازيدٌ عندك ام عمرٌو وقبلَ النفي نحو علِمتُ ما زيدٌ في الدار وقبل لام الابتداء نحو علمتُ لزيدٌ منطلقٌ ومنها انّها يجوز ان يكون فاعلها ومفعولها ضميرين لشيئٍ واحدٍ نحو علمتني منطلقًا وظننتُك فاضلاً واعلم انه قد يكون ظننت بمعنى اتهمتُ وعلمتُ بمعنى عرفتُ ورأيتُ بمعنى ابصرتُ ووجدتُ بمعنى اصبتُ الضالّةَ فتنصبُ مفعولًا واحدًا فقط فلا تكونُ حينئذٍ من افعال القلوب۔

ترجمہ افعالِ قلوب علمتُ۔ ظننتُ۔ حسبتُ، خِلتُ، رأیتُ، وجدتُ اور زعمتُ ہیں۔ یہ ایسے افعال ہیں جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ پس دونوں کو مفعول ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں۔ اور جان تو کہ ان افعال کی کچھ خصوصیات اور خاصے ہیں۔ اول ان میں سے ان کے عمل کو لغو کر دینا جب یہ وسط میں واقع ہوں۔ جیسے زیدٌ ظننت قائمٌ۔ دوم ان میں سے یہ ہے کہ یہ سب کے سب معلق ہو جائیں عمل سے جب کہ یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں۔ جیسے علمت ازید عندک ام عمرو۔ اور نفی سے پہلے جیسے علمت ما زیدٌ فی الدار اور لام ابتداء سے پہلے جیسے علمت لزید منطلق۔ اور ان میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول شئی واحد کی دو ضمیریں ہوں جیسے علمتنی منطلقًا و ظننتک فاضلاً۔ اور جان تو کہ ظننت کبھی اتھمتُ کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور علمتُ بمعنیٰ عرفتُ اور رأیتُ بمعنیٰ ابصرتُ اور وجدتُ بمعنیٰ اصبتُ الضالۃ آتا ہے۔ لہٰذا فقط مفعول واحد کو نصب دیتے ہیں پس نہ ہوں گے اس وقت یہ افعالِ قلوب میں سے۔

تشریح افعالِ قلوب حصر استقرائی کے لحاظ سے سات ہیں۔ عقلی نہیں۔ ورنہ عرفت، اعتقدت اور اردت بھی افعالِ قلوب میں سے ہیں۔ اور دو مفعول کی جانب متعدی ہو کر مستعمل ہوتے ہیں۔ مگر ان پر افعالِ قلوب کے احکام جاری نہیں ہوئے۔

اور افعالِ قلوب علمت وغیرہ میں ان کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حالانکہ اخبار بلفظ ماضی ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ فعل مضارع اور امر سے بھی خبر دی جا سکتی ہے لیکن صیغہ متکلم سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل کے حال کو بہ نسبت دوسرے کے زیادہ بہتر جانتا ہے۔

فصل الافعال الناقصۃ ھی افعال وضعت لتقریر الفاعل علی صفۃ غیر صفۃ مصدرھا وھی کان وصار وظل وبات الی اخرھا تدخل علی الجملۃ الاسمیۃ لافادۃ نسبتھا حکم معناھا فترفع الاول وتنصب الثانی فتقول کان زید قائما وکان علی ثلاثۃ اقسام ناقصۃ وھی تدل علی ثبوت خبرھا لفاعلھا فی الماضی اما دائما نحو کان اللہ علیما حکیما او منقطعا نحو کان زید شابا وتامۃ بمعنی ثبت وحصل نحو کان القتال ای حصل القتال وزائدۃ لا یتغیر باسقاطھا معنی الجملۃ کقول الشاعر شعر ۔ جیاد ابنی ابی بکر تسامی ؛ علی کان المسومۃ العراب ای علی المسومۃ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) خلت خیلولت سے ماخوذ ہے خیال کرنا۔ علم کے معنیٰ میں ہے ۔

قولہ واعلم ان لھذہ الافعال ۔ افعال قلوب کی بعض خصوصیات ہیں جن کو مصنف نے اس جگہ جمع فرمایا ہے ۔ اول یہ ہے کہ افعال قلوب کے دو میں سے ایک مفعول پر اکتفار جائز نہیں ہے باب اعطیت اس سے مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا علمت زیدًا کہنا درست نہیں ہے ۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے عمل کو لغو و بیکار کردیا جاتا جب کہ یہ مبتدا اور خبر کے درمیان میں مذکور ہوں ۔ جیسے زید ظننت قائم ۔ یا جملے کے آخر میں مذکور ہوں جیسے زید قائم ظننت ۔

ومنھا انھا تعلق ۔ ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ عمل سے معلق ہو جاتے ہیں یعنی لفظوں پر کوئی عمل نہیں کرتے ۔ صرف لزوم کے معنی دیتے ہیں ۔ جب استفہام سے پہلے واقع ہوں علمت ازید عندک ام عمرو ۔ استفہام کی دونوں صورتیں خواہ ہمزۂ استفہام سے استفہام کیا گیا ہو جیسے مثال مذکور میں ۔ اور یا اسم کے ذریعہ استفہام کیا گیا ہو۔ جیسے ای الحزبین احصیٰ اور علمت این زید جالس وغیرہ ۔ یا جملہ سے پہلے نفی مذکور ہو ۔ جیسے علمت ما زید فی الدار وغیرہ ۔

ومنھا انھا یجوز ان یکون فاعلھا افعال قلوب کی خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول شیٔ واحد کی دو ضمیریں واقع ہوتی ہیں ۔ جیسے علمتنی منطلق مفعول اول یا "ی" متکلم یعنی ضمیر اور منطلقًا اسم ظاہر، مراد ایک ہی شخص ہے ۔ دوسری مثال ظننت فاضلاً ۔ فاضلاً اسم ظاہر اور "ک" خطاب دونوں سے شخص واحد یعنی خطاب مراد ہے ۔

ترجمہ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کیے گئے ہیں وہ جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرتے ہیں جو ان کے مصدر یعنی حزم کی صفت کے علاوہ ہو ۔ اور وہ (افعال ناقصہ) کان، صار، ظل ۔ الخ ہیں ۔ یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں ۔ ان کے معنیٰ کا حکم ۔ جملہ اسمیہ کی نسبت

کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ پس اول کو رفع اور ثانی کو نصب کرتے ہیں جیسے کان زید قائمًا۔ اور کلمہ کان تین قسم پر ہے۔ اول ناقصہ اور یہ دلالت کرتا ہے۔ اس کی خبر کے ثبوت پر اس کے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں یا دائمًا (قرینہ کی وجہ سے) جیسے کان اللہ علیمًا حکیمًا۔ یا منقطع ہوں (باعتبار قرینہ کے) کان زید شابًا۔ زید جوان تھا۔ اور کان تامہ ہوتا ہے۔ جو معنی ثبت اور حصل کے ہوتا ہے۔ جیسے کان القتال قتل ہوا۔ اور کان زائدہ بھی ہوتا ہے۔ اس کو ساقط کرنے سے جملہ کے معنیٰ ساقط (خراب) نہیں ہوتے جیسے شاعر کا قول ہے۔ جیاد الخ جید عمدہ عمدہ گھوڑا مراد ہے۔ جو تیز رفتار ہو۔ تسامیٰ، ترفع تعلو مسومۃ وہ گھوڑا جن پر علامتیں لگا دی گئی ہوں۔ عِراب، عین کے کسرہ کے ساتھ، عمدہ، تیز، جیاد مبتداء ہے اور ابن کا مضاف ہے۔ ترجمہ شعر۔ سبک رفتار تیز گھوڑے میرے بیٹے ابوبکر کے ہیں۔ جو بلند تر ہے ان تیز رفتار گھوڑوں سے جن پر تیز روی اور سبک روی کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔

تشریح افعال ناقصہ۔ ان کے ناقصہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرفوع (فاعل یا اسم پر) پورے نہیں ہوتے، بلکہ منصوب کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور افعال تامہ کی طرح حدوث پر دلالت نہیں کرتے۔ غیر صفت کی قید سے افعال ناقصہ دوسرے تمام افعال سے خارج اور ممتاز ہو گئے مگر سیبویہ نے افعال ناقصہ پر صرف کان، صار، مادام، اور لیس کو ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ نیز دوسرے ایسے افعال جو فاعل پر پورے نہیں ہوتے۔ اور خبر سے مستغنی نہ ہوں۔ اس کلام سے ظاہر ہے کہ سیبویہ کے نزدیک افعال ناقصہ کی عدد محصور نہیں ہے۔ نیز مصنف کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کے نزدیک افعال ناقصہ محصور ہوتے تو ان کو بیان ضرور کرتے۔ نیز جو افعال صار کے مرادف ہیں۔ وہ بھی ان میں شامل ہیں۔ جیسے آلَ۔ رَجَعَ۔ قال۔ جاء۔ ارتد۔ انتحال۔ تحوّل۔ وغیرہ اسطرح مافتی کے ساتھ مادنی۔ مارام۔ جو کہ رام یریم سے ماخوذ ہے۔ داخل ہیں۔

وکان علیٰ ثلثۃ اقسام۔ اقسام۔ کان کے پہلے معنی یہ ہیں کہ کان دلالت کرتا ہے کہ اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے زمانہ ماضی پر ثابت ہے۔ دائمًا ثابت ہے۔ جیسے۔ کان اللہ علیمًا حکیمًا۔ خدائے تعالیٰ ہمیشہ سے صاحب حکمت ہے۔

یا ماضی پر منقطع ہو۔ جیسے کان زید شابًا۔ زید جوان تھا۔ (اب نہیں رہا) اور کان تامّہ بھی ہوتا ہے۔ اس وقت ثبت اور حصل کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جیسے کان القتال۔ یعنی حصل القتال۔

اور کان زائدہ بھی ہوتا ہے۔ اس کو ساقط کرنے سے جملے کے معنی نہ بدلتے ہوں۔ جیسے دیئے ہوئے شعر میں۔ علیٰ کان المسوّمۃ کے ہے۔ اور کان زائد ہے۔

وصَارَ للانتقال نحو صَارَ زيدٌ غنياً واصبح وامسىٰ واضحىٰ تدل علىٰ اقترانِ مضمونِ الجملة بتلك الاوقات نحو اصبح زيدٌ ذاكراً اي كان ذاكراً في وقت الصبح وبمعنىٰ صَارَ نحو اصبح زيدٌ غنياً وتامّة بمعنىٰ دخل في الصّباح والضحىٰ وَ المساء وظلّ وبات يدُلّان علىٰ اقترانِ مضمونِ الجملة بوقتيهما نحو ظلّ زيدٌ كاتباً وبمعنىٰ صَارَ وَمَازَالَ ومافتئ ومَابرح ومَا انفكّ تدُلّ علىٰ استمرار ثبوت خبرها لفاعلها من قبله نحو مَازَالَ زيدٌ اميرًا ويلزمها حرفُ النفي ومَا دام يَدُلّ علىٰ توقيت امرٍ بمدّة ثبوت خبرها لفاعلها نحو اقوم مَادَامَ الاميرُ جالسًا وليسَ يدل علىٰ نفي معنى الجملة حالاً وقيل مطلقًا وقد عرفتَ بقية احكامها في القسم الاوّل فلا نعيدُهَا .

ترجمہ (اور افعال ناقصہ میں سے کلمہ) صار بھی ہے جو انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صَارَ زیدٌ غنیًا اور اصبح، امسیٰ، اضحیٰ دلالت کرتے ہیں مضمونِ جملہ کے ملانے پر ان اوقات میں جیسے اصبح زیدٌ ذاکراً یعنی زید ذکر کرنے والا تھا صبح کے وقت میں۔ اور صار کے معنیٰ میں آتا ہے۔ جیسے اصبح زیدٌ غنیًا زید غنی ہو گیا۔ اور تامہ بھی ہوتا ہے معنیٰ میں دخل فی الصباح کے۔ صبح کے وقت داخل ہوا۔ اور چاشت کے وقت داخل ہوا۔ اور شام کے وقت داخل ہوا۔ اور ظلّ اور بات دلالت کرتے ہیں مضمونِ جملہ کے ملانے پر اپنے اوقات کے ساتھ جیسے ظلّ زیدٌ کاتباً۔ اور صار کے معنیٰ میں بھی آتے ہیں۔ اور مازال اور مافتئ، مابرح اور ما انفک دلالت کرتے ہیں اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار پر اپنے فاعل کے لئے جب سے کہ اس کو قبول کیا ہے۔ جیسے مازال زید امیراً۔ زید کی امارت مستمر ہے اور لازم ہے ان کو حرفِ نفی۔ اور مادام دلالت کرتا ہے شئی کی تعیین پر اس مدت میں کہ اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت ہے۔ جیسے اقوم مادام الامیر جالسًا اور لیس معنیٔ جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے فی الحال اور کہا گیا ہے کہ مطلقًا اور ان کے بقیہ احکام تم قسم اول میں معلوم کر چکے ہو۔ پس ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔

تشریح قولہ صار۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب انتقال پر دلالت کرتا ہے اور کبھی کبھی ایک مکان سے دوسرے مکان کی جانب انتقال پر دلالت کرتا ہے۔ اور کبھی ایک ذات سے دوسری ذات کی جانب انتقال پر دلالت کرتا ہے۔ اس صورت میں صار الیٰ کے ساتھ متعدی ہو گا۔ جیسے صار زید من قریۃ الیٰ قریۃ اور صار زید عن خالد الیٰ بکر (درایہ)

قولہ وبتلک الاوقات۔ اصبح، امسیٰ، اضحیٰ مضمون جملہ کو ان اوقات کے ساتھ شامل کرتے ہیں مثلاً اصبح سے وقت صبح۔ امسیٰ وقت شام، اضحیٰ وقت ضحیٰ، چاشت کا وقت۔ مازال، مافتئ، مابرح، اور ما انفک۔ یہ چاروں افعال ثبوتِ خبر کے استمرار پر دلالت کرتے ہیں اپنے فاعل کے لئے

فصل افعال المقاربة هي افعال وضعت للدلالة على دنو الخبر لفاعلها وهي ثلاثة اقسام الاول للرجاء وهو عسى وهو فعل جامد لا يستعمل منه غير الماضي وهو في العمل مثل كاد الا ان خبره فعل مضارع مع ان نحو عسى زيد ان يقوم ويجوز تقديم الخبر على اسمه نحو عسى ان يقوم زيد وقد يحذف ان نحو عسى زيد يقوم والثاني للحصول وهو كاد وخبره مضارع دون ان نحو كاد زيد يقوم وقد تدخل ان نحو كاد زيد ان يقوم والثالث للاخذ والشروع في الفعل وهو طفق وجعل وكرب واخذ واستعمالها مثل كاد نحو طفق زيد يكتب و اوشك واستعمالها مثل عسى وكاد۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جب سے فاعل نے اس خبر کو قبول کیا ہے، اس وقت سے تا حال اس سے انقطاع نہیں ہوا جیسے مازال زید امیراً۔ زید برابر امیر رہا ہے۔ درمیان میں کوئی وقت غربت اور مفلسی کا نہیں آیا ہے اور ان کے لئے ملغیٰ اسوقت تک لازم ہے جب تک یہ تعیین و توقیت پر دلالت کریں گے کہ ان کی خبر ان کے فاعل کے لئے ثابت ہے یعنی ثبوت خبر کی تعیین پر بھی دلالت کرتے ہیں جیسے اقوم مادام الامیر جالساً۔ میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھا رہے گا۔

ترجمہ اور افعال مقاربہ یہ ایسے افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں دلالت کرنے کے لئے خبر کے قریب ہونے پر ان کے فاعل کے لئے۔ اور یہ تین قسم کے ہیں۔ قسم اول رجاء (امید) کے لئے اور وہ عسیٰ ہے۔ اور وہ (عسیٰ) فعل جامد ہے۔ نہیں استعمال کیا جاتا اس سے ماضی کے علاوہ دوسرا فعل۔ اور یہ عمل میں مثل کاد کے ہے۔ لیکن اس کی خبر فعل مضارع مع اَن کے آتی ہے جیسے زید ان یقوم (زید قیام کے قریب ہے) اور جائز ہے خبر کی تقدیم اس کے اسم پر جیسے عسیٰ ان یقوم زید (یقوم خبر زید اسم مؤخر ہے) اور کبھی کبھی اَن کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے عسیٰ زید یقوم۔ اور دوسری قسم حصول کے لئے آتی ہے اور وہ کاد ہے اور اسکی خبر مضارع ہوتی ہے بغیر اَن کے۔ جیسے کاد زید یقوم۔ (قریب ہے کہ زید قائم ہو) اور کبھی کبھی اَن بھی داخل ہو جاتا ہے جیسے کاد زید ان یقوم۔ زید کھڑا ہونے کے قریب ہے اور تیسری قسم شروع کرنے اور قریب ہونے کے معنیٰ کے لئے آتا ہے۔ اور وہ طفق، جعل، کرب اور اخذ ہیں۔ اور ان کا استعمال کاد کے مانند ہے جیسے کاد زید یکتب۔ زید نے لکھنا شروع کر دیا۔ اور اوشک ہے (اسرع کے معنیٰ میں یعنی اس نے جلدی کی) اسکا استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح ہے۔

تشریح افعال مقاربہ۔ ان کو افعال ناقصہ کے بعد اسوجہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ دونوں خبر کو چاہتے ہیں۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اور افعال ناقصہ میں یہ قید نہیں ہے۔

فصل فعلا التعجّب ما وُضع لِانشاء التعجّب وله صيغتان ما افعلَهٗ نحو ما اَحسَنَ زيدًا اى اىُّ شىءٍ اَحسَنَ زيدًا وفى اَحسَنَ ضمير وهو فاعلهٗ وافعل به نحو اَحسِنْ بزيدٍ ولا يُبنيان الّا ممّا يُبنىٰ منه افعل التفضيل ويُتوصّل فى الممتنع بمثل ما اشدّ استخراجًا فى الاوّل واَشدِدْ باستخراجه فى الثانى كما عرفتَ فى اسم التفضيل ولا يجوز التصرّفُ فيهما بتقديم ولا تاخير ولا فصل والمازنىُّ اجاز الفصل بالظرف نحو ما اَحسَنَ اليومَ زيدًا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) الاوّل الرجاء۔ ابن مالک نحوی نے تسہیل میں لکھا ہے کہ بعض افعال مقاربہ شروع کے معنیٰ دینے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے طفق، جعل، اخذ، علق، انشاء، ہب، قام اور بعض نے کہا ہے کہ اس لئے آتے ہیں تاکہ اسم کو خبر کے قریب کردیں۔ جیسے کاد، کرب، اوشک۔ اسم کو خبر کے قریب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور شارح تسہیل نحوی نے لکھا ہے کہ چونکہ بعض افعال مقاربہ قریب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قاعدے سے تمام کو افعال مقاربہ نام رکھدیا گیا ہے۔ اور عسیٰ فعل جامد ہے یعنی اسکی گردان نہیں آتی۔ یعنی عسیٰ کا ماضی مجہول، مضارع، امر، نہی وغیرہ کوئی نہیں آتا۔ اس لئے اس کو فعل جامد کہا گیا ہے۔ عسیٰ وہی عمل کرتا ہے جو کاد کا عمل ہے۔ یعنی اسم کو رفع اور اسکی خبر کا فعل مضارع ہونا۔ البتہ عسیٰ اور کاد میں فرق یہ ہے کہ عسیٰ کی خبر مضارع مع اَن کے آتی ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ عسیٰ کی خبر کو اسم پر مقدّم کرنا جائز ہے۔ جیسے عسیٰ ان یقوم زید۔ زید اسم اور یقوم عسیٰ کی خبر ہے۔ اور کبھی ان کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے عسیٰ زید یقوم۔

والثانی۔ افعال مقاربہ کی دوسری قسم فاعل کے لئے خبر کے حصول کے معنیٰ دینے کے لئے آتی ہے یعنی اس بات کی خبر دینے کے لئے کہ خبر فاعل کو حاصل ہوچکی ہے۔ جیسے کاد زید ان یقوم۔ یعنی قیام کا حصول زید کے لئے ہوچکا ہے۔

والثالث۔ افعال مقاربہ کی تیسری قسم۔ فعل میں شروع ہونا، شروع کرنے کے قریب ہوجانا اور اخذ در شروع کے معنیٰ دینے والے افعال یہ ہیں۔ طفق، جعل وغیرہ۔ ان کا استعمال کاد کی طرح ہے۔ جو اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔

ترجمہ تعجب کے دونوں فعل وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہیں انشاء تعجب کے لئے۔ اس کے لئے دو صیغے ہیں۔ اوّل ما افعلَہٗ، جیسے ما اَحسَنَ زیدًا۔ یعنی کس چیز نے اچھا بنایا زید کو۔ اور اَحسَنَ میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے۔ دوسرا وزن افعل بہٖ ہے جیسے اَحسِنْ بزیدٍ۔

کتنا ہی حسین ہے زید۔ اور نہیں آتا ان دونوں کا فعل لیکن اسی فعل سے جس سے بنایا جاتا ہے افعل التفضیل۔ اور وسیلہ بنایا جاتا ہے ممتنع میں ما اشد استخراجًا سے اول میں اور اشد باستخراجہ سے ثانی میں۔ جیسا کہ تم اسم تفضیل میں پڑھ چکے ہو۔ اور ان دونوں میں تصرف جائز نہیں ہے تقدیم کی نہ تاخیر کی اور نہ فصل کی۔ اور مازنی نے فصل کو ظرف میں جائز رکھا ہے جیسے ما احسن الیوم زیدًا کیا ہی عمدہ ہے وہ چیز جس نے آج زید کو حسین بنایا۔

تشریح

فعلا التعجب۔ تعجب کے دونوں فعل۔ دوسرے نسخوں میں فعل التعجب کے الفاظ ہیں یعنی افعال تعجب۔ تعجب نفس کا متاثر ہونا کسی چیز کے معلوم ہونے کے وقت جب کہ اسکا سبب مخفی ہو۔ مصنف نے فعل تعجب کی تعریف ذکر نہیں کی ہے۔ کیونکہ تعریف میں تمام جزئیات کا احصار مقصود ہوتا ہے اور جس جگہ معرَّف ایک یا دو ہی افراد ہوں وہاں حصر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

قولہ، ما وضع کی قید سے عجبت اور تعجبت خارج ہو گئے۔ کیونکہ ان میں تعجب کی خبر دی گئی ہے انشاء تعجب نہیں پایا جاتا۔ للّٰہ الحمد اور سبحان اللّٰہ بھی خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ فعل نہیں ہیں۔ انشاء تعجب کے معنیٰ یہ ہیں۔ صیغہ وضع کیا گیا ہو تعجب پیدا کرنے کے لئے یا تعجب رونما کرنے کے لئے اس شخص کو جس نے یہ الفاظ نہیں کہے ہیں۔ مگر لفظ تعجب ان معنی کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔

قولہ، صیغتان۔ یہ دونوں صیغے گردان والے نہیں ہیں یعنی ان کا مضارع، امر، نہی اور تثنیہ و جمع نہیں آتے۔ چونکہ یہ انشاء تعجب کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے انکی مشابہت حرف کے ساتھ پائی گئی۔ اس سے اصل انشاء حروف سے ہوئی ہے۔

قول ما احسن میں ما نکرہ ہے اور شئی کے معنیٰ میں ہے۔ اور ترکیب میں مبتدا واقع ہے۔ اور وہ جملہ جو اس کے بعد مذکور ہے وہ جملہ فعلیہ ہے اور خبر ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ ما، اخفش کے نزدیک موصولہ ہے۔ اور بعد والا جملہ اس کا صلہ ہے۔ اور اعراب کا محل نہیں ہے۔ موصول صلہ ملکر مبتدا ہے اور خبر وجوبًا حذف کر دی گئی ہے۔ ما احسن زیدًا کی اصل الذی احسن زیدًا شئی عظیم ہے۔ مگر بصریین اول کے قائل ہیں مگر اخفش نے دونوں کو جائز کہا ہے۔ اور فراء سے منقول ہے کہ ما احسن کا ما استفہامیہ ہے اور اسکا مابعد اس کی خبر ہے۔ رضی نحوی کا قول ہے کہ باعتبار معنیٰ یہی ترکیب قوی ہے اس لئے کہ متکلم زید کے حسن کے سبب سے ناواقف ہے اور مخاطب سے دریافت کیا ہے اور استفہام سے تعجب کے معنیٰ مستفاد ہوتے ہیں۔ جیسے وما ادراک ما یوم الدین۔

قولہ، افعل بہ۔ بہ فاعل ہے سیبویہ کے نزدیک۔ اور اسمع بہم و ابصر جیسی مثالوں سے اسکا حذف کر دینا اس کی فاعلیت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ فاعل نے جب زائد بیکار لباس پہن لیا تو حذف کے جائز ہونے کے قائم مقام ہو گیا۔ اور افعل امر ہے مگر فعل ماضی کے معنیٰ میں ہے۔ لہٰذا احسن بمعنیٰ

فصل افعال المدح والذم ما وضع لانشاء مدح او ذم اما المدح فله فعلان نعم[1] وفاعله اسم معرف باللام نحو نعم الرجل زيد او مضاف الى المعرف باللام نحو نعم غلام الرجل زيد وقد يكون فاعله مضمرا ويجب تمييزه بنكرة منصوبة نحو نعم رجلا زيد او بما نحو قوله تعالى فنعما هي اى نعم شيئا هي وزيد يسمى المخصوص بالمدح وحبذا زيد حب فعل المدح وفاعله ذا والمخصوص بالمدح زيد ويجوز ان يقع

قبل مخصوص او بعده تمييز نحو حبذا رجلا زيد وحبذا زيد رجلا او حال نحو حبذا راكبا زيد وحبذا زيد راكبا واما الذم فله فعلان ايضا بئس نحو بئس الرجل عمرو وبئس غلام الرجل عمرو وبئس رجلا عمرو وساء نحو ساء الرجل زيد وساء غلام الرجل زيد وساء رجلا زيد وساء مثل بئس فی سائر الاقسام۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) صار ذا حسن کے ہے اور چونکہ تعظیم کے موقعہ پر بولا جاتا ہے اور تعظیم تعجب کے معنیٰ سے مناسبت رکھتی ہے لہٰذا لفظ ماضی بجانب امر متغیر ہوگیا۔ اور چونکہ امر ماضی کے معنیٰ میں ہے احسن بک جیسی مثالوں میں اس لئے ضمیر بارز لے آئے۔ اور بہ اخفش کے نزدیک مفعول ہے اور امر اپنی حقیقت پر ہے ماضی کے معنیٰ میں نہیں ہے جیساکہ سیبویہ نے کہا ہے اور بار تعدیہ کے لئے ہے یار زائدہ ہے مفعول بہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے جیسے تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔

قولہ لا یبنیان۔ اور تعجب کے یہ دونوں فعل انہیں افعال سے آتے ہیں جن سے افعل التفضیل آتا ہے کیونکہ مبالغہ اور تاکید کے معنیٰ دینے میں دونوں مشابہ ہیں۔ اور جن افعال سے فعل تعجب نہیں آتا۔ ما اشد استخراجًا پہلے فعل تعجب کے وزن پر۔ اور اشدد باستخراجہ دوسرے فعل کے وزن پر کہا جاتا ہے یعنی ما اشد لکھ کر اس فعل کا مصدر منصوب لایا جاتا ہے۔ اور افعل بہ کے وزن پر اشدد لکھ کر بار کو اس مصدر کا عامل جار بنا دیا جاتا ہے۔ اس لئے بار کی وجہ سے وہ مصدر منصوب کے بجائے مجرور ہو جاتا ہے۔

ترجمہ افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں بہرحال افعال مدح تو اس کے لئے دو فعل ہیں۔ اول نعم ہے۔ اسکا فاعل وہ اسم ہوتا ہے جو معرّف باللام ہوتا ہے۔ جیسے نعم الرجل زید۔ یا اسکا فاعل معرّف باللام کی طرف مضاف ہو۔ نعم غلام الرجل زید۔ اور نعم کا فاعل مضمر ہوتا ہے اور واجب ہے اسکی تمیز لانا ایسے نکرہ سے جو منصوب ہو۔ جیسے نعم رجلاً زیدٌ یا حرف ما سے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَنِعِمَّا هِیَ بمعنیٰ نعم شیئًا هِیَ۔ اور نعم الرجل زید میں زید مخصوص بالمدح ہے۔ اور الرجل یا غلام الرجل اسکا فاعل ہے۔ اور دوسرا فعل حبّذا ہے۔

جیسے حبّذا زیدٌ۔ حبّ فعل مدح ہے۔ اور ذا اس کا فاعل ہے اور مخصوص بالمدح زید ہے۔ کیا ہی عمدہ ہے وہ زید۔ اور جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے اور یا اسکے بعد کوئی تمیز مذکور ہو جیسے حبذا رجلاً زید اور حبذا زیدٌ رجلاً۔ یا حال مذکور ہو۔ جیسے حبذا راکباً زید اور حبذا زید راکبا۔ اور بہر حال افعام ذم پس اسکے لئے بھی دو فعل ہیں اول بئس ہے جیسے بئس الرجل عمرؤ اور بئس غلام الرجل عمرؤ (برا ہے مرد عمرو، برا ہے مرد کا غلام عمرو۔ برا ہے وہ باعتبار مرد کے عمرو) دوسرا فعل ذم ساء ہے۔ جیسے ساء الرجل زید۔ برا ہے مرد زید۔ اور ساء غلام الرجل زید۔ برا ہے مرد کا غلام زید۔ اور ساء رجلاً زیدٌ۔ برا ہے وہ باعتبار مرد کے زید۔ اور ساء مثل بئس کے ہے تمام اقسام میں۔

تشریح افعام مدح وذم وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہوں انشاء مدح اور انشاء ذم کے لیے انشاء مدح وذم کی قید سے کرم زید شرف عمرو قنع بکر عجو ر خالد مدحت زیدًا، ذممت عمرًا وغیرہ مثالیں اس لئے خارج ہو گئی ہیں، کیونکہ مذکورہ افعال کرم، شرف وغیرہ مدح وذم کے لئے وضع نہیں کئے گئے۔

فاعلہ معرف باللام۔ ان کا فاعل معرف باللام ہوتا ہے معرف باللام سے ذہنی مراد ہے۔ اس لئے کہ معہود اس کا ابتداء میں غیر معین ہوتا ہے۔ معرف مخصوص ذکر کرنے کے بعد ہی معین ہو جاتا ہے اور کلام اجمال اور تفصیل دونوں کو شامل ہوتا ہے تاکہ نفس میں اسکی وقعت زیادہ ہو جاتے۔ نیز مدح اور ذم مطلق ہوتے ہیں۔ کوئی خاص مدح یا ذم مراد نہیں ہوتے۔ (منہل)

اول فعل مدح نعم ہے اور اسکا فاعل کبھی معرف باللام ہوتا ہے کبھی معرف باللام کی جانب مضاف ہوتا ہے۔ جیسے نعم الرجل زید۔ نعم فعل مدح الرجل اسکا فاعل زید مخصوص بالمدح۔ نعم غلام الرجل زید۔ نعم فعل غلام مضاف الرجل مضاف الیہ فاعل نعم۔ زید مخصوص بالمدح۔

قد یکون فاعلہ مضمراً، کبھی فعل مدح کا فاعل مضمر ہوتا ہے تو اسوقت ایک نکرہ منصوبہ سے اسکی تمیز لانا ضروری ہوگا۔ تاکہ مضمر سے ابہام کو دور کیا جائے۔ جیسے نعم رجلا زید۔ نعم فعل مدح ھو ضمیر پوشیدہ اسکا فاعل ممیز رجلاً اسم نکرہ تمیز، ممیز تمیز نعم کا فاعل۔ زید مخصوص بالمدح۔

او بما لقولہ تعالیٰ فَنِعِمَّا هِيَ۔ اور کبھی تمیز اسم نکرہ کے بجائے حرف ما ہوتی ہے۔ جیسے فنعما ھی۔ یعنی نعم شیئاً ھی۔ دوسرا فعل مدح حبذا ہے۔ حب فعل مدح اور ذا اسکا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے پہلے واقع ہو۔ جیسے حبذا رجلاً زید میں رجلاً تمیز ہے مخصوص پر مقدم ہے حبذا زید رجلاً زید مخصوص کے بعد رجلاً تمیز واقع ہے۔ یا اسم نکرہ حال واقع ہو جیسے حبذا راکباً زیدٌ۔ راکبا حبذا کے ذا سے حال اور ذا ذوالحال حال ذوالحال فاعل حب۔ واما الذم بہر حال فعل ذم تو اس کے لئے بھی دو فعل آتے ہیں۔ اول بئس دوسرا ساء فعل نعم کا استعمال آپ پڑھ چکے ہیں۔ بئس کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ اور ساء کو بھی۔

القسم الثالث في الحرف وقد مضى تعريفه واقسامه سبعة عشر حروف الجر والحروف المشبهة بالفعل وحروف العطف وحروف التنبيه وحروف النداء وحروف الايجاب وحروف الزيادة وحرفا التفسير وحروف المصدر وحروف التحضيض وحرف التوقع وحرفا الاستفهام وحروف الشرط وحرف الردع وتاء التانيث الساكنة والتنوين ونونا التاكيد فصل حروف الجر حروف وضعت لافضاء الفعل وشبهه او معنى الفعل الى ماتليه نحو مررت بزيد وانا مار بزيد وهذا في الدار ابوك اي اشير اليه فيها وهي تسعة عشر حرفا وهي لابتداء الغاية وعلامته ان يصح في مقابلته الانتهاء كما تقول سرت من البصرة الى الكوفة وللتبيين وعلامته ان يصح وضع لفظ الذي مكانه كقوله تعالى فاجتنبوا الرجس من الاوثان وللتبعيض وعلامته ان يصح لفظ بعض مكانه نحو اخذت من الدراهم وزائدة وعلامته ان لا يختل المعنى باسقاطها نحو ماجاءني من احد ولا تزاد من في الكلام الموجب خلافا للكوفيين واما قولهم قد كان من مطر وشبهه فمتاول والى وهي لانتهاء الغاية كما مر وبمعنى مع قليلا كقوله تعالى فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق ۔

ترجمہ تیسری قسم حروف کے بیان میں اور تحقیق کہ اسکی تعریف گزر چکی ہے اور اس کے اقسام سترہ ہیں (۱) حروف جر (۲) حروف مشبہ بالفعل (۳) حروف عطف (۴) حروف تنبیہ (۵) حروف نداء (۶) حروف ایجاب (۷) حروف زیادۃ (۸) تفسیر کے دو حروف (۹) حروف مصدر (۱۰) حروف تحضیض (۱۱) حروف توقع (۱۲) استفہام کے دو حروف (۱۳) حروف شرط (۱۴) حروف ردع (۱۵) تاء تانیث ساکنہ (۱۶) تنوین (۱۷) تاکید کے دو نون۔

فصل اول حروف جر وہ حروف ہیں، جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو ان کے ساتھ ملا ہوا ہے ۔ جیسے مررت بزید (فعل کی مثال ۔ انا مار بزید (حرف جر شبہ فعل سے ملا ہوا ہے) ہٰذا فی الدار ابوک ۔ ہٰذا معنی فعل کی مثال ہے ۔ یعنی اشیر الیہ فیھا ۔ میں اس کی طرف گھر میں اشارہ کرتا ہوں ۔ اور وہ انیس حروف ہیں اول ان میں سے مِن ہے جو مسافۃ کی ابتداء بیان کرنے کے لئے آتا ہے ۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابل میں صحیح ہو ۔ انتہا کا لانا ۔ جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ ۔ (میرے سفر کی ابتداء بصرہ سے اور انتہا کوفہ تک ہوئی) اور من بیان کرنے (اظہار کرنے) کے لئے آیا ہے ۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ لفظ الذی کا لانا اس جگہ پر صحیح ہو ۔ جیسے حق تعالیٰ کا قول ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان اور من تبعیض کے لئے آتا ہے

اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو ساقط کر دینے سے معنی مختل نہ ہوں (خراب نہ ہوں) جیسے ما جاءنی من احد - میرے پاس کوئی نہیں آیا ہے - اور زائد نہیں ہوتا ہے من کلام موجب میں خلاف ہے کوفیوں کا - اور بہر حال ان کا قول قد کان من مطر (تحقیق کہ کچھ بارش ہوئی) اور اس کی مشابہ (دوسری مثالیں) پس وہ متاول ہیں - (ان میں تاویل کی گئی ہے) اور الیٰ مسافت کی انتہا بیان کرنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے - اور مع کے معنیٰ میں قلیل ہے - جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق - پس تم اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت -

تشریح مصنف نے کلمہ کی تین قسمیں بیان کی تھیں - اول اسم - دوم فعل، سوم حرف پہلی دونوں اقسام اور ان کے جملہ متعلقات اور ان کے احکام اور امثال کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے تیسری اور آخری قسم کو شروع فرمایا ہے - فرمایا تیسری قسم حروف کے بیان میں - حرف وہ لفظ ہے جو غیر مستقل معنیٰ رکھتا ہو - اور بلا ضم ضمیمہ کے اس کے معنیٰ مفہوم نہ ہوں مصنف نے اپنی اصطلاحی تعریف مقدمہ میں تحریر کی تھی - یہاں اس کے اقسام کا تفصیلی ذکر ہے - حروف کی کل ۷ قسمیں ہیں - تفصیل وار ملاحظہ فرمایئے -

وجہ تسمیہ حروف جر - یہ حروف چونکہ جر دیتے ہیں، اس لئے ان کا نام حروف جارہ رکھا گیا - ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ حروف جارہ فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اسم کی جانب پہنچاتے ہیں - اس لئے ان کو حروف جارہ کہا جاتا ہے - مصنف کے قول سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے - مگر اصل یہ ہے کہ وہ افعال جو اسم تک پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں - ان حروف کے ذریعہ ان کو تعاون مل جاتا ہے اس سے یہ قاعدہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو حروف کلام میں زائد ہوتے ہیں، کسی چیز کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتے - اس لئے کہ وہ محض تقویت اور تائید کے لئے لائے جاتے ہیں - اسی طرح وہ حرف جار جو عمل سے روک دیا گیا ہو وہ بھی کسی کے متعلق نہیں ہوا کرتا - کیونکہ وہ حروف جر باقی نہیں رہتا - اس لئے اس کے لئے عامل باقی نہ رہا - کیونکہ اس کے لئے معمول ہی نہیں ہے - (مہمل) اور چونکہ یہ فعل کے معاون ہوتے ہیں عمل میں اس لئے تمام حروف میں یہی قرار دیئے گئے ہیں - بمقابلہ اسم اور دوسرے حروف کے - اور چونکہ حروف جار کی تعداد دوسرے حروف عاملہ کے مقابلہ میں کثیر ہے اس لئے ان کو ذکر میں مقدم کیا گیا ہے -

من وھی لابتداء الغایۃ - یعنی جس کے لئے غایت اور نہایت ہو اور اسکی ابتداء بیان کرنے کے لئے آتا ہے - غایت کے معنیٰ، مسافت، دوری، قاموس نے کہا غایت کے معنیٰ بُعد کے ہیں - اور من کے ابتدائیہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسکے مقابل انتہاء کا لانا صحیح ہو - جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ - وللتبیین - اور من بیان یعنی اظہار کے لئے آتا ہے یعنی امر مبہم سے مراد کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے - اور من کے بیانیہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ لفظ الذی کو اسجگہ رکھنا درست ہو - جیسے فاجتنبوا الرجس

وحتیٰ وهی مثلُ الی نحو نمتُ البارحة حتی الصباحِ وبمعنی مع کثیراً نحو قدم الحاجُ حتیٰ المشاة
ولا تدخلُ الا علی الظاهر فلا یقالُ حتّاه خلافاً للمبرد وقول الشاعر شعر
فلا واللهِ لا یبقیٰ اُناسٌ ۞ فتیً حتّاكَ یاابن ابی زیادِ
شاذٌ وفی هی للظرفیة نحو زیدٌ فی الدارِ والماءُ فی الکوزِ وبمعنیٰ علیٰ قلیلاً نحو قوله تعالیٰ
ولاُصلّبنّکم فی جذوع النخل والباء وهی للالصاق نحو مررتُ بزیدٍ ای التصق مروری
بموضع یقربُ منه زید وللاستعانة نحو کتبت بالقلم وقد یکون للتعلیل کقوله تعالیٰ
اِنّکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل وللمصاحبة کخرج زیدٌ بعشیرتهٖ وللمقابلة
کبعتُ هٰذا بذٰاكَ وللتعدیة کذهبتُ بزیدٍ وللظرفیة کجلستُ بالمسجد و
زائدة قیاساً فی خبر النفی نحو ما زیدٌ بقائمٍ.

(بقیہ صفحہ گزشتہ) من الاوثان یعنی الذی ہو الوثن ۔ تم ناپاکی سے بچو اوثان میں سے یعنی وہ گندگی جو
کہ بُت ہیں ۔ یعنی بُتوں کی عبادت وطاعت سے پرہیز کرو ۔

اور من تبعیض کے لئے آتا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ من کی جگہ بعض کا رکھنا صحیح ہو ۔ جیسے
اخذتُ من الدراہم ای بعض الدراہم ۔ میں نے دراہم میں سے لیا یعنی بعض دراہم میں نے لئے ۔

اور من زائدہ بھی ہوتا ہے ۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو کلام سے حذف کردیں تو کلام
کے معنیٰ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو ۔ جیسے ما جاءنی من احد ۔ میرے پاس کوئی نہیں آیا ہے ۔

ولا تزاد من فی الکلام الموجب ۔ من کس کلام میں زائد ہوتا ہے اور کہاں زائد نہیں ہوتا اسکا قانون
یہ ہے کہ کلام موجب (مثبت کلام) میں من زائد نہیں ہوتا ۔ جب من زائدہ ہوگا ۔ اس وقت جب کہ
کلام نفی، نہی یا استفہام ہو ۔ اور اس قول پر تاویل کی گئی ہے ۔ قد کان من مطرٍ ۔ من زائد ہے اور کلام مثبت
ہے ۔ تاویل یہ ہے کہ اس جگہ من بیان اور تبعیض کے لئے ہے یعنی قد کان بعض مطرٍ ۔ قد کان شئیٌ
من مطرٍ اصل میں تھا ۔

الیٰ لانتہاء الغایۃ ۔ اور حرف الیٰ غایت کی انتہا بیان کرتا ہے کبھی مکان سے جیسے سرت من البصرۃ
الی الکوفۃ ۔ اور کبھی زمان سے جیسے اتموا الصیام الی اللیل ۔ اور الی کبھی مع کے معنی میں بھی آتا ہے مگر کمی
کے ساتھ جیسے لیجمعنکم الی یوم القیٰمۃ یعنی عند یوم القیامۃ ۔ مع سے مراد یہ ہے کہ الی کبھی ظرفیت کے
معنیٰ بھی دیتا ہے اور جیسے آیت مبارکہ میں "اِلی المرافق" مع المرافق کے معنیٰ میں ہے ۔

ترجمہ حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حتیٰ ہے اور وہ مثل الی کے ہے جیسے نمت البارحۃ
حتی الصباح ۔ سویا میں رات کو صبح تک ۔ اور معنیٰ میں مع کے کثرت سے آتا ہے

جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ ۔ واپس آگئے حاجی مع پیدل جانے والوں کے ۔ اور وہ نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر پس حتاہ نہیں کہا جائے گا خلاف ہے مبرد کا۔ اور شاعر کا قول شعر۔ پس نہیں ہے اللہ کی قسم لوگ باقی نہ رہ جائیں گے جوان کی حالت میں یہاں تک تو بھی اے ابو زیادہ کے بیٹے ۔ شاذ ہے ۔ اور چوتھا حرف فی ہے ۔ اور وہ ظرفیت کے لئے آتا ہے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولأصلبنكم في جذوع النخل ۔ البتہ ضرور بالضرور سولی دوں گا میں تجھ کو کھجور کے تنے پر یا پانچواں حرف بار ہے اور وہ الصاق کے لئے آتا ہے ۔ جیسے گذرا میں زید کے قریب سے یعنی ملصق ہے میرا گذرنا اس جگہ سے جس سے زید قریب ہے ۔ اور بار استعانت کے لئے آتی ہے جیسے کتبت بالقلم اور کبھی تعلیل کے لئے آتی ہے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل ۔ بیشک تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے گئو سالے کو اپنا معبود بنا لینے کی وجہ سے اور مصاحبت کے لئے بھی آتا ہے جیسے خرج زید بعشیرتہ ۔ زید اپنے خاندان کے ساتھ نکلا اور مقابلہ کے لئے بھی آتا ہے ۔ جیسے ذہبت بزید ۔ اور ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے جلست بمسجد، میں مسجد میں بیٹھا ۔ اور بار زائدہ بھی ہوتا ہے ۔ اس کو قیاس کرتے ہوئے نفی کی خبر پر ۔ جیسے ما زید بقائم ۔ زید قائم نہیں ہے ۔

تشریح فلا واللہ میں لفظ لا زائدہ ہے جس طرح لا اقسم میں زائدہ ہے ۔ اناس اور ناس دونوں کے معنیٰ ایک ہیں ۔ یعنی ناس کی ایک لغت اناس بھی ہے جس کے معنی ہیں لوگ ۔ فتیً کے معنیٰ جوان ۔ فتیً یا تو یبقیٰ کا فاعل ہے بواسطہ حرف عطف کے جو کہ محذوف ہے یا پھر اناس سے بدل واقع ہے ۔ ترجمہ شعر ۔ قسم ہے خدا کی کہ لوگ روئے زمین پر باقی نہ رہ جائیں گے ۔

جوان حتیٰ کہ اے ابو زیادہ کے لڑکے کہ اس وقت تو جوانی کے نشہ میں غرور اور تکبر کرتا ہے ۔ اور سمجھتا ہے کہ تو ہمیشہ اسی طرح خوشحال اور جوان باقی رہے گا ۔ اس شعر میں حتیٰ ضمیر پر داخل ہے تو مصنف نے جواب میں کہا ہے کہ یہ شاذ ہے ۔

اور چوتھا حرف جار فی ہے جو ظرفیت کے معنیٰ دیتا ہے ۔ جیسے زید فی الدار ۔ دار ظرف مکان ہے اس پر فی داخل ہے اور الماء فی الکوز ۔ کوزہ ظرف ہے فی اس پر داخل ہے اور علیٰ کے معنیٰ میں آتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ جس جگہ استقرار قرار پانے ٹھہرنے کے معنیٰ پائے جاتے ہوں وہاں فی بمعنی ظرف ہوگا ۔ اور جس جگہ استعلار کے معنیٰ پائے جاتے ہوں اسجگہ علیٰ کے معنیٰ میں ہوگا ۔ اور جہاں استقرار اور استعلار دونوں معنیٰ بن سکتے ہوں وہاں دونوں معنیٰ لئے جا سکتے ہیں ۔ جیسے جلست علی الأرض اور جلست فی الارض ۔ اسی طرح فی بمعنیٰ مع بھی آتا ہے جیسے ادخلوا فی امم ای مع امم

وفی للاستفهام نحو ھل زید بقائم و سماعاً فی المرفوع نحو بحسبک زیدٌ ای حسبک زیدٌ وکفیٰ باللّٰہ شہیداً ای کفی اللّٰہُ و فی المنصوب نحو القیٰ بیدہٖ و اللام وھی للاختصاص نحو الجُلُّ للفرسِ و المالُ لزیدٍ وللتعلیل کضربتہٗ للتادیب و زائدۃ کقولہٖ تعالیٰ ردِفَ لکم ای ردِفکم و بمعنیٰ عن اذا استُعمِل مع القول کقولہٖ تعالیٰ قال الذین کفروا للّذین اٰمنوا لو کان خیراً ما سبقونا الیہ وفیہ نظرٌ و بمعنی الواو فی القسم للتعجب کقول الھذلی شعر

للّٰہ یبقیٰ علی الایام ذوحیدٍ ٭ بمُشْمَخِرٍّ بہ الظّیّانُ والاٰسُ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) نیز علت بیان کرنے کے لئے بھی آتا ہے ۔ جیسے لمسّکم فیما اخذتم عذاب عظیم یعنی لما اخذتم ۔ نیز ان کے علاوہ اور بہت سے معانی کے لئے بھی آتا ہے ۔

قولہ' والباء' پانچواں حرف جار باء ہے ۔ اور یہ بھی بے شمار معانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے چند معنیٰ مصنف نے ذکر کئے ہیں ۔ مثلاً باء الصاق کے لئے آتا ہے خواہ حقیقۃً الصاق ہو جیسے امسکت بزید میں نے زید کو روک لیا ۔ یا مجازاً الصاق کے معنیٰ دیتا ہو ۔ جیسے مررت بزیدٍ یعنی میرا مرور اس جگہ سے ملا ہوا ہے جو زید کے قریب ہے ۔

وللاستعانۃ ۔ باء کے استعانت کے لئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فاعل صدور فعل میں اپنے مجرور سے مدد لیتا ہے ۔ اور یہ باء آلہ پر داخل ہوتا ہے اسی وجہ سے اسکا بائے آلہ بھی نام رکھا گیا ہے دوسرا نام بائے ادات ہے ۔ صلہ فعل' تکملہ فعل بھی کہا جاتا ہے ۔

وللمقابلۃ ۔ باء کے مقابلہ کے لئے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مجرور کو شئی آخر کے مقابلے میں فائدہ پہنچاتا ہے ۔ جیسے ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون ۔ اور ابن مالک نحوی نے کہا ہے کہ جو باء مذکورہ معنیٰ دیتا ہے وہی باء ثمن' عوض پر بھی داخل ہوتا ہے اسی وجہ سے بائے مقابلہ کا دوسرا نام بائے بدل اور بائے عوض بھی ہے ۔

ترجمہ اور باء استفہام میں زائد ہوتا ہے ۔ جیسے ہل زید لقائم ۔ کیا زید قائم ہے (ب زائد ہے) اور سماعاً زائد ہوتا ہے مرفوع میں جیسے بحسبک زید یعنی حسبک زید ۔ تیرے لئے زید کافی ہے اور کفیٰ باللہ شہیداً یعنی کفی اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے شہادت کے لئے ۔ اور اسم منصوب میں ۔ جیسے القیٰ بیدہٖ ۔ یعنی القیٰ یدہٗ اپنے ہاتھ کو ڈال دیا ۔ اور حرف لام اور وہ اختصاص کے لئے آتا ہے ۔ جیسے الجل للفرس ۔ جھول گھوڑے کے لئے خاص ہے ۔ اور المال لزید ۔ مال زید کے لئے خاص ہے ۔ اور لام تعلیل کے لئے (علت بیان کرنے کے لئے) آتا ہے جیسے ضربتہ' للتادیب

ہیں نے اس کو ادب سکھانے کے لئے مارا اور لام زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے رَدِفَ لکم یعنی رَدِفکم۔ وہ تمہارے پیچھے سوار ہوا۔ اور لام بمعنی عن آتا ہے جب قول کے ساتھ استعمال کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول قال الذین کفروا الخ کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اگر خیر ہوتا تو وہ اس میں ہم سے سبقت نہ کرتے۔ اور اس استدلال میں نظر ہے اور واو کے معنی میں آتا ہے جب کہ تعجب کے موقع پر قسم کے لئے استعمال کیا جائے جیسے ہزلی کا قول ہے۔ شعر۔

قسم ہے خدا کی باقی نہیں رہے گا اور ایام پر دنیا میں کوئی شخص صاحب شاخ گردہ والی جو بلند ترین پہاڑ میں ہو جہاں ہرن اور آس رہتے ہیں۔

تشریح دفی الاستفہام۔ اور بار استفہام میں زائد ہوتا ہے سماعاً نیز اسم مرفوع میں بھی زائد واقع ہوتا ہے۔ جیسے بحسبک زید اصل میں حسبک تھا۔ بار داخل ہونے سے بحسبک ہو گیا مگر زائد ہے۔ دوسری مثال کفی باللہ شہیداً ہیں کفی اللہ شہیداً۔ لفظ اللہ اس جگہ فاعل مرفوع ہے۔ اور اس میں جو بار داخل ہے وہ زائدہ ہے۔

قولہ دفی المنصوب۔ اور اسم منصوب پر بھی جب بار داخل ہو تو وہ زائدہ ہوتا ہے جیسے القیٰ بیدہٖ، ید القیٰ کا مفعول اور منصوب ہے۔ اس پر بار داخل ہے اور زائد ہے معنیٰ ہیں القیٰ نفسہ،

قولہ واللام۔ اور حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے، جو اختصاص کے لئے آتا ہے یعنی ایک شئی کو دوسری شئی کے لئے ثابت کرنے اور غیر سے نفی کے لئے آتا ہے۔ اور اختصاص کے معنی لام میں کبھی اسوقت ہوتے ہیں جب لام ملکیت کے لئے ہو جیسے المال لزید۔ مال زید کی ملکیت ہے یعنی غیر کا مال نہیں ہے۔ یا ملکیت کے لئے نہ ہو، وہاں بھی اختصاص کا معنیٰ دیتا ہے، جیسے الجلُّ للفرس فرس کا لام اختصاص کے لئے ہے۔ مگر جھول فرس کی ملکیت نہیں ہوتا۔

قولہ وبمعنیٰ عن اور لام کبھی عن کے معنی دیتا ہے۔ یہ درحقیقت وہ لام ہوتا ہے جو اسم پر داخل ہو۔ وہ اسم خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً۔ قائل اس قول سے غائب ہو۔ قول سے وہ قول مراد ہے جو اس قول سے متعلق ہو۔ جیسے للذین آمنوا میں جو لام داخل ہے وہ لام کفار سے جو کہ اس قول کے قائل ہیں۔ جو کہ لو کان خیراً ہے۔ غائب ہے۔ اور یہ لام قال سے متعلق ہے اور ابن مالک وغیرہ کا قول ہے کہ اس جگہ لام تعلیل کا ہے۔ بعض نے کہا لام تبلیغ کا ہے۔ اور لام تبلیغ وہ لام ہے جو سامع کے قول میں جو اسم ہے اس کو جر دے۔

قولہ وفیہ نظر۔ اللہ تعالیٰ کے قول قال الذین کفروا اللذین آمنوا لو کان خیراً ما سبقونا الیہ میں نظر ہے یعنی اس قول سے استدلال کرنے میں اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ یہ عبارت نحو کی دوسری کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ نیز صاحب درایہ نے بھی اس کو ذکر نہیں کیا ہے۔

وَرُبَّ وهِيَ للتقليل كما اَنَّ كم الخبرية للتكثير وتستحقُّ صدرَ الكلام ولا تدخل الا على نكرة موصوفة نحو رُبَّ رجلٍ كريمٍ لقيتُهٗ او مضمرٍ مبهمٍ مفردٍ مذكرٍ ابدًا مميّزٍ بنكرة منصوبةٍ نحو رُبَّهٗ رجلًا وَرُبَّهٗ رجلين ورُبَّهٗ رجالًا ورُبَّهٗ امرأةً كذٰلك وعند الكوفيين يجب المطابقة نحو رُبَّهما رجلين ورُبَّهم رجالًا ورُبَّها امرأةً وقد تلحقها ما الكافة فتدخل على الجملتين نحو ربما قام زيدٌ ورُبَّما زيدٌ قائمٌ ولابد لها من فعلٍ ماضٍ لان رُبَّ للتقليل المحقق وهو لا يتحقق الا به ويُحذف ذٰلك الفعل غالبًا كقولك رُبَّ رجلٍ اكرمني فى جواب من قال هل لقيت من اكرمك اى رُبَّ رجلٍ اكرمني لقيتهٗ فاكرمني صفة الرجل ولقيتهٗ فعلها وهو محذوفٌ ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قولہٗ ومعنى الواو فى القسم للتعجب اور لام بمعنی واؤ بھی آتا ہے قسم کے موقعہ پر تعجب کے معنی دینے کے لئے۔ تعجب سے امر عظیم مراد ہے۔ جو تعجب کا مستحق ہو۔ جیسے کہ سالم اور باقی رہنا کسی چیز کا آفات زمانہ سے حتیٰ کہ وہ بکری جو کسی اونچے پہاڑ میں محفوظ ہو۔ وہ بھی آفات زمانہ سے محفوظ وسالم نہیں رہ سکتی۔ اور نہ ہمیشہ باقی رہ سکتی ہے جیسا کہ شعر میں کہا گیا ہے۔
شعر۔ للّٰہ یبقی۔ لام برائے قسم اور یبقی کے پہلے حرف نفی مقدر ہے۔ اور علی الایام سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ یعنی مرورِ ایام اور حید حاء کے فتحہ کے ساتھ شاخ کے معنی میں ہے۔ بز کوہ پہاڑی بکری: بمشمخر بلند ترین پہاڑ۔ ظبیان، ظبی کی جمع ہرن۔ اور آس ایک درخت کا نام ہے۔ اور بمشمخر میں با بمعنی فی ہے۔ اور پورا جملہ مشمخر کی صفت ہے۔ ترجمہ شعر کا یہ ہے قسم خدا کی نہ باقی رہے گا زمانے پر دنیا میں مضبوط ترین درخت کی شاخ جو کہ اونچے پہاڑ پر کہ اس کی ہرنیں آس کے درخت ہوں وہ بھی باقی نہ رہیں گے۔

ترجمہ ساتواں حرف رُبَّ ہے اور وہ تقلیل کے لئے آتا ہے جس طرح کم خبریہ تکثیر کیلئے آتا ہے۔ اور صدرِ کلام کا مستحق ہوتا ہے اور نہیں داخل ہوتا ہے مگر اسم نکرہ پر جو کہ موصوفہ ہو۔ جیسے رُبَّ رجلٍ کریمٍ لقیتہٗ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ سخی ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کی ہے۔ یا مضمر اور مبہم ہو۔ اور ایسا مفرد ہمیشہ مذکر ہوگا۔ جس کی تمیز نکرہ منصوبہ سے لائی گئی ہوگی۔ جیسے رُبَّہٗ، رجلًا اور رُبَّہٗ، رجلین اور رُبَّہٗ، رجالًا، اور اسی طرح رُبَّہٗ، امرأۃً بھی ہے اور کوفیین کے نزدیک دونوں میں مطابقت واجب ہے۔ جیسے رُبَّہما رجلین اور رُبَّہم رجالًا اور رُبَّہا امرأۃً۔ اور کبھی کبھی اس کو ما، کافہ لاحق ہوتا ہے۔ پس رُبَّ دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے رُبَّما قام زیدٌ ورُبَّما زیدٌ قائمٌ اور اس کے لئے فعل ماضی ضروری ہے۔ کیونکہ رُبَّ

واقعی تقلیل کے لئے آتا ہے ۔ اور قلت حقیقی نہیں متحقق ہوتی مگر اسی کے ذریعہ یعنی فعل ماضی کے ذریعہ ۔ اور حذف کر دیا جاتا ہے اس فعل کو غالباً (اکثر اوقات) جیسے تیرا قول رُبَّ رجل اکرمنی اس شخص کے جواب میں جس نے کہا لقیت من اکرمک ۔ یعنی رُبَّ رَجل اکرمنی لقیتہ" اس مثال میں اکرمنی رجل کی صفت ہے اور "لقیتہ" اسکا فعل ہے اور وہ محذوف ہے ۔

تشریح حروف جارہ میں سے ساتواں حرف جر رُبَّ ہے اسکی بھی چند خصوصیات ہیں ۔ ۱ رُبَّ میں سولہ لغات ہیں ۔ راء کا ضمہ اور باء کی تشدید رُبَّ ضم راء تخفیف باء رُبْ ۔ راء کا فتحہ اور باء کو تشدید رَبَّ ۔ فتح راء اور تخفیف باء رَبْ وغیرہ "قولہ رُبَّ للتقلیل ۔ رُب کے تقلیل کے معنی دینے کا مطلب یہ ہے کہ بعض الشاء تقلیل یعنی یہ کہ متکلم رب کے مدخول کو کم شمار کر رہا ہے ۔ اگرچہ وہ واقع میں کثیر ہی کیوں نہ ہو ۔ اور رُب دائماً تقلیل کے لئے آتا ہے ۔ یہ مذہب اکثر نحاۃ کا ہے اور ابن درستویہ نے کہا ہے کہ رب دائماً تکثیر کے لیئے آتا ہے ۔ اور ابن مالک نے کہا ہے کہ رب برائے تکثیر ہے اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے اسی وجہ سے جہاں رب آتا ہے وہاں کم بھی داخل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے (منہل)

قولہ مضمر مبہم ۔ رب ضمیر مبہم واحد مذکر پر ابداً داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ ممیزہ لائی جاتی ہے جیسے رُبّہٗ رجلاً ۔ مگر کوفیوں کے نزدیک ضمیر مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث اور واحد کے لئے واحد اور تثنیہ کے لیے تثنیہ اور جمع کے لیے جمع کی ضمیر لائی جائے گی ۔

وقد تلحقہا ما کافہ ۔ کبھی کبھی رب کے ساتھ ما کافہ بھی داخل کیا جاتا ہے جو اس کو عمل سے روک دیتا ہے ۔ اور خود یہ ما موصولہ ہوتا ہے ۔ اسی طرح ما جو ای شئ کے معنی میں ہو یا ما زائدہ بھی رب کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے ۔ مگر یہ بہت کم ہے ۔ (منہل)

و لابد لہا من فعل ماض ۔ رب کے لیے فعل ماضی ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ یہ متعلق ہوتا ہے کیونکہ رب تحقیقی قلت کو بیان کرتا ہے ۔ اور قلت محققہ صرف ماضی میں ہو سکتی ہے لیکن قرآن مجید میں اس کے برخلاف مذکور ہے ۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین تو تاویل اس کی یہ ہے کہ یود ماضی کی طرح محقق ہے ۔ اور یہ بدرجہ موجود محقق کے ہے اس لئے یُوَدُّ وَدَّ ماضی کے معنیٰ میں ہے ۔

وقد یحذف ذالک الفعل غالباً ۔ اس کے فعل کو اکثر و بیشتر حذف کر دیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ذکر بھی کر دیا جاتا ہے ۔ جیسے رُبَّ رجل اکرمنی لقیتہ ۔

وواوُ رُبَّ وهي الواو التي تبتدأ بها في أوّل الكلام كقول الشاعر شعر وبلدةٍ ليس بها أنيس ؛ إلّا اليعافيرُ إلّا العيس ـ وواوُ القسم وهي تختص بالظاهر نحو والله والرحمٰن لاضربنّ فلا يقال وَكَ وتاءُ القسم وهي تختصّ بالله وحدهٗ فلا يقال تالرحمٰن وقولهم تربّ الكعبة شاذٌ وباءُ القسم وهي تدخل على الظاهر والمضمر نحو بالله وبالرحمٰن وبك ولابُدّ للقسم من الجواب وهي جملة تسمى المقسم عليها فان كانت موجبة يجب دخولُ اللام في الاسمية والفعلية نحو والله لزيدٌ قائمٌ والله لافعلنّ كذا وانّ في الاسمية نحو والله انّ زيداً لقائمٌ وان كانت منفية وجب دخولُ ما ولا نحو والله ما زيدٌ بقائمٍ والله لا يقومُ زيدٌ ـ

ترجمہ اور آٹھواں حرف جار واو رُبّ ہے ۔ یہ وہ واو ہے جس کے ذریعہ ابتداء کی جاتی ہے اول کلام میں ۔ جیسے شاعر کا قول ہے ۔ شعر وبلدة لیس بہا الخ اور کتنے ایسے شہر ہیں کہ نہ ہو وہاں کوئی مونس و مددگار بجز یعافیر اور بجز عیس کے ۔ اور واو قسم اور وہ خاص ہے ظاہر کے ساتھ جیسے واللہ والرحمٰن ۔ اللہ کی قسم ، رحمٰن کی قسم ضرور ماروں گا میں ۔ لیس وک نہیں کہا جائے گا ۔ اور تاء قسم اور یہ وہ حرف ہے جو اللہ وحدہٗ کے ساتھ خاص ہے ۔ پس تالرحمٰن نہ کہا جائے گا ۔ اور اہل عرب کا قول ترب الکعبۃ ۔ کعبہ کے رب کی قسم ۔ شاذ ہے ۔ اور باء قسم اور وہ داخل ہوتی ہے اسم ظاہر اور ضمیر پر جیسے باللہ ، بالرحمٰن اور بک ۔ اور قسم کے لیے جواب قسم ضروری ہے ۔ اور جواب قسم وہ جملہ ہے جس کا نام مقسم علیہ رکھا جاتا ہے (جس پر قسم کھائی گئی ہو) پس اگر وہ موجبہ ہو تو لام کا داخل ہونا جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں واجب ہے ۔ جیسے واللہ لزید قائم اور واللہ لافعلن کذا ۔ اور انّ مکسورہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے واللہ انّ زیداً لقائم ۔ اور اگر منفی ہو تو ما اور لا کا داخل ہونا واجب ہے ۔ جیسے واللہ ما زید بقائم اور واللہ لا یقوم زید ۔

تشریح حروف جارہ میں سے آٹھواں حرف واو رُبّ ہے ۔ اس جگہ یہ نہیں کہا کہ واو رُبّ اس کے حکم میں ہے ۔ ورنہ گمان ہوتا کہ ماء کافہ بھی اس میں داخل ہوتا ہے ۔ اور واو رب وہ واو ہے جس سے کلام کی ابتداء کی جاتی ہے اول کلام میں ۔ نیز یہ صرف اس نکرہ میں داخل ہوتا ہے جو موصوفہ ہو اور فعل ماضی کا محتاج ہو اور اکثر و بیشتر اس کو حذف کر دیا جاتا ہے مگر عمل رُبّ مضمر کا ہوتا ہے واو کا نہیں ۔ اور واو مذکور برائے عطف ہوتا ہے اور کوفیوں اور مبرد کے نزدیک جر واو کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ رُبّ کی وجہ سے ۔ لہٰذا یہ واو عطف کے لئے نہیں آئے گا ۔ اور قصائد کے شروع میں واو کا آنا اس کے لئے ثبوت ہے ۔ شعر

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قد يُحذف حرفُ النفي لزوال اللبس كقوله تعالىٰ تاللّٰه تفتؤ تذكرُ يوسف اى لا تفتؤ ويُحذف في جوابِ القسم ان تقدّم ما يدلُّ عليه نحو زيدٌ قائمٌ وَاللّٰهِ او توسّط القسم نحو زيدٌ وَاللّٰهِ قائمٌ وَعن للمجاوزة نحو رميتُ السهم عن القوس الى الصيد وعلىٰ للاستعلاء نحو زيدٌ على السطح وقد يكون عن وعلىٰ اسمين اذا دخل عليهما مِن كما تقول جلستُ من عن يمينه ونزلتُ مِن على الفرس وَالكاف للتشبيه نحو زيدٌ كعمرٍو وزائدة كقوله تعالىٰ ليس كمثله شيءٌ وقد تكون اسمًا كقول الشاعر يضحكن عن كالبردِ المنهمر ومذ ومنذ للزمان اما للابتداء في الماضي كما تقول في شعبان ما رأيتُهُ مُذ رجبَ او للظرفية في الحاضر نحو ما رأيتهُ مُذ شهرنا ومنذ يومنا اى في شهرنا وفي يومنا وخلا وعدا وحاشا للاستثناء نحو جاءني القومُ خلا زيدٍ وحاشا عمرٍو وعدا بكرٍ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) واو جار بلدۃ مجرور متعلق وطیت کے ہے جو اس سے پہلے والے شعر میں مذکور ہے اور یعافیر یعفور کی جمع ہے ۔ ہرن کا بچہ ۔ عیس کی جمع اعیس آتی ہے ۔ سفید اونٹ ۔ شاعر یعنی عامر بن حارث نے اپنی عادت یا واقعہ کا اظہار کیا ہے ۔ کہتا ہے میں نے بہت سے مقامات ایسے بھی طے کئے ہیں کہ جہاں یعافیر اور عیس کے سوا دوسرا کوئی مددگار نہیں ملا ۔

قولہ واو القسم ۔ واو قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے یعنی ضمیر میں واو قسم داخل نہیں ہوتا جیسے واللّٰہ والرحمٰن لا فزبن ۔ اور وَکَ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ واو کاف مخاطب پر داخل ہے اور یہ جائز نہیں ہے وتاء القسم ۔ حروف جارہ میں سے دسواں حرف تاء قسم ہے ۔ یہ صرف لفظ اللّٰہ پر داخل ہوتا ہے لہٰذا تالرحمٰن کہنا درست نہیں ہے مگر ترب الکعبہ کا استعمال بھی موجود ہے جہاں تاء رب پر داخل ہے ۔ مصنف نے فرمایا یہ شاذ ہے ۔

وباء القسم ۔ باء قسم یہ اسم ظاہر اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے باللّٰہ بالرحمٰن اور بک قولہ ولابد للقسم من الجواب ۔ قسم کے لیے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے اور جواب قسم وہ جملہ ہوتا ہے جس کا نام مقسم علیہ رکھا جاتا ہے جس پر قسم کھائی گئی ہو ۔ اگر جواب قسم موجبہ ہے تو لام کا جملہ میں داخل ہونا ضروری ہے ۔ جیسے واللّٰہ لزید قائم اور واللّٰہ لافعلن کذا ۔ گویا لام جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور اِنّ مکسورہ صرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا جیسے واللّٰہ ان زیداً لقائم اور اگر جواب قسم منفی ہو تو جواب قسم میں ما اور لا میں سے کسی ایک کا داخل ہونا ضروری ہے جیسے واللّٰہ مازید لقائم اور واللّٰہ لایقوم زید ۔ ترجمہ : اور جان تو کہ بیشک کبھی کبھی حرف نفی کو جواب قسم سے حذف کردیا جاتا ہے التباس

کے زائل ہونے کی وجہ سے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ تاللہ تفتؤ تذکر یوسف اللہ کی قسم آپ برابر حضرت یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے ۔ اس جگہ تفتؤ لا تفتؤ کے معنی میں ہے ۔ اور حذف کر دیا جاتا ہے جواب قسم اگر اس سے مقدم مذکور ہو کوئی ایسی چیز جو اس پر دلالت کرتی ہو ۔ جیسے زید قائم "واللہ" ۔ یا کلام کے وسط میں داخل ہو ۔ جیسے زید قائم، اور حرف علیٰ استعلاء کے لئے آتا ہے ۔ جیسے زید علی السطح ۔ (زید چھت پر ہے) اور حرف عن اور حرف علیٰ دونوں دو اسم بن جاتے ہیں جب ان دونوں پر حرف مِن داخل ہو ۔ جیسے تو کہے جلست من عن یمینہ اور نزلت من علی الفرس ۔ اور کاف تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے زید کعمر ۔ اور زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لیس کمثلہ شئ اور کبھی اسم ہوتا ہے ۔ جیسے شاعر کا قول ع ۔ وہ ہنستی ہیں ایسے دانتوں سے جو اولے کی طرح صاف ستھرے ہیں ۔ اور مذ اور منذ زمانے کے لیے آتے ہیں ۔ یا ماضی میں فعل کی ابتداء کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے تو شعبان میں کہے ما رأیتہ مذ رجب ۔ میں نے اس کو رجب سے نہیں دیکھا ۔ یا ظرفیت کے لئے آتا ہے حاضر میں جیسے ما رأیتہ مذ شہرنا اور منذ یومنا ۔ یعنی میری رویت کا انتفاء ہمارے اس ماہ یا ہمارے اس دن میں ہے ۔ اور عدا اور حاشا استثناء کے لئے آتے ہیں ۔ جیسے جاء نی القوم خلا زید حاشا عمرو اور عدا بکر وغیرہ ۔

تشریح

وقد یحذف ۔ حرف نفی کے حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ فعل مضارع پر داخل ہو ۔ جیسا کہ مثال سے واضح ہے ۔ (منہل) کیونکہ اسوقت مثبت اور منفی میں التباس نہیں ہوتا ۔ یعنی حرف نفی کے حذف ہونے کے بعد سے نفی کے معنی مفہوم ہوتے ہیں ۔ اور قرینہ یہ ہے مثبت لام کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے ۔ اور اس جملہ تفتؤ میں لام نہیں ہے ۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مثبت نہیں بلکہ منفی ہے ۔

وقد یحذف جواب القسم ۔ جواب قسم اس لئے حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ کلام میں مقدم ایسا جملہ مذکور ہے جو جوابِ قسم پر دلالت کرتا ہے ۔ جیسے قام زید واللہ ۔ اور زید قائم واللہ ۔ اول مثال دال بر جواب قسم جملہ فعلیہ اور دوسرے میں دال جملہ اسمیہ ہے ۔ او توسط القسم ۔ اسی طرح اگر قسم وسط میں واقع ہو تو بھی جوابِ قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ قسم جملہ قسمیہ کے وسط میں مذکور ہو ۔ جیسے زید واللہ قائم ۔

وعن للمجاوزۃ ۔ حروف جارہ کا بارہواں حرف عن ہے جو مجاوزت کے لئے آتا ہے ۔ مجاوزت جیسے رمیت السہم عن القوس الی الصید ۔ میں نے تیر کمان سے شکار کی جانب مارا ۔ یعنی تیر کو کمان سے مجاوز کیا شکار کی جانب ۔ اور حرف عن اس کے علاوہ مزید سات جگہوں پر جر دیتا ہے ۔ اوّل جبکہ عن مقام بدل میں واقع ہو ۔ جیسے واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ۔ یعنی نفس کے

بدلے کوئی نفس بدلہ نہ دے گا۔ اور عن استعلاء کے معنیٰ میں ہو جیسے فان بخل عن نفسہ۔ وہ اپنے نفس پر بخل کرتا ہے۔ عن برائے تعلیل ہو۔ جیسے وما نحن بتارکی آلہتنا عن قولک یعنی لاجل قولک یعنی تیرے قول کی وجہ سے وغیرہ۔

وعلیٰ للاستعلاء۔ تیرہواں حرف جار علیٰ ہے، جو طلب علو (بلندی) کے لئے آتا ہے جیسے زید علی السطح زید چھت کے اوپر ہے۔ اور کبھی کبھی حرف عن اور حرف علیٰ دونوں دو اسم واقع ہو جاتے ہیں جب ان دونوں پر حرف مِن داخل ہو جیسے جلست مِن عن یمینک، مِن حرف عن پر داخل ہے نزلت من علی الفرس، حرف مِن علیٰ پر داخل ہے۔

والکاف للتشبیہ۔ چودھواں حرف کاف ہے جو تشبیہ کے معنیٰ دیتا ہے۔ جیسے لیس کمثلہ شیٔ۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور کبھی تعلیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے واذکروہ کما ہداکم اور تم یاد کرو اس لئے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے۔ فراء نے کہا ہے کاف کبھی علیٰ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسے خیر کا جواب دینا اس شخص کے سوال پر جس نے کہا کیف اصبحت تم نے کیسے صبح کی تو جواب میں کخیر کہنا یعنی بھلائی پر میں نے صبح کی۔

قولہ، وقد تکون اسما۔ اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے یعنی مثل کے معنیٰ دیتا ہے جب اس پر حرف جر داخل ہو۔ سیبویہ کے نزدیک۔ مگر محققین کے نزدیک کاف بمعنی اسم صرف ضرورت کی وجہ سے آتا ہے۔ جیسا کہ مصرع میں یضحکن ہے۔ اسکا مصرع اول یہ ہے۔ اوبیض ثلاث لنعاج جم۔ اس میں بیض نساء کی صفت واقع ہے اور نساء محذوف ہے۔ معنیٰ ہیں زنان سفید اور خوبصورت عورتیں۔ اور نعاج کتاب کے وزن پر نعجہ کی جمع ہے۔ مادہ گائے وحشی۔ جم جمع جماء اور ضحک دانت سفید کرنا۔ اور کاف مثل کے معنیٰ میں ہے۔ اسکا موصوف محذوف ہے اور وہ اسنان (دانت) ہے اولے کی طرح سفید منہم انہام سے ماخوذ ہے۔ ترجمہ شعر۔ تین عورتیں سفید چہرہ والی خوبصورت جو لطافت اور حسن والی گردن اور آنکھ ہرن جیسی بدن میں وحشی گائے کی طرح بغیر سینگ کے ہیں۔ وہ ہنسنے لگیں ایسے دانتوں سے جو لطافت خوبصورتی میں مانند اولے کے تھے۔ یہاں کاف کو مثل کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔

قولہ، مذ ومنذ۔ پندرہواں حرف جار مذ اور منذ ہیں۔ جو زمانے کے معنیٰ دیتے ہیں۔ یا ابتداء زمانہ کے معنی ماضی میں دیتے ہیں۔ جیسے ما رأیتہ الخ میں نے اس کو رجب سے نہیں دیکھا ہے۔ یا پھر ظرفیت کے لیے آتے ہیں زمانہ حاضر میں۔ حدیبی نے لکھا ہے کہ اگر مذ اور منذ جارہ کے مدخول سے زمانہ ماضی کی ابتداء اور انتہا دونوں مراد ہوں تو ابتداء زمان ماضی کے لیے ہوں گے۔ اگر ابتداء انتہا کو سامنے رکھے بغیر زمانہ حال کا ارادہ کیا جائے تو مذ و منذ ظرفیت بمعنی فی کے معنی دیتے ہیں۔ دفی الحاضر یعنی یہ دونوں حروف زمانہ حاضر میں ظرفیت کے لیے ہوں گے مستقبل کے معنی نہ دیں گے اس لیے کہ ان دونوں حرفوں کی وضع ماضی کے لیے ہوئی ہے یا پھر حال کے لیئے۔

فصل الحروف المشبهة بالفعل ستۃٌ انَّ وَاَنَّ وَ كَأَنَّ ولٰكنَّ وليتَ ولعلَّ هٰذه الحروف تدخل على الجملة الاسمية تنصبُ الاسمَ وترفعُ الخبرَ كما عرفتَ نحو انّ زيداً قائمٌ وقد يلحقها ما الكافة فتكفّها عن العمل وحينئذ تدخل على الافعال تقول انما قام زيد واعلم انَّ انَّ المكسورة الهمزة لاتغير معنى الجملة بل تؤكّدها وَاَنَّ المفتوحة الهمزة مع ما بعدها من الاسم والخبر في حكم المفرد ولذلك يجب الكسر اذا كان في ابتداء الكلام نحو انَّ زيداً قائمٌ وبعد القول كقوله تعالى يقول انها بقرةٌ وبعد الموصول نحو ما رأيتُ الذي انّه في المساجد واذا كان في خبرها اللام نحو انَّ زيداً لقائمٌ۔

ترجمہ بحث حرف کی دوسری فصل۔ حرف مشبہ بالفعل چھ ہیں۔ اِنَّ، اَنَّ، کَأَنَّ، لٰکنَّ لیتَ اور لعلَّ۔ یہ تمام حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع۔ جیسا کہ تم پہچان چکے ہو۔ (ابتدا اور خبر کی بحث میں ان کا ذکر آچکا ہے) جیسے انّ زیداً قائمٌ اور کبھی کبھی ان کو ماء کافہ بھی لاحق ہو جاتا ہے پس وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے اور اسوقت یہ فعل پر بھی داخل ہوتے ہیں جیسے انما قام زید۔ اور جان تو کہ بیشک اِنَّ مکسورۃ الہمزہ جملہ کے معنیٰ کو تبدیل نہیں کرتا۔ (بلکہ جو معنیٰ پہلے تھے وہ باقی رہتے ہیں) بلکہ معنیٰ کو مؤکد کر دیتا ہے۔ اور اَنَّ مفتوحہ مع اپنے مابعد اسم وخبر کے حکم میں ہوتا ہے۔ اسی لئے (دونوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے) کسرہ واجب ہے جب کہ وہ ابتداء کلام میں واقع ہو۔ جیسے ان زیداً قائمٌ اسی طرح قول کے بعد بھی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّها بقرةٌ۔ اور موصول کے بعد ما رأیت الذی انہ فی المساجد میں نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو کہ بیشک مساجد میں ہے اور جب اسکی خبر میں لام داخل ہو جیسے انَّ زیداً لقائمٌ۔

تشریح فتکفہا۔ اہل عرب کبھی کبھی جب اَنّ کا مقصود کلام میں حصر پیدا کرنا یا تاکید مزید کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کے ساتھ ما کو لاحق کر کے انما بنا لیتے ہیں اس ماء کو ماء کافہ عن العمل بھی کہا جاتا ہے یعنی ما نے داخل ہو کر انّ کے عمل کو روک دیا ہے البتہ معنیٰ میں تاکید یا حصر پیدا کر دیتا ہے جیسے انما حرّم علیکم المیتۃ، بیشک اس نے تم پر مردار کو حرام کیا ہے اور انّ کے ساتھ جب ماء کافہ داخل ہو جاتا ہے تو وہ فعل پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔ جیسے انما قام زید۔ بیشک زید کھڑا ہے کیونکہ ماء کافہ عمل سے اور وجوب دخول علی الاسم سے روک دیتا ہے جب اسم میں دخول واجب نہ رہا تو دخول علی الفعل جائز ہو گیا۔

اِنَّ اور اَنَّ کا فرق۔ اَنَّ کے اسم وخبر مفرد کے حکم میں ہو جاتے ہیں اسی لئے جب ابتداء کلام میں واقع

وَيَجِبُ الْفَتْحُ حَيْثُ يَقَعُ فَاعِلاً نَحْوَ بَلَغَنِي اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَفْعُولاً نَحْوَ كَرِهْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُبْتَدَأً نَحْوَ عِنْدِي اَنَّكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُضَافًا اِلَيْهِ نَحْوَ عَجِبْتُ مِنْ طُولِ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَجْرُورًا نَحْوَ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحْوَ لَوْ اَنَّكَ عِنْدَنَا لَاَكْرَمْتُكَ وَبَعْدَ لَوْلَا نَحْوَ لَوْلَا اَنَّهُ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ وَيَجُوزُ الْعَطْفُ عَلَى اسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو وَعَمْرًا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہو تو اِنَّ پر کسرہ واجب ہے۔ جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ۔ نیز قول کے بعد بھی اِنَّ آتا ہے جیسے انہا بقرۃ۔ اور موصول کے بعد بھی جیسے ما رأیت الذی انہ فی المسجد۔ اسی طرح جب اِنَّ کی خبر پر لام داخل ہو جیسے اِنَّ زیداً القائمُ۔

ترجمہ اور اَنَّ کو فتحہ واجب ہے جس جگہ وہ فاعل واقع ہو جیسے بلغنی اَنَّ زیداً قائمٌ مجھ کو پہنچی خبر کہ بیشک زید قائم ہے۔ اور جب وہ مفعول واقع ہو جیسے کرہت اَنک قائم تیرا قیام مجھ کو پسند نہیں۔ اور جس جگہ وہ مبتدا واقع ہو جیسے عندی اَنک قائمٌ۔ میرے پاس تو بیشک قائم ہے (عندی خبر مقدم اور انک قائم مبتدا مؤخر ہے) اور جس جگہ وہ مضاف الیہ واقع ہو۔ جیسے عجبت من طول ان بکراً قائمٌ۔ میں نے تعجب کیا قیام بکر کے طول سے (طول مضاف اور ان بکرا قائم مضاف الیہ ہے) اور جس جگہ وہ مجرور واقع ہو جیسے عجبتُ من ان بکراً قائمٌ (میں نے تعجب کیا قیام بکر سے) اور لو کے بعد۔ جیسے لو انک عندنا لاکرمتک (اگر بیشک تو ہمارے پاس ہوتا تو میں البتہ تیرا اکرام کرتا) اور لولا کے بعد جیسے لولا انہ حاضر لغاب زید (اگر بیشک وہ موجود نہ ہوتا تو البتہ زید غائب ہوتا) اور جائز ہے عطف کرنا اِنَّ مکسورہ کے اسم پر رفع اور نصب (دونوں صورتوں) میں باعتبار محل اور باعتبار لفظ کے۔ جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ وعمروٌ (مثال عطف رفع بر محل زید اور وہ مبتدا ہے) ان زیداً قائمٌ وعمرواً (عمرو کا عطف زید پر لفظاً کی مثال ہے)

تشریح کلام میں جہاں جہاں اَنَّ مفتوحہ واقع ہوتا ہے مصنف نے ان مواقع کی نشاندہی کی ہے۔ اول جس جگہ ان کلام میں فاعل واقع ہو جیسے بلغنی ان زیداً قائمٌ۔ اس مثال میں ان زیداً قائمٌ بلغ کا فاعل ہے اس لئے ان مفتوحہ لایا گیا ہے۔

۲۔ جس جگہ ان مفعول واقع ہے۔ جیسے کرہت انک قائمٌ۔ اس مثال میں انک قائم کرہت کا مفعول واقع ہے۔ اس لئے ان مفتوحہ ہے۔

۳۔ ان جس جگہ مبتدا واقع ہو جیسے عندی انک قائمٌ۔ عندی خبر مقدم اور انک قائم جملہ ہو کر مبتدا،

واعلم اَنَّ اِنَّ المکسورۃ یجوز دخولُ اللام علیٰ خبرھا وقد تخفّفُ فیلزمُھا اللام کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کلًّا لَمَّا لیُوَفِّیَنَّھُمْ وحینئذٍ یجوز الغاؤُھا کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کُلٌّ لَمَّا جمیعٌ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ وَیجوزُ دخولُھا علی الافعال علی المبتدأ اَوِالخبر نحو قولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الغافلین وَاِنْ نَظُنُّکَ لَمِنَ الکاذبین وکذلک اَنَّ المفتوحۃُ قد تخفّفُ فحینئذٍ یجبُ اِعمالُھا فی ضمیرِ شانٍ مقدّرٍ فتدخل علی الجملۃ اسمیۃً کانت نحو بلغنی ان زیدٌ قائمٌ او فعلیۃً نحو بلغنی اَنْ قد قامَ زید ویجبُ دخول السین اوسوف اوقد اوحرفُ النفی علی الفعل کقولہٖ تعالیٰ عَلِمَ ان سیکونُ منکم مرضیٰ وَالضمیر المستتر اسمُ اَنْ وَالجملۃ خبرُھا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہو خبر ہے۔ ۴ جس جگہ ان مجرور واقع ہو جیسے عجبت من ان زیداً قائمٌ، من کے بعد ان زیداً قائمٌ مذکور ہے۔ اس لئے مجرور ہے اور ان مفتوحہ ہے ۵ لو کے بعد جیسے لو انک عندنا لاکرمتک۔ ۶ لولا کے بعد، جیسے لولا انہٗ حاضرٌ لغاب زید۔

ویجوز العطف ان مکسورہ کے اسم پر عطف دونوں طرح جائز ہے۔ رفع کے ساتھ، محل کی رعایت کرتے ہوئے۔ اس لئے کہ محلاً وہ مبتدا ہے جیسے ان زیداً قائم وعمروٌ۔
اور نصب کے ساتھ اس لئے کہ مثال میں زید منصوب ہے ان کا اسم ہونے کی وجہ سے۔ جیسے ان زیداً قائمٌ وعمرواً۔

ترجمہ اور جان تو کہ بیشک اِنَّ مکسورہ پر جائز ہے لام کا داخل ہونا اسکی خبر پر اور کبھی اِنَّ مکسورہ کو مخفف کر دیا جاتا ہے۔ پس اسکو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وَاِنْ کُلًّا لَمَّا لیوفینھم اور بیشک ان تمام منکرین کتاب کو خدا کی قسم پوری کر دی جائے اور اسوقت اس کو لغو کر دینا (عمل سے بیکار کر دینا) جیسے ان کل لما جمیع لدینا محضرون۔ اور بیشک ہر ایک جبکہ ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے۔ اور جائز ہے اس کا داخل ہونا فعل پر (جو داخل مبتدا اور خبر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان کنت من قبلہ لمن الغافلین اور بیشک تھے آپ اس سے پہلے غفلت کرنیوالوں میں سے انجان اور ناواقف کار لوگوں میں سے۔ دوسری مثال وان نظنک لمن الکاذبین۔ اور بیشک ہم آپ کو گمان کرتے ہیں کاذبین میں سے اسی طرح اَنْ مفتوحہ بھی مخفف کر دیا جاتا ہے پس اسوقت واجب ہے اسکا عمل دینا ایک ضمیر شان پر جو کہ مقدر ہوگی پس وہ جملہ پر داخل ہوگا خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی ان زید قائمٌ۔ اور خواہ وہ فعلیہ ہو جیسے بلغنی ان قد قام زید۔ اور واجب ہے داخل ہونا سین، سوف، قد یا حرف نفی کا فعل پر۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے عَلِمَ اَنْ سیکون منکم مرضیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم میں سے بعض

لوگ مریض ہوں گے۔ اور وہ ضمیر جو مستتر ہوگی وہ اَن کا اسم واقع ہوگی اور جملہ اس کی خبر واقع ہوگا۔

تشریح واعلم اَنَّ اِنَّ ۔ لبسا اوقات اہل عرب ان کو بغیر تشدید کے پڑھتے ہیں اور اس وقت اس کے لئے لام لازم ہو جاتا ہے ۔ جیسے ان کلاً الخ اس جگہ ان مخففہ من المثقلہ ہے ۔ اور مخففہ ہونے کی صورت میں اس کے عمل کو لغو کر دینا جائز ہے یعنی عمل دینا اور عمل سے خالی کر دینا، دونوں جائز ہے ۔ جیسے ان کل، ان مخففہ ہے کل اس کا اسم ہے اور عمل سے بیکار کر دیا گیا ہے۔

ویجوز دخولہا ۔ ان مخففہ ہونے کے بعد اس کو فعل پر داخل کرنا جائز ہے اور وہ فعل جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو جیسے وان نظنک لمن الکاذبین ۔ جو افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوں گے افعال سے مراد اس جگہ افعالِ قلوب، افعالِ ناقصہ، افعالِ مقاربہ ہیں ۔ مطلقاً افعال مراد نہیں ہیں ۔ نیز اکثر و بیشتر افعال ایسے وقت میں فعل ماضی ہوں گے جیسے ان کانت لکبیرۃ، ان کادوا لیفتنونک اور ان وجدنا اکثرہم لفاسقین ۔ وہ افعال جہاں انَّ کو مخفف کر کے الغا کر دیا جاتا ہے جہاں ماضی ہوتے ہیں ۔ لبسا اوقات مضارع بھی ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ کتاب میں اسکی مثال مذکور ہے ۔ ایک مثال یہ بھی ہے ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک اور وان نظنک لمن الکاذبین (کذا فی المغنی) مذکورہ صورتوں میں ان کی خبر پر لام مفتوح آئے گا جیسا کہ مذکورہ مثالوں سے واضح ہے (رضی)

وکذالک ان مفتوحہ قد تخفف ۔ اسی طرح اَنّ مفتوحہ میں بھی تخفیف کر دی جاتی ہے ۔ تخفیف کی صورت میں اسکا عمل ضمیر شان میں دیا جاتا ہے اور ضمیر شان مقدر ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ اگر ضمیر شان مقدر نہ مانیں گے اور اسم ظاہر پر کوئی عمل موجود نہیں ہے تو انّ مکسورہ کا قوی ہونا لازم آئے گا جس کی تشبیہ فعل کے ساتھ ضعیف ہے ۔ بمقابلہ اَن مفتوحہ کے جو کہ اَن سے زیادہ قوی ہے اس مجبوری کی وجہ سے ضمیر شان کا مقدر ماننا واجب قرار دیا گیا ہے۔

فتدخل ۔ تخفیف کر دینے کے بعد ان کا دخول جملہ پر جائز ہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو مثالیں کتاب میں دیکھ لیجئے ۔ نیز اس جملہ میں اگر فعل ہے تو اس میں سین، سوف یا قد یا حرف نفی کا داخل ہونا واجب ہے ۔ جیسے علم ان سیکون منکم مرضیٰ ۔ اس مثال میں اَن مخففہ یکون پر داخل ہے اور اس کے شروع میں سین مذکور ہے ۔

ترکیب :۔ جب اَن کو مخفف کر دیا جائے گا اور اس کے لیے ضمیر شان کو محذوف قرار دیا جائے اور جملہ کو اسکی خبر ۔ تو ترکیب یہ ہوگی ۔ اَن مخففہ ضمیر شان اسکا اسم اور سیکون جملہ ہو کر اسکی خبر ان سوف یاتی کل ما قدرا ۔ شعر کا ٹکڑا ہے ۔ ان مخففہ سوف داخل ہے یکون پر فعل پر، یاتی کل ما قدرا خبر اور ضمیر شان اس کا اسم (ترجمہ بیشک ہر تقدیر میں لکھی ہوئی چیز آ کر رہے گی)

وَكَأَنَّ للتشبيه نحو كَأَنَّ زيدًا الاسدُ وهو مركبٌ من كاف التشبيه وإنَّ المكسورة وانما فتحت لتقدم الكاف عليها تقديرُهُ انَّ زيدًا كالاسدِ وقد تخفَّفُ فتلغٰى نحو كَأنْ زيدٌ اسدٌ وَلٰكنَّ للاستدراك وَيتوسَّطُ بين كلامين متغايرين في المعنىٰ نحو مَا جَاءَ في القومُ لٰكنَّ عمروًا جَاءَ وغاب زيدٌ لٰكنَّ بكرًا حَاضرٌ ويجوزُ معها الواوُ نحو قام زيدٌ وَالٰكِنَّ عمروًا قاعدٌ وقد تخفف فتلغٰى نحو مشٰى زيدٌ الٰكن بكرٌ عندنا وليت للتمنّي نحو ليتَ هندًا عندنا وَاجاز الفراءُ ليتَ زيدًا قائمًا بمعنىٰ اتمنّٰى ولعلَّ للترجّي كقولِ الشاعر شعر أُحِبُّ الصّٰالحينَ وَلستُ منهم ۞ لعلَّ اللّٰهَ يرزُقني صلاحًا۔ وشذ الجر بها نحو لعلَّ زيدٍ قائمٌ وَفي لعلَّ لغاتٌ علَّ وعنَّ وَأَنَّ ولأنَّ وَلَعَنَّ وعند المبرّد اصلهٗ علَّ زيدَ فيه اللام وَالبواقي فروعٌ ۔

ترجمہ اور کأنَّ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے کأنَّ زیدًا الاسد اور وہ (کأنَّ) مرکب ہے کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے۔ اور بیشک وہ فتحہ دیا گیا ہے کاف کے مقدم ہونے کی وجہ سے اس پر۔ تقدیر اس کی اِنَّ زیدًا کالاسد تھی۔ اور کبھی کبھی تخفیف کردی جاتی ہے پس عمل سے لغو کردیا جاتا ہے جیسے کأن زیدٌ اسدٌ (گویا کہ زید شیر ہے) اور الکنَّ استدراک کے لئے آتا ہے اور درمیان میں واقع ہوتا ہے ایسے دو کلاموں کے جو معنیٰ ایک دوسرے کے مغایر ہوں، جیسے ما جاء فی القوم الکن عمروًا جاء۔ میرے پاس قوم نہیں آئی لیکن عمرو آیا۔ اور غاب زید الکن بکرًا حاضرٌ، زید غائب ہے لیکن بکر حاضر ہے۔ اور جائز ہے اس کے ساتھ واو کا لانا جیسے قام زید والکن عمروًا قاعدٌ (الکن کے ساتھ واو لایا گیا ہے) اور کبھی مخفف کردیا جاتا ہے پس عمل سے لغو (بیکار) اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ جیسے مشٰی زید الکن بکر عندنا۔ زید چلا گیا مگر بکر ہمارے پاس ہے اور لیت تمنی کے لئے آتا ہے جیسے لیت ہندًا عندنا (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی) اور جائز کیا ہے فراء نے لیت زیدًا قائمًا کو اتمنّٰی کے معنیٰ میں۔ اور لعلَّ ترجّی کے لئے آتا ہے، جیسے شاعر کا قول ہے شعر میں صالحین کو محبوب رکھتا ہوں حالانکہ خود میں ان میں سے نہیں ہوں، شاید اللہ تعالیٰ نیک بننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ جر دینا (یعنی لعلَّ کے ذریعہ) شاذ ہے۔ جیسے لعلَّ زید قائمٌ۔ اور لفظ لعلَّ میں متعدد لغات ہیں۔ علَّ، عنَّ، اَنَّ، لانَّ لعنَّ اور مبرّد کے نزدیک اس کی (لعل کی) اصل علَّ ہے، اس پر لازم زائد کردیا گیا ہے۔ بقیہ لغات اس کی فروعات ہیں۔

تشریح کأنَّ۔ تیسرا حرف مشبہ بالفعل کأنَّ ہے جو انشاء تشبیہ کے لئے بنا ہے اور اسکی ترکیب کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے ملکر ہوئی ہے۔ پھر کاف تشبیہ کا

جو کہ مؤخر تھا اس کو مقدم ذکر کر دیا ہے۔ اس لئے اِنَّ کے بجائے اَنَّ ہو گیا اور مجموعہ کَاَنَّ
ہو گیا۔ اصل یہ بھی اِنَّ زیداً کالاسد۔ کاف مقدم ہو کر ان سے ملا دیا گیا اور اِن کی کے بعد ہو گیا تو کَاَنَّ ہو گیا۔
کَاَنَّ کی مذکورہ تحقیق خلیل نحوی کی ہے مگر جمہور نحاۃ کے نزدیک دوسرے حروف پر حمل کرتے ہوئے اس
کو بھی مستقل حرف مانتے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اصل عدم ترکیب ہے۔ اس لئے کَاَنَّ کا مستقل حرف
ہونا ہی درست ہے۔

قولہٗ وقد تخفف فتلغی۔ اِنَّ، اَنَّ کی طرح کَاَنَّ کو بھی مخفف کر دیا جاتا ہے۔ اور مخففہ بنا کر
عمل سے بیکار کر دیا جاتا ہے جیسے کَاَن زیدٌ اسدٌ گویا زید شیر ہے۔ عمل سے لغو ہونا قول صحیح اور قول
فصیح ہے۔ کیونکہ تخفیف کے نتیجے میں فعل سے جو معمولی مشابہت تھی وہ بالکل ختم ہو گئی ہے۔

قولہٗ لکن۔ چوتھا حرف لکنَّ ہے جو استدراک کے لئے آتا ہے۔ سابقہ کلام میں غلطی کا گمان ہو گیا
تھا لکنَّ لا کر اس غلطی کا تدارک کر دیا گیا ہے۔ لکنَّ مفرد ہے یا مرکب۔ بصری اس کو مفرد مانتے ہیں
اور کوفی کہتے ہیں کہ اسکے اجزاء لا آ اور اِن مکسورہ ہے۔ جس کو کاف کے شروع میں لا کر مرکب کر دیا گیا
ہے۔ نیز لَا کَاِنَّ مرکب کرتے وقت ہمزہ کی حرکت نقل کر کے کاف کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا گیا
پس لکنَّ ہو گیا۔ اور معنیٰ اس کے یہ ہوتے ہیں کہ لکن کا مابعد ماقبل کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اسکا مابعد نفی
اور اثبات میں ماقبل کا مخالف ہوتا ہے۔ اور کلمہ اِنَّ اپنے مابعد کے مضمون کو محقق بناتا ہے۔
استدراک معنیٰ لغت میں کسی چیز کا دریافت کرنا (تاج) اور صراح میں لکھا ہے کہ تدارک مافات
کو استدراک کہتے ہیں۔ لہٰذا استدراک کی سین طلب کے لئے نہیں ہے اور نحو کی اصطلاح میں استدراک
اس وہم کو رفع کرنے کے لئے آتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوا ہے۔

قولہٗ ولیت للتمنی حروف شبہ بالفعل میں سے لیت بھی ہے جو انشاءِ تمنا کے لئے آتا ہے اور تمنا
کے معنیٰ کسی چیز کو بانداز محبت طلب کرنا۔ جیسے لیت ہنداً عندنا۔ کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی اس میں
طلب ہے مگر محبت بھرا انداز ہے۔ اور فراء نے لیت زیداً قائماً کو بھی جائز کہا ہے۔ اور لیت کو اتمنی کے
معنیٰ میں لیا ہے۔ یعنی میں نے تمنا کیا زید کے قیام کی کبھی کبھی لیت کی یا کو تاء سے بدل کر تاء میں ادغام کر
دیا جاتا ہے لیت سے لتَّ ہو گیا۔

اور لعل ترجی کے لئے آتا ہے۔ ترجی، کسی موجود چیز کی توقع کرنا ترجی امر موجود کے لئے بولا جاتا ہے
کسی امر محال کے لیے ترجی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جیسے لعل الساعۃ تکون قریباً امر موجود کی توقع
کی گئی ہے۔ شاعر نے بھی کتاب میں دیئے گئے شعر میں تمنا باندازِ محبت امر موجود کی تمنا کی ہے۔ توقع ہے
کہ حق تعالیٰ مجھ کو بھی صلاح و فلاح کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فصل حروف العطف عشرة الواو والفاء وثمّ وحتیٰ واو وإمّا وأم ولا وبل ولکن فالاربعۃ الاُول للجمع فالواو للجمع مطلقًا نحو جاءنی زیدٌ وعمروٌ سواء کان زیدٌ مقدّمًا فی المجیٔ او عمروٌ والفاء للترتیب بلا مھلۃ نحو قام زیدٌ فعمروٌ اذا کان زیدٌ متقدّمًا وعمروٌ متاخرًا بلا مھلۃ وثم للترتیب بمھلۃ نحو دخل زیدٌ ثم عمروٌ واذا کان زیدٌ متقدّمًا وبینھما مھلۃٌ وحتیٰ کثمّ فی الترتیب والمھلۃ الا ان مھلتھا اقل من مھلۃ ثم ویشترط ان یکون معطوفھا داخلًا فی المعطوف علیہ وھی تفید قوۃً فی المعطوف نحو مات الناس حتی الانبیاءُ او ضعفًا نحو قدم الحاجُّ حتی المشاۃ واو وإمّا وام ثلاثتھا لثبوت الحکم لاحد الامرین مبھمًا لا بعینہ نحو مررتُ برجلٍ او امرأۃٍ۔

ترجمہ حرف کی تیسری فصل حروف عاطفہ کے بیان میں ہے۔ اور حروف عطف دس ہیں۔ واوٗ، فاء، ثم، حتیٰ، او، امّا، اَم، لا، بل، لکن۔ پس پہلے چار جمع کے لئے آتے ہیں، پس واوٗ تو مطلقًا جمع کے لئے آتا ہے جیسے جاءنی زید وعمرو۔ میرے پاس زید اور عمرو آئے۔ برابر ہے کہ زید مقدم ہو آنے میں یا عمرو مقدم ہو (واوٗ کا اس بارے میں کوئی دخل نہیں ہے) اور فاء ترتیب کے لئے آتا ہے بلا مہلۃ کے اور ثم مہلت کے ساتھ ترتیب کے لئے آتا ہے جیسے دخل زید ثم عمرو (پہلے زید داخل ہوا اس کے تھوڑی دیر کے بعد عمرو داخل ہوا جبکہ زید آنے میں مقدم ہو۔ اور ان دونوں کی آمد کے درمیان کچھ مہلت اور وقفہ گذر گیا ہو۔ اور حتیٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ ثم ہے۔ ترتیب اور مہلت کے معنیٰ دینے کے لئے لیکن بیشک اس کی (حتیٰ کی) مہلت بمقابلہ ثم کی مہلت کے قلیل ہے اور شرط ہے کہ اسکا (حتیٰ کا) معطوف داخل ہو معطوف علیہ پر۔ اور وہ (حتیٰ) قوت کا فائدہ دیتا ہے معطوف میں جیسے مات الناس حتی الانبیاء (لوگ مر گئے یہاں تک کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بھی) یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ (حاجی واپس آگئے حتیٰ کہ پیدل حج کو جانیوالے بھی) اور او اور ام مذکورہ تینوں حروف مذکورہ دو امور میں سے ایک کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں، درانحالیکہ وہ مبہم ہوتا ہے نہ کہ متعین۔ جیسے مررت برجلٍ او امرأۃٍ میں گذرا مرد کے قریب سے یا عورت کے قریب سے۔

تشریح بحث حرف کی تیسری فصل حروف عطف کے بیان میں ہے۔ عطف کے لغوی معنیٰ مائل ہونا اور حروف عاطفہ چونکہ معطوف کو معطوف علیہ کی جانب مائل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام حروف عاطفہ رکھا گیا ہے۔

قولہ، فالواو للجمع مطلقًا۔ واو حرف عطف مطلقًا جمع کے لئے آتا ہے جس میں نہ تاخیر ہوتی ہے نہ مہلت اور نہ ہی کوئی ترتیب پائی جاتی ہے۔ جو حکم معطوف علیہ کو حاصل ہے اسی حکم کو معطوف تک داو پہنچا دیتا ہے۔

وَإمّا إنما تكون حرفَ العطف إذا تقدّمتها إمّا أخرى نحو العدد إمّا زوجٌ وإمّا فردٌ ويجوز ان يتقدم إمّا على او نحو زيدٌ إمّا كاتبٌ او أُمّيٌّ وأم على قسمين متصلةٌ وهي ما يسأل بها عن تعيين احد الامرين وَالسّائلُ بها يعلم ثبوت احدهما مبهمًا بخلاف او وَإمّا فانّ السّائل بهما لا يعلم ثبوت احدهما اصلاً وتستعمل بثلاثة شرائط الاوّلُ اَنْ يقعَ قبلَها همزةٌ نحو أزيدٌ عندك ام عمروٌ وَالثاني ان يليها لفظٌ مثلُ مَا يلي الهمزة اعني ان كان بعد الهمزة اسمٌ فكذلك بعد اَم كما مرّ وان كان بعد الهمزة فعلٌ فكذٰلكَ بعدَها نحو اقام زيدٌ ام قعد فلا يقالُ أرأيت زيدًا ام عمرًا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور چونکہ واو عاطفہ تمام حروف عطف میں عطف کے معنیٰ دینے میں اصل ہے اس لئے اس کو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

والفاء للترتیب بلا مہلۃ۔ حرف عطف فاء برائے عطف ہے مگر ترتیب بلا تاخیر کے ساتھ یعنی معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تاخیر نہیں ہوتی۔ جیسے قام زید فعمروٌ۔ پہلے زید کھڑا ہوا اس کے بعد عمرو کھڑا ہوا۔ یہ کلام اس وقت بولا جائے گا جب زید مقدم اور عمرو اس سے مؤخر کھڑا ہوا ہو اور درمیان میں کوئی تاخیر کی مہلت نہ ہو۔

وثم للترتیب۔ حرف عطف ثم ترتیب مع المہلۃ کے معنی دیتا ہے جیسے دخل زید ثم عمروٌ۔ پہلے زید داخل ہوا پھر عمرو داخل ہوا۔ یہ کلام اسوقت بولا جائے گا جب زید مقدم اور عمرو داخل ہوا ہو۔ اور درمیان میں کچھ وقفہ کی تاخیر ہوئی ہو۔

وحتیٰ کثم :- اور لفظ حتیٰ بھی عطف کے لئے آتا ہے اسی طرح جیسے ثم آتا ہے۔ اور جس طرح ترتیب اور مہلت ثم میں سے ہوتی ہے وہ حتیٰ میں بھی پائی جاتی ہے۔ البتہ دونوں کی مہلت میں فرق ہے حتیٰ کی مہلت کم اور ثم کی مہلت اس سے زائد ہوتی ہے۔

ولیشرط الخ۔ رضی نحوی کا قول ہے کہ حتیٰ عاطفہ کا مابعد اس کے ماقبل کا جز ہوتا ہے یا ایسی چیز کا جزو ہوتا ہے جس پر حتیٰ کا ماقبل دلالت کرتا ہے۔ اور حتی جارہ کو اکثر نحوی کہتے ہیں کہ حتیٰ کا مابعد حتیٰ کے ماقبل کے آخر کے جزو سے متصل ہوا کرتا ہے۔ جیسے نمت البارحۃ حتی الصباح۔ میں رات کو سویا صبح تک اسی کو مصنف نے کہا ہے کہ حتی کا معطوف اس کے معطوف علیہ میں داخل ہوتا ہے اور قوت کا فائدہ دیتا ہے معطوف میں جیسے مات الناس حتی الانبیاء یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ۔

لاو اما اور ام تینوں حروف عاطفہ احد الامرین کے حکم کو ثابت کرتے ہیں اور وہ حکم مبہم ہوتا ہے متکلم کے ذہن میں متعین نہیں ہوتا جیسے مررت برجل او امرأۃ۔ میں مرد یا عورت کے پاس سے گزرا۔

ترجمہ اور حرف اِمّا بیشک حرف عطف ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے دوسرا اِمّا مقدم مذکور ہو جیسے ہٰذا العدد اما زوج واما فرد (یہ عدد زوج ہو گا یا فرد ہو گا) اور جائز ہے کہ اِمّا مقدم مذکور ہو اَو پر جیسے زید اما کاتب او اُمّی (زید کاتب ہے یا اُمّی ہے یعنی ان پڑھ ہے) اور حرف اَم دو قسم پر ہے اول متصلہ اور ام وہ حرف ہے جس سے امرین مذکورین میں سے ایک کی تعیین کا سوال کیا جائے۔ اور سوال کرنے والا اس کے ذریعہ اور ہما کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہے بخلاف او را ما کے پس بیشک ان دونوں (او۔اما) کے ذریعہ سوال کرنے والا دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا اور وہ (ام متصلہ) استعمال کیا جاتا ہے تین شرطوں کے ساتھ۔ اول شرط یہ ہے کہ اس کے پہلے ہمزہ واقع ہو۔ جیسے ازید عندک ام عمرو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے ملا ہوا ہو (یعنی اس کے بعد واقع ہو) ایسا لفظ جو مثل ہو مایلی الہمزہ کے (جو ہمزہ سے ملا ہوا ہے) اس کے قبل اس کے ساتھ ملا ہوا ہو یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم واقع ہو تو بعد ام کے بھی اسی طرح اسم واقع ہو۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر بعد ہمزہ کے فعل واقع ہو تو اس کے بعد بھی ایسا ہی ہو۔ جیسے اقام زید ام قعد۔ آیا زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے پس نہیں کہا جائے گا ارأیت زیداً ام عمرواً۔

تشریح قولہ، واما انما تکون حرف العطف الخ مصنف نے اس جگہ سے او، اِمّا اور ام کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔ فرمایا اِمّا حرف عطف اسوقت ہو گا جب اس سے پہلے ایک اِمّا اور مذکور ہو۔ جیسے العدد اما زوج واما فرد۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اِمّا اوپر مقدم مذکور ہو جیسے زید اما کاتب او اُمّی۔

قولہ، وام علی قسمین۔ ام کی دو قسمیں اول ام منفصلہ اور ام متصلہ وہ حرف عطف ہے جس کے ذریعہ کلام میں مذکور دو چیزوں میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا گیا ہو اور اس کے ذریعہ سوال کرنے والا شخص دونوں میں سے ایک مبہم کے لئے ثبوت کا علم رکھتا ہے صرف اسکا تعیین کرانا چاہتا ہے۔

بخلاف او واما۔ اس کے برخلاف او اور اِمّا ہیں یعنی ام اور اَو اور اما کے درمیان فرق یہ ہے کہ او اما کے ذریعہ سوال کرنے والا شخص دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کو بالکل نہیں جانتا۔ اور ام متصلہ کے استعمال کی تین شرطیں ہیں۔ شرط اول، ام منفصلہ سے پہلے ہمزہ لفظوں میں مذکور ہو۔ جیسے ازید عندک ام عمرو دوسری شرط ام منفصلہ کے لانے کی یہ ہے کہ اس کے (ام کے) ساتھ ایسا لفظ ملا ہوا مذکور ہو جیسا لفظ کہ ہمزہ سے ملا ہوا مذکور ہے۔ یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو ام کے بعد بھی اسم ہی مذکور ہو۔ یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو ام کے بعد بھی اسم ہی مذکور ہو۔ اور اگر ہمزہ کے بعد فعل مذکور ہو تو اُم کے بعد بھی فعل ہی مذکور ہو۔ جیسے اقام زید ام قعد۔ پس یہ کہنا درست نہیں کہ ارأیت زیدا ام عمرواً کیونکہ شرطِ ثانی اس مثال میں نہیں پائی جاتی۔ اور وہ یہ ہے ام کے بعد فعل مذکور ہونا ہے، ام عمرو میں ام کے بعد فعل مذکور نہیں ہے۔

وَالثالث ان یکونَ اَحَدُ الامرین المتوِیَین محققًا وانمایکونُ الاستفهام عن التعیین فلذٰلک یجبُ ان یکونَ جوابُ اَم بالتعیین دون نعم اولا فاذا قیل ازیدٌ عندک ام عمرٌو فجوابه بتعیین احدھما اما اذا سُئِل با و وامّا فجوابه نعم اولا ومنقطعۃ وَھِیَ مَا تکونُ بمعنی بل مع الھمزۃ کما رَأیت شبحًا من بعیدٍ قلتَ اِنھا اِبلٌ علی سبیلِ القطع ثم حصَل لک شک انھا شاۃ فقلتَ اَم ھی شاۃٌ تقصدُ الاعراض عن الاخبار الاول والاستیناف بسُؤالٍ اٰخر معناہ بل ھِیَ شاۃٌ.

ترجمہ تیسری شرط یہ ہے کہ احدالامرین دونوں تحقیقی طور پر مساوی ہوں۔ اور استفہام صرف تعیین کے لئے کیا گیا ہو۔ پس اسی لئے واجب ہے کہ ام کا جواب تعیین سے دیا جائے نہ کہ نعم (ہاں) سے یا لا (نہیں) سے۔ پس جب کہا جائے کہ ازید عندک ام عمرو تو اسکا جواب دونوں میں سے ایک کی تعیین سے دیا جائے گا۔ اور بہر حال جب سوال کیا جائے اَو اور امّا سے تو اسکا جواب نعم یا لا ہو گا۔ اور دوسرا ام منقطعہ ہے۔ ام منقطعہ وہ حرف ہے جو بل کے معنیٰ میں ہو مع ہمزہ کے۔ جیسے مثلاً آپ نے کوئی شبیہ (صورت) دور سے دیکھی تو آپ نے کہا بیشک وہ اونٹ ہے۔ اور قطعیت کے ساتھ آپ نے یہ بات کہی پھر آپ کو شک واقع ہو گیا اس بات میں کہ وہ بکری ہے تو وقوعِ شک کے بعد آپ نے کہا ام ھیَ شاۃ۔ یا یہ بکری ہے۔ یہ کہتے وقت آپ نے خبر اول سے اعراض کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ اور استیناف سوال آخر کے ساتھ اس کے معنی ہیں بل ہی شاۃ۔ بلکہ وہ بکری ہے۔

تشریح قولہٗ الثالث الخ۔ اور ام متصلہ جن تین شرطوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اول اور دوم شرطیں اوپر گذر چکی ہیں۔ یہاں پر تیسری شرط کا بیان کیا جا رہا ہے کہ ام کے متصلہ ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ احدالامرین متکلم کے نزدیک مساوی اور محقق ہوں مبہم نہ ہوں۔ اور ام کے ذریعہ استفہام (سوال) صرف تعیین کا کیا گیا ہو۔ اسی لئے واجب ہے کہ اس کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے جواب میں نعم یا لا کا کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ لہٰذا جب بولا جائے ازید عندک ام عمرو۔ تو اسکا جواب دونوں میں سے ایک کی تعیین سے دیا جائے گا۔

واما اذا سئل باو واما۔ اور بہر حال جب او یا امّا کے ذریعہ سوال کیا جائے تو البتہ اس کا جواب نعم یا لا سے دیا جا سکتا ہے۔

ومنقطعۃ۔ اور اَم کی دوسری قسم ام منقطعہ ہے اور ام منقطعہ وہ حرف ہے جو بصریین اور ابن ہشام نحوی کے مذہب کے مطابق جو بل مع الہمزہ کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے آپ نے دور سے ایک صورت دیکھ کر حتماً اور یقین کے ساتھ ایک حکم لگایا اور کہا یہ تو اونٹ ہے پھر آپ کو اُس میں شک واقع ہوا کہ یہ اونٹ ہے یا

وَاعلم اَنَّ اَمِ المنقطعة لا تستعمل الا فی الخبر کما مَرَّ وفی الاستفهام نحو اعندك زيدٌ ام عمرٌو وسَألتَ اولاً عن حصول زيد ثم اضربتَ عن السُّؤال الاوّلِ واخذتَ فی السؤال عن حصول عمرٍو ولا وبل ولكن جميعها لثبوتِ الحكم لاحد الامرين معيّناً امّا لا فلنفی ما وجبَ للاوّلِ عن الثانی نحو جاءنی زيدٌ لا عمرٌو وبل للاضراب عن الاوّلِ والاثبات للثانی نحو جَاءَنی زيدٌ بل عمرٌو ومعناه بل جاءنی عمرٌو ومَا جاء بكرٌ بل خالدٌ معناهُ بل ما جاءَ خالد ولكن للاستدراك ويلزمها النفی قبلها نحو ما جاءَنی زيدٌ لكن عمرٌو جاءَ او بعدها نحو قام بكرٌ لكن خالدٌ لم يقُم۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کوئی اور چیز ہے تو وقوع شک کے بعد آپ نے کہا یہ بکری ہے۔ اور اس جملہ کے کہتے وقت آپ نے پہلی خبر سے اعراض کرنے کا قصد کیا ہو۔

والاستیناف لسوال۔ کسی سوال پر استیناف کا مطلب یہ تھا کہ ام ھی شاۃ کے بجائے بل ھی شاۃ کہا جاتا ہے۔ یعنی بلکہ یہ بکری ہے۔ سوال :۔ لابل ہی شاۃ جواب دینے پر اشکال یہ ہے کہ خبر پر انشاء کا عطف کرنا لازم آیا۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ الجواب : انشاء کا عطف خبر پر بتاویل قصہ جائز ہے۔

ترجمہ اور جان تو کہ بیشک ام منقطعہ استعمال نہیں کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ اوپر جیسا گزر چکا ہے اور استفہام (سوال کے موقع پر) جیسے اعندک زید ام عمرو۔ کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو ہے تو تو نے اوّلاً زید کے حصول کا سوال کیا (یعنی یہ کہ زید تیرے پاس موجود ہے) پھر تو نے سوال کہ اوّل سے اعراض کیا اور دوسرا سوال اختیار کر لیا عمرو کے موجود ہونے کے بارے میں۔ اور حرف لا اور بل اور لکنّ تمام کے تمام مشترک ہیں امرین میں سے ایک کے لیئے حکم کے ثبوت میں متعین طور پر متکلم کے نزدیک۔ بہرحال حرف لا پس وہ نفی کرنے کے لیے ہے جو ثابت ہوا ہے اوّل کے لیے ثانی سے۔ جیسے جاءنی زید لا عمرو۔ میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو۔ اور بل اول سے اعراض اور ثانی جز کے اثبات کے لیے آتا ہے۔ جیسے جاءنی زید بل عمرو آیا میرے پاس زید بلکہ عمرو۔ اس جملہ کے معنیٰ ہیں کہ بلکہ میرے پاس عمرو آیا ہے (اور دوسری مثال) ما جاء بکرٌ بل خالدٌ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ بلکہ خالد نہیں آیا۔ اور حرف الکن استدراک کے لئے آتا ہے اور اس کے لئے اس کے ماقبل کی نفی لازم ہے۔ جیسے ما جاءنی زید الکن عمرو جاء یا اس کے بعد جیسے قام خالد الکن خالد لم یقم خالد کھڑا ہوا لیکن خالد کھڑا نہیں ہوا۔

تشریح واعلم ان۔ ام منقطعہ کا محل استعمال۔ مصنف نے فرمایا ام منقطعہ صرف خبر کے موقع پر مستعمل ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے دوسرا موقعہ استعمال ام منقطعہ کا استفہام ہے جیسے اعندک زید ام عمرو۔ کیا تیرے پاس زید موجود ہے یا عمرو موجود ہے۔ پہلے تو آپ نے زید کو موجود ہوتے

فصل حروف التنبیہ ثلاثۃ اَلَا وَ اَمَا وَھَا وُضِعَتْ لتنبیہ المخاطب لئلا یفوتہ شیئٌ من الکلام فاَلَا وَ اَمَا لاید خلان الا علی الجملۃ اسمیۃً کانت نحو قولہ تعالیٰ اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وقول الشاعر شعر اَمَا والذی ابکی واضحکَ والذی ؛ اَمَاتَ واحییٰ وَالذی امرہُ الامرُ ؛ او فعلیۃ نحو اما لا تفعل وَ الا لا تضربُ وَ الثالث ھَا تدخل علی الجملۃ الاسمیۃ نحو ھا زیدٌ قائمٌ وَ المفرد ونحو ھٰذا وَھٰؤلاءِ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کا سوال کیا پھر اپنے اس سوال سے اعراض کیا اور یہ سوال اٹھایا آیا آپ کے پاس عمرو موجود ہے ۔ سَلت اولاً میں اول سَلت کا مفعول فیہ ہے ۔ یعنی سالت زمانا سابقاً و وقتاً ماضیاً من حصول زید ۔ تو نے زمانہ سابق میں اور گذرے ہوئے وقت میں زید کے پائے جانے کا سوال کیا ۔

قولہ، لا و بل ولکن جملہ میں ذکر کئے گئے دو اموریں سے متعین طور پر ایک کے لئے حکم کو ثابت کرتے کے لئے آتے ہیں ۔ اور اس میں یہ تینوں مشترک ہیں ۔

قولہ، اما لا لنفی ما وجب ۔ یہاں سے علاحدہ علاحدہ تینوں کے احکام بیان فرمایا ہے ۔ بہر حال حرف لا وہ حکم جو اول کے لیئے ثابت ہو گیا تھا لا کے ذریعہ اس حکم کی ثانی سے نفی کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی وہ حکم جو اول کے لیئے یعنی معطوف علیہ کے لئے ثابت ہے ۔ اسکی نفی ثانی سے کرنا مقصود ہے یعنی معطوف سے لہٰذا جب حکم ثانی سے منفی ہو گیا تو اول کے لئے یعنی معطوف علیہ کے لئے ثابت ہو گیا ۔ اور بل اول جملہ سے اعراض اور ثانی جملہ کے بلیے اثبات حکم کا فائدہ دیتا ہے ۔ یعنی اس بل اور لا میں عکس کا فرق ہے جیسے جاءنی زید ۔ بل عمرو ۔ مجیئت کی زید سے نفی اور عمرو کے لئے ثبوت کیا گیا ہے اسی طرح ماجاء بکر بل خالد کے معنیٰ ماجاء خالد کے ہیں ۔

اور لکن استدراک کے لئے آتا ہے لیکن اس کے لئے ماقبل کی نفی کرنا ضروری ہے ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس جگہ عطف مفرد علی المفرد کیا گیا ہو لکن پر پہلے کی نفی لازم ہو گی فقط ۔ ماجاء زید لکن عمروٌ اور ما رأیتُ احداً لکن عمرواً اس استعمال کی رو سے لکن لا کی نقیض ہو گا ۔ لہٰذا لکن میں ثانی جملے کے لئے اثبات اور اول کی نفی مقصود ہوتی ہے جب کہ لا تے نفی میں اول کے لئے اثبات اور ثانی جملے کے لیے نفی کا حکم مقصود ہوتا ہے ۔

ترجمہ بحث حرف کی چوتھی فصل حروف تنبیہ کے بیان میں ۔ حروف تنبیہ تین ہیں ۔ اَلَا اَمَا اور ھا ۔ تینوں حروف مخاطب کو آگاہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ کوئی شئی کلام کی فوت نہ ہو پس الا اور اما نہیں داخل ہوتے مگر جملہ پر اسمیہ ہو جملہ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول الا انہم ہم المفسدون آگاہ ہو جا ۔ بیشک وہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں ۔ اور شاعر کا قول ترجمہ شعر " آگاہ ہو جا قسم

فصل حروفُ النداء خمسةٌ یَا وایَا وھَیا وای والهمزة المفتوحة فای والهمزة للقریب وایا وھیا للبعید ویا لھما وللمتوسط وقد مَرَّ احکام المنادیٰ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس ذات کی جس نے رُلایا۔ اور ہنسایا اور قسم اس ذات کی جس نے مارا اور زندہ کیا اور قسم اس ذات کی جس کا حکم حقیقت میں حکم ہے۔ یا جملہ فعلیہ ہو جیسے اَمَا لاتفعل۔ آگاہ ہو جا کیا تو نہیں کرتا۔ وَالا لاتضرب۔ آگاہ ہو جا کیا تو مارتا نہیں ہے۔ اور تیسرا ہا ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھا زید قائم۔ آگاہ ہو جا زید قائم ہے۔ اور مفرد پر (بھی داخل ہوتا ہے) جیسے ہٰذا آگاہ ہو جا وہ یہ ہے۔ ھٰؤلاء آگاہ ہو جا وہ سب لوگ ہیں۔

تشریح: حروف تنبیہ۔ وہ حروف جن سے کسی کو متنبہ کرنا اور آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ حروف تنبیہ جملہ کے شروع میں آتے ہیں تاکہ مخاطب اس مقصود سے جو متکلم اس کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ غفلت نہ کرے۔ اسی وجہ سے کہ یہ غفلت سے آگاہ کرتے ہیں ان کا نام حروف تنبیہ رکھا گیا ہے۔ ان کا دوسرا نام حروف استفتاح بھی ہے۔

امَا ہمزہ کو فتحہ اور میم کو تخفیف ایک لغت ہما بھی ہے تیسری لغت عما بھی ہے اور چوتھی عم بھی ہے اور ام وغیرہ لغات ہیں۔ یہ تمام حروف صدر کلام میں آتے ہیں البتہ ھا تنبیہ کہ یہ اسم اشارہ کے ساتھ خاص ہے اس لئے اسم اشارہ کے طریق پر یہ بھی آتا ہے۔ یعنی کبھی صدر کلام میں اور کبھی وسط کلام میں اور جس جگہ ھا اسم اشارہ سے الگ ہو کر آئے گا تو صدر کلام ضروری ہوگا جیسے ھا انتم ہٰؤلاء اس کی اصل انتم ھٰؤلاء تھی۔ (اسہل) قولہ اما والذی شعر پر محل استشہاد یہ ہے کہ اَمَا تنبیہ کے لئے ہے اور صدر کلام میں واقع ہے۔ اور جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔ قولہ الثالث ھا۔ حروف تنبیہ کا تیسرا حرف ھاء ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور مفرد پر بھی مگر شرط یہ ہے کہ مفرد اسم اشارہ ہو جیسے ذا میں ہٰذا۔ اولاء میں ھٰؤلاء۔

ترجمہ پانچویں فصل حروف ندا کے بیان میں۔ حروف ندا پانچ ہیں۔ یا، ایا، ھیا، ای، ہمزہ مفتوحہ لیس ای اور ہمزہ قریب کے لئے، ایا ہیا بعید کے لئے اور یا حرف ندا دونوں کے لئے اور متوسط کے لئے۔ اور منادیٰ کے احکام سابق میں گذر چکے ہیں۔

تشریح حروف ندا۔ نِدا نون کا کسرہ اور دال کو مد کے ساتھ کسی کو آواز دینا۔ نادیٰ کا مصدر ہے اور اصطلاح میں حرف ندا کے ذریعہ کسی کو طلب کرنا، ان حروف کے ذریعہ جو قائم مقام ادعو کے ہیں۔

ایا، ہیا بعید کے لئے ہے خواہ حقیقۃً بعید ہو یا حکماً بعید ہو۔ جیسے سہو کرنے والا، قائم اور وہ شخص جو متحیر ہو۔ ایا و ہیا کو بعید کے لئے اسوجہ سے خاص کیا ہے چونکہ دور والے کے پکارنے میں آواز کا بلند کرنا

فصل حروف الایجاب ستۃ نعم و بلٰی و اجل و جیر و اِنَّ و ای اما نعم فلتقریر کلام سابقٍ مُثبتًا کان او منفیًا نحو جاء زیدٌ قلتَ نعم و امَا جاء زیدٌ قلتَ نعم و بلٰی تختصّ بایجاب مانُفِیَ استفہامًا کقولہٖ تعالٰی اَلستُ بربّکُم قالوا بلٰی او خبرًا کما یُقالُ لم یقم زیدٌ قلتَ بلٰی ای قد قام و ای للاثبات بعد الاستفہام و یلزمُہا القسَمُ کما اذا قیل ھَل کان کذا قلتَ ای وَاللّٰہِ وَ اَجَلْ و جَیرِ و اِنَّ لتصدیق الخبر کما اذا قیل جاء زیدٌ قلتَ اَجَلْ او جَیرِ او انَّ ای اُصدّقُکَ فی ھٰذا الخبر۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ضروری ہے اور مد صوت جب ہی ممکن ہے جب حروف زائد اور اُن میں مد بھی ہو یہ دونوں باتیں ایا اور ہیا میں پائی جاتی ہیں۔ اور ہمزہ اور ای میں نہ حروف زائد ہے نہ آواز میں کھینچنے کی گنجائش۔ اس لئے ان کو قریب کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور یا حرف ندا میں مد بھی ہے اور حروف زائد بھی نہیں۔ اس لئے قریب و بعید دونوں کے لئے کام کر دیتا ہے۔

ترجمہ چھٹی فصل حروف ایجاب کے بیان میں۔ حروف ایجاب چھ ہیں۔ نعم، بلٰی، جیر، اِنّ، اجل اور ای بہرحال نعم کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مثبت ہو یا منفی ہو۔ جیسے اجاء زید کیا زید آیا۔ تو آپ نے جواب میں کہا نعم (ہاں) اسی طرح اما جاء زید کیا زید آیا تو تم نے کہا نعم ہاں۔ اور بلٰی خاص ہے اس کے جواب میں بولے جانے کے لئے جس کی نفی بطور استفہام کی گئی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ رب کی نفی بطور استفہام کی گئی ہے تو جواب میں کہا جائے گا قالوا بلٰی۔ انہوں نے جواب میں ہاں کہا۔ یا بصورت خبر نفی کی گئی ہو جیسے کہا جاتا ہے لم یقم زید۔ زید کھڑا نہیں ہے۔ اور حرف ای استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے۔ اور اس کو قسم لازم ہے جیسے جب کہا جائے جاء زید۔ زید آگیا تو آپ نے جواب میں کہا اجل یا جیر یا اِنَّ یعنی اُصدّقک فی ہذا الخبر میں اس خبر میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔

تشریح حروف ایجاب ان کا دوسرا نام حروف تصدیق بھی ہے۔ ان تمام حروف میں معنی تحقیق کے پائے جاتے ہیں۔ جب کسی سوال کا جواب دینا ہو یا کسی چیز کی تصدیق کرنی ہو اس موقع پر یہ حروف بولے جاتے ہیں۔ ایجاب اس جگہ نفی کے مقابل نہیں ہے۔ پھر ان میں سے بعض کی الگ الگ اپنی خصوصیات اور ان کا محل استعمال ہے۔ مثلاً نعم کلام سابق خواہ مثبت ہو یا منفی اس کے مضمون کی تصدیق اور تائید کے لئے آتا ہے۔ نعم میں چار لغات ہیں۔ ۱ نون عین دونوں کو فتحہ نَعَمْ ۲ نون کا فتحہ عین کو کسرہ نَعِم ۳ عین کو حاء سے بدلنا نَحَم ۴ نون کو کسرہ عین کی اتباع میں نِعِم اور اوّل مشہور ہے۔

فصلُ حروفُ الزیادۃ سبعۃ اِنْ وَاَنْ وَمَا ولاومن وَالباء وَاللام فان تُزادُ مع ما النافیۃِ نحو مَا اِنْ زیدٌ قائمٌ وَمعَ مَا المصدریۃ نحو انتظرما ان یجلسُ الامیرُ و مع لمّا اِنْ جبستَ حبستُ وَان تزاد مع لماکقولہ تعالیٰ فلمّا اَنْ جاءَ البشیرُ وبین لَو وَالقسمِ المتقدّم علیھا نحو وَاللہ اَنْ لو قُمْتَ قمتُ وما تُزادُ مع اذا ومتیٰ وایّ وَانّیٰ وَاین وَاِنْ شرطیاتٍ کما تقولُ اذا ماصُمتَ صمت وکذا البواقی وبعد حرفِ الجرنحو قولہ تعالیٰ فبما رحمۃٍ مّن اللہ وَعمّا قلیلٍ لیُصبحُنّ نَادِمِیْنَ وَمِمَّا خطیٓئتھم اُغرِقُوا فَاُدخِلوا ناراً وزیدٌ صدیقی کما ان عمرواً اَخِی وَلاَ تُزَادُ مَعَ الواو بعدَ النفی نحو مَا جاءنی زیدٌ ولاعمرو وبعد اَن المصدریۃ نحو قولہٖ تعالیٰ مَا منعکَ ان لا تسجُدَ وَقبلَ القسم کقولہٖ تعالیٰ لا اُقسمُ بھٰذا البلدِ بمعنیٰ اُقسمُ واما من وَالباءُ وَاللام فقد مرّ ذکرُھا فی حرفِ الجر فلانعیدُھا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قولہٗ بلیٰ - حرف ایجاب بلیٰ خاص ہے کلام منفی ہو اور اس میں حرف استفہام داخل ہو - جیسے الست بربکم - کیا میں تیرا رب نہیں ہوں - قالوا بلیٰ - جواب دیا ہاں آپ ہمارے رب ہیں بعض مفسرین نے اس موقع پر کہا ہے کہ جواب میں بلیٰ کے بجائے اگر نعم کہہ دیتے تو وہ کافر ہو جاتے - کیونکہ نعم تو کلام نفی کی تائید یا کلام مثبت کی تصدیق کرتا ہے - اور بلیٰ کلام منفی استفہام کے ایجاب پر دال ہے -

ای استفہام کے بعد جواب پر بولا جاتا ہے جس کے لئے قسم ضروری ہے۔ بعض نحویوں کی رائے یہ ہے کہ تصدیق خبر کے لئے بھی آتا ہے - اور ابن مالک کے نزدیک نعم کے معنیٰ میں آتا ہے - مگر یہ رائے علامہ ابن حاجب اور خود مصنف کی رائے کے خلاف ہے - جیسے ای واللہ اور ای اللہ بھی آیا ہے یعنی واو کے حذف کے ساتھ اور لفظ اللہ کے نصب کے ساتھ - البتہ اگر ہا شروع میں آئے تو لفظ اللہ مجرور ہی ہوگا - جیسے ھا اللہ - اور جس جگہ ہائے تنبیہ نہ ہو تو اس میں تین اعراب جائز ہیں اول ای سے یاء کا حذف التقائے ساکنین کی وجہ سے - ؏۲ ای کے یاء کو فتحہ اجتماع ساکنین کو دفع کرنے کے لئے اور فتحہ کے اخف الحرکات ہونے کی بناء پر ؏۳ - دو ساکنوں کا جمع ہونا، تاکہ حرف ایجاب کا آخری حرف حذف ہونے سے بچ جائے - اور اس کو حرکت دینا - جاء زید، زید آیا کسی نے سوال میں کہا، تو اس کے جواب میں تم نے کہا اجل یا جیر یا انّ - معنیٰ یہ ہیں کہ اس خبر میں میں تمہاری تصدیق کرتا ہوں -

ترجمہ ساتویں فصل حروف زیادت کے بیان میں - حروفِ زیادت سات ہیں - اِنْ، اَنْ، مَا، لا مِن، باء، لام - پس اِن ما، نافیہ کے ساتھ زائد ہوتی ہے - جیسے ما ان زید قائم - زائد قائم نہیں ہے - اور اِن زائد ہوتا ہے ما مصدریہ کے ساتھ جیسے انتظر ما اِن یجلس الامیر - امیر کے بیٹھنے تک تو

انتظار کر۔ اور لمّا کے ساتھ، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ فلما ان جاء البشیر پس جب کہ بشارت دینے والا آیا اسی طرح اِن زائد ہوتا ہے لو کے درمیان اور اس قسم کے بعد جو اس سے مقدم مذکور ہو۔ جیسے واللہ ان لو قمتَ قمتُ اللہ کی قسم اگر تو کھڑا رہے گا تو میں بھی کھڑا رہوں گا۔ اور حرف ما زائد ہوتا ہے اذا، متیٰ، ایّ، انیٰ، این اور ان شرطیات کے ساتھ جیسے تو کہے اذا ما صمتَ صمتُ۔ جب تو روزہ رکھے گا میں بھی روزہ رکھوں گا۔ اور اسی طرح باقی کا حکم ہے۔ اور حرف جر کے بعد (ما زائد ہوتا ہے) جیسے فبما رحمة من اللہ۔ پس اللہ کی طرف سے مہربانی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے۔ دوسری مثال عن ما قلیل لیصبحنّ نادمین۔ تھوڑی مدت کے بعد وہ نادم ہوں گے۔ اسی طرح اس مثال میں بھی مما خطیئٰتہم اُغرقوا فادخلوا ناراً۔ اُن کے گناہوں نے ان کو غرق کر دیا۔ پس وہ سب جہنم میں داخل کئے گئے۔ زید صدیقی کما ان عمروا اخی زید میرا دوست ہے جیساکہ عمرو میرا بھائی ہے۔ اور لفظ لا زائد ہوتا ہے واؤ کے ساتھ نفی کے بعد، جیسے ما جاءنی زید ولا عمرو۔ میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو۔ اور اَن مصدریہ کے بعد لفظ لا زائد ہوتا ہے جیسے ما منعک ان لا تسجد۔ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا۔ اور لفظ لا قسم سے پہلے زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لا اُقسم بھذا البلد۔ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ اور بہر حال حرف من، با اور لام تو ان کا بیان حروفِ جارہ میں گزر چکا ہے، پس ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔

تشریح حروف زیادۃ۔ جب اہل عرب چاہتے ہیں کہ کسی جگہ حرف زائد کا استعمال کریں، کسی بھی مصلحت و ضرورت سے تو وہ اُن حروف زیادہ میں سے کسی حرف کو ذکر کرتے ہیں لہٰذا ان حروف کو حروف زیادۃ کہا جانے لگا۔ ایسا نہیں ہے کہ حروف زیادۃ مذکورہ ہمیشہ زائد ہوتے ہیں۔ کلام میں ان کے زائد ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو کلام میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ زائدہ ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ان کے ذکر سے کوئی مفاد وابستہ نہیں ہوتا۔ بلکہ حروف زائد کے لانے سے لفظی اور معنوی دونوں فائدے ہوتے ہیں۔ معنیٰ کا فائدہ تو یہ ہے کہ ان کے ذریعہ معنیٰ کی تاکید ہو جاتی ہے جیسے من استغراقیہ اور ما جو مالیس کی خبر میں واقع ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے فوائد بھی ہیں۔ لفظی فائدہ ان کے ذکر کرنے سے تحسین کلام، زینت کلام، وزن شعر کی درستگی اور حُسن و مسجّع وغیرہ لفظی فائدے حروف زائد سے حاصل ہوتے ہیں۔ نیز حروف زائد کا ان مذکورہ دونوں فائدوں سے خالی ہونا درست نہیں ہے۔ ورنہ تو عبث اور بیکار ہوں گے اور یہ چیز فصحاء کے کلام میں خاص کر خالقِ ارض و سماء کے کلام میں جائز نہیں ہے۔

ما نفی اِن مکسورہ ساکنہ ما نفی کے بعد اکثر زائد آیا کرتا ہے۔ اور اسم و فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے قولہٗ ومع ما المصدر۔ ان ما مصدریہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے یعنی ما جو ظرفیت کے معنیٰ دیتا ہو مگر یہ

فصل حرفا التفسير اَیْ واَنْ فایْ کقوله تعالیٰ واسئل القریة ای اهل القریة کانک تفسرہ اهل القریة واَنْ انما یفسر بها فعل بمعنی القول کقوله تعالیٰ ونادینٰه اَنْ یّا ابراهیم فلا یقال قلت له اَنِ اکتب اذ هو لفظ القول لا معناہ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بہت کم ہے۔

قولہ ولبعد حروف الجر۔ اور حرف ما حروف جر کے بعد بھی زائدہ ہوتا ہے۔ اردو میں ترجمہ کرتے وقت ان کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ جیسے فبما رحمۃ من اللہ۔ پس اللہ کی مہربانی کے سبب سے وغیرہ۔ اور حرف لا واو کے ساتھ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے۔ اسی طرح ان مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ما منعک ان لا تسجد۔ اس جگہ لا کا ترجمہ نہیں کیا جائے گا۔ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا۔

ترجمہ تفسیر کے دو حرف ای اور اَن ہیں۔ پس اَی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول واسئل القریۃ۔ سوال کیجئے گاؤں سے (یعنی اہل قریہ سے سوال کیجئے) گویا کہ آپ اس کی تفسیر اہل قریہ سے کر رہے ہیں۔ اور اَن بیشک اس کے ذریعہ اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنیٰ میں ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ونادیناہ اَن یّا ابراہیم۔ ہم نے پکارا اے ابراہیم پس نہیں کہا جاتا کہ قلت لہ اَنِ اکتب (میں نے اس سے کہا کہ تو لکھ) اس لئے کہ یہ صراحۃً لفظ قول ہے نہ کہ معنیٰ قول۔

تشریح حرفا التفسیر۔ اس جگہ حرفانِ تھا۔ اضافت کی بنا پر نون کو گرا دیا گیا ہے۔ تفسیر کے دو حروف یعنی اَی اور اَن ہیں۔ ای کی مثال واسئل القریۃ ای اہل القریہ ہے۔ گویا آپ نے اَی لاکر اس کی تفسیر اہل قریہ سے کی ہے۔ تفسیر کے دونوں حرف اَی اور اَن میں فرق ہے۔ حرف اَی مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کرتا ہے۔ جملہ کی مثال قطع رزقہ ای مات اسکا رزق منقطع ہو گیا۔ یعنی وہ مر گیا اور مفرد کی مثال کتاب میں مذکور ہے۔ اور اَن مفرد صرف اس مفعول کی تفسیر کرتا ہے جو لفظوں میں مقدر ہو۔ جو قول کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے اور اس کے معنیٰ کے لئے مؤدی ہوتا ہے۔ یعنی دوسرے تک پہنچانے والا۔ جیسے نادیناہ ان یا ابراہیم اس مثال میں یا ابراہیم مفعول مقدر کی تفسیر ہے یعنی نادیناہ کی۔ یعنی ہم نے اس کو لفظ سے ندا دی اور وہ یا ابراہیم ہے۔ دوسری مثال ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ۔ اس مثال میں ان اعبدوا اللہ ضمیر مجرور کی تفسیر ہے۔ ما امرتنی کی تفسیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ فعل کا صراحۃً مفعول ہے۔ اور کبھی کبھی مفعول بہ ظاہر کی بھی تفسیر کرتا ہے۔ جیسے اذ اوحینا الی امک ما یوحیٰ ان اقذفیہ۔ اس مثال میں ان اقذفیہ تفسیر ہے ما یوحیٰ کی اور ما یوحیٰ اوحینا کا مفعول بہ ظاہر ہے۔ قولہ بمعنی القول جس طرح ظرف سے مظروف جدا نہیں ہوتا بلکہ متصلاً رہتا ہے۔ اسی طرح اس فعل سے قول ملا ہوا ہوتا ہے جبتی

فصل حروفُ المصدر ثلاثۃٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فالاولیان للجُملۃِ الفعلیۃ کقولہٖ تعالیٰ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَی بِرُحْبِھَا وقول الشاعر۔ شعر۔

یَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَھَبَ اللیالی ❊ وَکَانَ ذَھَابُھُنَّ لَہٗ ذَھَابًا

وَاَنْ نحو قولہٖ تعالیٰ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالوا ای قولھم وَاَنَّ لِلْجُمْلَۃِ الْاِسْمِیَّۃِ نحو عَلِمتُ اَنَّکَ قَائِمٌ ای قیامکَ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مثالیں کتاب میں اس جگہ مذکور ہیں سب میں قول کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ چیز جس میں صریح قول یا معنی قول نہ پائے جاتے ہوں اس کی تفسیر اَن کے ساتھ نہیں لائی جائے گی۔

ترجمہ حروف مصدر تین ہیں۔ ما، اَن، اَنَّ۔ پس پہلے دونوں حروف جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وضاقت علیہم الارض بما رحبت اور تنگ ہوگئی اُن پر زمین اپنی وسعت کے باوجود۔ اور شاعر کا قول شعر (راتوں کا گزر جانا انسان کو مسرور کرتا ہے حالانکہ ان کا گزر جانا خود اسکا چلا جانا ہے) اور اَن کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول فما کان جواب قومہ الا اَن قالوا ای قولہم۔ پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب لیکن انہوں نے کہا یعنی اس کا قول اور اَنَّ جملہ اسمیہ کے لیے آتا ہے جیسے علمت انک قائمٌ۔ میں نے جان لیا کہ تو قائم ہے یعنی تیرے قیام کو۔

تشریح حروف المصدر تین ہیں۔ ما، اَن، اور اَنَّ بعض نحویوں نے دو حروف کا ان میں اضافہ کیا ہے یعنی کَےْ اور لَوْ کا۔ ان کے نزدیک حروف مصدر پانچ ہیں۔ حروف المصدر۔ چونکہ یہ حروف اپنے صلہ کو مصدر کے معنیٰ میں بدل دیتے ہیں۔ یعنی صلہ رہتے ہوئے ان کے معانی مصدر کے معنیٰ ہو جاتے ہیں اس لئے ان حروف کو حروف مصدر کہہ دیا جاتا ہے۔

فالاولیان للجملۃ الفعلیۃ۔ ما اور اَن تو جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کے معنی میں گردان دیتے ہیں جیسے بما رحبت فعل ہے برحبہا کے معنیٰ میں ہے اور شعر میں ما ذہب اللیالی میں ما مصدریہ ہے اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مصدر کے حکم میں ہو گیا ہے اور یُسر کا فاعل ہو گیا۔ ذہاب کے معنی چلے جانے اور گزر جانے کے ہیں اور کان ذہابہن الخ پورا جملہ قد کی تقدیر کے ساتھ المرء کا حال واقع ہے۔ شاعر کے قول کا مطلب یہ ہے راتوں کے گزرنے سے تمہاری عمر بھی تو گزر رہی ہے یعنی کم ہو رہی ہے۔ یہ تو رونے کی بات اور افسوس کا مقام ہے نہ کہ خوشی کا۔

فصلٌ حروفُ التحضیض اربعۃ ھلّا و الّا و لولا و لوما لھا صدر الکلام ومعناھا حضٌّ علی الفعل ان دخلت علی المضارع نحو ھلّا تاکل ولومٌ ان دخلت علی الماضی نحو ھلّا ضربت زیدًا وحینئذ لا تکون تحضیضًا الا باعتبار مافات ولا تدخل الا علی الفعل کما مرّ وان وقع بعدھا اسمٌ فبا ضمار فعل کما تقول لمن ضرب قومًا ھلّا زیدًا ای ھلّا ضربت زیدًا وجمیعھا مرکبۃ جزءھا الثانی حرف النفی والاوّل حرف الشرط او الاستفھام او حرف المصدر وللولا معنًی اٰخر ھو امتناع الجملۃ الثانیۃ لوجود الجملۃ الاولٰی نحو لولا علیٌّ لھلک عمرٌ وحینئذٍ تحتاج الی جملتین اولٰھما اسمیۃٌ ابدًا۔

ترجمہ دسویں فصل بحث حرف کی حروف تحضیض کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور حروف تحضیض چار ہیں۔ ھلّا، الّا، لولا، لوما۔ ان کے لئے صدر کلام ضروری ہے۔ ان کے معنیٰ کسی کو فعل پر ابھارنا ہے۔ اگر یہ فعل مضارع پر داخل ہوں۔ جیسے ھلّا تاکل۔ تم کیوں نہیں کھاتے۔ اور ان کے معنی مافات پر ملامت کرنا ہوتا ہے، اگر ماضی پر داخل ہوں۔ جیسے ھلّا ضربت زیدًا۔ تونے زید کو مارا کیوں نہیں اور اسوقت وہ نہ ہوگا فعل پر ابھارنے کے لئے، لیکن باعتبار مافات کے اور ھلّا نہیں داخل ہوتا مگر فعل پر، جیساکہ گزرچکا ہے اور اگر اس کے بعد اسم واقع ہو تو فعل کو محذوف مان کر۔ (تحضیض علی الفعل کے معنی لئے جاتے ہیں) جیسے تم اس آدمی سے کہو جس نے قوم کو مارا ہو ھلّا زیدًا۔ کیوں نہ زید کو یعنی تم نے زید کو کیوں نہ مارا۔ اور حروف تحضیض سب کے سب مرکبہ ہیں جن کا جزء ثانی حرف نفی ہے (لا) اور اوّل جز حرف شرط ہے یا حرف استفہام یا حرف مصدر ہے اور حرف لولا کے دوسرے معنی بھی آتے ہیں۔ اور وہ جملہ ثانیہ کا محال ہونا جملہ کے اولیٰ کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے لولا علی لہلک عمر۔ اس وقت وہ دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اول جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔

تشریح حروف تحضیض:۔ بعض نحویوں کی رائے یہ ہے کہ یہ حروف جب فعل مضارع پر داخل ہوں تو ان کا نام حروف تحضیض رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ فعل کے کرنے پر ابھارنا مقصود ہوتا ہے، جواب تک مخاطب نے نہیں کیا۔ اور جب یہ حروف فعل ماضی پر داخل ہوں تو ان کا نام حروف لوم، حروف توبیخ رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ گزشتہ فعل کے نہ کرنے پر ملامت یا ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے۔ مگر غالباً تغلیباً ان کا نام حروف تحضیض رکھدیا گیا ہے۔

یہ چاروں حرف ھلّا، الّا، لوما اور لولا کلام کے شروع میں آتے ہیں اور اگر فعل مضارع پر داخل ہوں تو مخاطب کو فعل پر ابھارنے کے معنیٰ دیتے ہیں۔ اور اگر ماضی پر داخل ہوں تو مخاطب کو

فصل حرفُ التوقّعِ قد وَهِيَ فِي الماضي لتقريبِ المَاضي الى الحال نحو قد ركب الامیرُ ای قُبَیلَ هٰذا اَوْ وَجَلَ ذٰلكَ سُمِّيَتْ حرفَ التقريبِ ايضًا ولهذا استلزمُ الماضِيَ ليصلحَ ان يقعَ حالًا وقد تجئُ للتاكيد اذا كان جوابًا لمن يسأل هل قام زيدٌ تقولُ قد قام زيدٌ وفي المضارع للتقليل نحو انّ الكذوب قد يصدُقُ وانّ الجَوَادَ قد يبخلُ وقد تجئُ للتحقيق كقوله تعالى قد يَعْلَمُ اللّٰهُ المعوّقينَ ويجوز الفصلُ بينها وبين الفعل بالقسم نحو قد واللّٰهِ احسنتَ وقد يُحذفُ الفعلُ بعد قدْ عند القرينة كقول الشاعر شعر۔

اَفِدَ التَرَحُّلُ غيرَ اَنَّ رِكابنا ۔۔۔ لَمَّا تَزُلْ بِرِحالِنا وكَانْ قَدِنْ

اى وكَانْ قد زالت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ملامت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

قولہٗ وان وقع بعدہا اسم۔ داخل تو یہ فعل پر ہوتے ہیں خواہ ماضی ہو یا مضارع ہو لیکن اگر ان حروف کے بعد کبھی اسم آجائے تو اس جگہ فعل کو محذوف مان لیں گے۔ جیسے تم ایسے آدمی سے کہو جس نے ایک جماعت کو زدوکوب کیا ہو ھلاّ زیدًا۔ معنی اس جملے کے ہیں ھلاّ ضربت زیدًا تو نے زید کو کیوں نہ مارا۔

جمیعہا مرکبۃ۔ چاروں حروف تحضیض مرکب ہوتے ہیں۔ ان کا جزءِ اول حرف شرط یا حرف استفہام یا حرف مصدر ہوتا ہے۔ اور جزء ثانی حرف نفی ہوتا ہے۔ نیز لولا کے دوسرے معنی بھی آتے ہیں۔ انتفاءِ ثانی لوجود الاوّل کے لئے یعنی چونکہ اول جملہ موجود ہے اس لئے جملہ ثانی محال ہے وجود میں نہیں آسکا ہے۔ اس وقت لولا دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے جن میں سے پہلا جملہ اسمیہ ہوتا ہے۔

ترجمہ حرف توقع (امید وابستہ کرنا) قد ہے۔ اور وہ ماضی پر داخل ہوتا ہے ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے جیسے قد رکب الامیر یعنی اب سے کچھ پہلے امیر سوار ہوا ہے اسی لئے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا گیا ہے۔ اسی لئے یہ فعل ماضی کو لازم ہوتا ہے تاکہ قابل بن سکے اس بات کے کہ وہ حال واقع ہو۔ اور کبھی تاکید کے لئے بھی آجاتا ہے جب کہ وہ جواب واقع ہو اس شخص کے جواب کا جو سوال کرے ھل قام زید۔ کیا زید قائم ہے تو تم جواب میں کہو قد قام زید۔ تحقیق کہ زید کھڑا ہے۔ اور فعل مضارع میں قد قلت کے معنیٰ دینے کے لئے آتا ہے جیسے انّ الکذوب قد یصدق بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا کبھی کبھی سچ بول دیتا ہے اور بیشک بہت زیادہ سخاوت کرنے والا کبھی بخل کر دیتا ہے۔ اور قد کبھی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

قد یعلم اللہ المعوقین ۔ تحقیق کہ حق تعالیٰ روکنے والوں کو خوب جانتا ہے ۔ اور جائز ہے فصل اس کے (قد کے) درمیان اور فعل کے درمیان قسم کے ذریعہ جیسے قد واللہ احسنت ۔ تحقیق اللہ کی قسم تونے احسان کیا ہے ۔ اور قد کے بعد کبھی فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ موجود ہونے کے وقت جیسے شاعر کا قول ہے روانگی کا وقت قریب آگیا مگر ہمارے اونٹ جن پر ہم سفر کریں گے روانہ نہیں ہوئے ہمارے کجاوؤں کے ساتھ ۔ گویا کہ شان یہ ہے کہ وہ ہمارے کجاوے کو لے گئے ۔ یعنی روانگی قریب ترین ہے ۔

تشریح حرف توقع قد ہے ۔ اس لفظ میں تحقیق کے معنیٰ پائے جاتے ہیں چاہے ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر ۔ چونکہ اس لفظ کے ذریعہ اس شخص کو خبر دی جاتی ہے جو خبر کا منتظر اور توقع کرنیوالا ہو ۔ اس لئے اس حرف کا نام حرف توقع رکھا گیا ہے ۔ اسکا دوسرا نام حرف تقریب بھی ہے کیونکہ یہ ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے ۔ اسی لئے اسکا دخول ماضی پر لازم قرار دیا گیا ہے تاکہ حال واقع ہونے کی صلاحیت رکھ سکے ۔

وقد تجیٔ للتاکید ۔ مگر کبھی تاکید کے لئے بھی آجاتا ہے جب یہ سوال کے جواب میں واقع ہو مثلاً کسی نے سوال کیا ہل قام زید تو آپ نے جواب میں کہا قد قام زید ۔ اور مضارع پر داخل ہو کر قلت کے معنیٰ دیتا ہے ۔ جیسے ان الکذوب قد یصدق ۔ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا آدمی کبھی سچ بول دیتا ہے اور کبھی تحقیق کے لئے آتا ہے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول قد یعلم اللہ المعوقین حق تعالیٰ دین میں رکاوٹ ڈالنے والے کو خوب جانتے ہیں ۔

شعر افد الترحل ۔ اَفِدَ فعل ماضی سمع کے وزن پر ترحل روانگی، کوچ ۔ غیر معنیٰ میں الّا کے ہے ۔ رِکاب وہ اونٹ جس پر سوار ہو کر سفر کرنا ہو ۔ رکاب جمع ہے اسکا واحد نہیں آتا ۔ یا ممکن ہے راحلہ رکاب کا واحد بغیر لفظ سوا رکاب ان کا اسم ہے ۔ لما حرف نفی جازم فعل مضارع تزل کی اصل تزول تھی ۔ لم یقل کی طرح اسکا واو بھی گر گیا ہے ۔ زالت الخیل بر کابنا ۔ کوچ کرنے کے معنیٰ ہیں ۔ ولما تزل برحالنا ان کی خبر واقع ہے ۔ اور رحال رحل کی جمع ہے پالان ۔ گدا وغیرہ ۔ کأن، کأنّ کا مخفف ہے اور قد زالت کأنّ کی خبر واقع ہے اسم محذوف ہے ضمیر واحد مؤنث کی جو رکاب کی جانب راجع ہے ۔

ترجمہ شعر :۔ کوچ کا وقت نزدیک ہو گیا ہے مگر ہمارے اونٹ جن پر ہم سفر کریں گے کوچ نہیں کیا ہے ۔ ہمارے پالانوں اور گدّوں کے ساتھ ۔ گویا تحقیق کہ قریب ہے کہ وہ کوچ کر دیں ۔ کیونکہ ہمارا سفر کا ارادہ پختہ ہے ۔

فصل حرفا الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الكلام تدخلان على الجملة اسمية كانت نحو أزيد قائم او فعلية نحو هل قام زيد ودخولهما على الفعلية أكثر اذ الاستفهام بالفعل اولى وقد تدخل الهمزة فى مواضع لا يجوز دخول هل فيها نحو أزيدا ضربت واتضرب زيدا وهو اخوك وازيد عندك ام عمرو واومن كان وافمن كان واثم اذا ما وقع ولا تستعمل هل فى هذه المواضع وههنا بحث۔

ترجمہ استفہام کے دونوں حروف ہمزہ اور ہل ہیں۔ دونوں کے لئے صدرِ کلام ہے۔ اور دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں اسمیہ ہو جیسے ازید قائمٌ یا فعلیہ ہو جیسے ھل قام زید۔ اور دونوں کا دخول جملہ فعلیہ پر زائد ہے (اکثر فعل پر داخل ہوتے ہیں) اس لئے کہ استفہام فعل کے ذریعہ اولیٰ ہے (اسم کے ذریعہ سوال کرنے کے مقابلہ میں) اور کبھی ہمزہ داخل ہوتا ہے ان مقامات میں جن پر ہل کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ جیسے ازیداً ضربت (کیا تو نے زید کو مارا) اتضرب زیداً کیا تو زید کو مارتا ہے۔ اور وہ تیرا بھائی ہے۔ اور آیا زید تیرے پاس ہے یا عمرو ہے۔ اومن کان تیرے پاس اور کون تھا۔ اور افمن کان۔ کیا پس جو شخص ہو۔ اثم اذا ما وقع۔ کیا پھر جب وہ واقع ہو۔ اور ہل ان مقامات میں استعمال نہیں کیا جاتا اور اس جگہ بحث ہے۔

تشریح حرفا الاستفہام۔ سمجھنے اور دریافت کرنے اور معلوم کرنے اور سوال کرنے کے دو لفظ ہمزہ اور ہل ہیں۔ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ مگر ہمزہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر فعل ہو یا اسم ہو مگر ہل اس جملہ پر کہ جس کی خبر فعل واقع ہو۔ بہت کم آتا ہے جیسے ہل زید قام اور قرآن مجید میں بھی اسکا استعمال موجود ہے جیسے ھل اتی علی الانسان۔ اس جگہ ہل بمعنی قد ہے۔

وقد تدخل الہمزۃ فی مواضع۔ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ہمزہ داخل ہوتا ہے مگر وہاں ھل داخل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کتاب میں مثالیں مذکور ہیں۔

وہہنا بحث۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ہمزہ بعض ایسے مقامات پر آتا ہے جہاں ھل کا داخل ہونا ممنوع ہے تو اسی طرح ھل بھی بعض ایسے مقامات پر داخل ہوتا ہے جہاں ہمزہ کا داخل ہونا ممنوع ہے۔ مگر مصنف نے ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے ۱۔ فہل انتم شاکرون۔ کیا پس تم شکر کرنے والے ہو۔ ۲۔ فہل یہلک الا القوم الفاسقون پس نہیں ہلاک کئے جائیں گے مگر قوم کافرین ۳۔ کلام اثبات میں نفی کے معنیٰ دینے کے لیے جیسے ھل ثُوِّبَ الکفار۔ یعنی لم ثوب۔ ۴۔ ھل نفی کے معنی دیتا ہے تاکہ اسکے بعد ایجاب

فصل حروف الشرط اِنْ ولو واَمَّا لها صدر الکلام ویدخل کُلّ واحدٍ منہا علی الجُملتین اسمیتین کانتا او فعلیتین او مختلفتین فَاِنْ للاستقبال وان دخلتْ علی المَاضی نحو اِنْ زُرتنی اَکرمتُکَ ولو للماضی وَان دخلتْ علی المضارع نحو لو تزورنی اکرمتُکَ وَیلزمہما الفعلُ لفظاً کَما مَرَّ او تقدیراً نحو اِنْ اَنتَ زائری فانا اکرمُکَ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) لانے کے لیے اِلَّا کا لانا درست ہو جائے۔ جیسے ہل جزاء الاحسان الّا الاحسان۔
۵ اس مبتدا کی خبر پرجس کے بعد با تاکید نفی کے لئے داخل ہو۔ جیسے ہل زید قائمٌ۔

ترجمہ تیرہویں فصل حروفِ شرط کے بیان میں۔ اور حروفِ شرط اِن، لو، اور امّا ہیں۔ ان کے لئے صدرِ کلام ضروری ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا دونوں جملے فعلیہ ہوں۔ یا دونوں مختلف ہوں۔ پس ان حرف شرط استقبال کے لیے آتا ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو۔ جیسے ان زرتنی اکرمتک۔ اگر تو میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔ اور حرف لو ماضی کے معنیٰ دینے کے لئے آتا ہے اگرچہ وہ فعل مضارع پر داخل ہو۔ جیسے لو تزورنی اکرمتک اگر تو نے مجھ سے ملاقات کی ہوتی تو میں تیرا اکرام کرتا اور لازم ہے دونوں کو فعل لفظاً جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یا فعل تقدیراً مذکور ہو جیسے ان انت زائری فانا اکرمک اگر تو میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔

تشریح حروفِ شرط، اِن، لو، امّا ہیں یہ صدرِ کلام میں آتے ہیں۔ وجہ صدرِ کلام میں آنے کی وہی ہے جو حروفِ استفہام کی صدرِ کلام میں آنے کی وجہ ہے۔ پس وہاں دیکھ لیجئے۔

اسمیتین :- دونوں جملے حقیقۃً اسم ہوں۔ جیسا کہ امّا میں شرط ہے۔ یا ظاہر میں جملہ اسمیہ ہوں۔ مگر حقیقت میں جملہ فعلیہ ہوں۔ جیسے وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ المشرکین استجارک، اور ولو انتم تملکون۔ مصنفؒ نے کہا ہے ہر ایک ان میں سے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے حالانکہ لو اور اِن کا جملہ اسمیہ پر داخل ہونا کسی سے نہیں سنا گیا۔ علامہ ابن حاجب نے اسکی صراحت کی ہے۔ خود مصنف آگے چل کر یلزمہما الفعل کہیں گے۔ لہٰذا مصنف کا یہ قول اس مقام پر محل غور ہے۔ لو ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ فعل مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتک۔ اگر تو نے میری زیارت کی ہوتی تو میں تیرا اکرام کرتا۔ فراء کا قول ہے کہ لو مستقبل میں داخل ہوتا ہے اگرچہ قلیل ہی سہی۔ جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اطلبوا العلم ولو بالصین یعنی لو کان (کذا فی المرضی) اور بغیر کان کے بھی مستعمل ہے جیسے وَلَامَۃٌ مومنۃٌ خیرٌ من مشرکۃ ولو اعجبتکم اور لو معنیٰ ان ناصبہ بھی آتا ہے جیسے ودّوا لو تدھن فیدھنون۔

وَاعلَمْ اَنَّ اِنْ لاتستعملُ الّا فی الامور المشکوکۃ فلا یقالُ اٰتیکَ اِن طلعت الشمسُ بل یُقالُ اٰتیکَ اذا طلعت الشمس ولو تدلُّ علیٰ نفی الجملۃ الثانیۃ بسبب نفی الجملۃ الاولیٰ کقولہٖ تعالیٰ لوکان فیھما اٰلھۃٌ اِلّا اللّٰہُ لفسدتا واذا وقع القسم فی اوّلِ الکلام وتقدّم علی الشرط یجب ان یکون الفعل الذی تدخل علیہ حرف الشرط ماضیاً لفظاً نحو واللّٰہِ اِنْ اَتیتنی لاکرمتُکَ او معنیً نحو واللّٰہِ اِنْ لَمْ تاتنی لاھجرتُکَ وحینئذٍ تکونُ الجُملۃ الثانیۃ فی اللفظ جواباً للقسم لاجزاءً للشرط فلذالک وجب فیھا ما وجب فی جوابِ القسم من اللام ونحوھا کما رأیتَ فی المثالین

ترجمہ اور جان تو کہ بے شک اِن نہیں استعمال کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں پس آتیک ان طلعت الشمس کہنا جائز نہیں ہے بلکہ کہا جائے گا آتیک اذا طلعت الشمس اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی پر جملہ اولیٰ کی نفی کے سبب سے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لوکان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر ہوتا آسمان وزمین میں کوئی خدا بجز اللہ تعالےٰ کے تو دونوں فاسد ہوگئے ہوتے۔ اور قسم اول کلام (شروع کلام) میں واقع ہو اور مقدم ہو شرط پر تو واجب ہے کہ وہ فعل جس پر حرف شرط دلالت کرتا ہے، ماضی ہو لفظاً جیسے واللہ ان اتیتنی لاکرمتک یا معنیً جیسے واللہ ان لم تاتنی لاھجرتک۔ اور اس وقت جملہ ثانیہ لفظ میں قسم کا جواب ہوگا شرط کی جزا نہ ہوگا اسی لئے اس پر واجب ہے وہ چیز جو واجب ہے جوابِ قسم میں لام میں سے اور اس کے علاوہ میں سے جیسا کہ تم نے مذکورہ دونوں مثالوں میں دیکھ لیا ہے۔

تشریح واعلم انّ اِنْ۔ مصنفؒ نے اس جگہ ان شرطیہ اور دوسرے حروف شرط کے مقامات استعمال اور ان کی بعض خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا اِن صرف امور مشکوکہ کے موقع پر مستعمل ہے یعنی جن کے وقوع میں احتمال ہو۔ اس سے امور یقینیہ کو خارج کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا آتیک اِن طلعت الشمس کہنا درست نہیں کیونکہ طلوع شمس امر یقینی ہے اگر کہنا ہی ہے تو آتیک اذا طلعت الشمس کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اذا امر یقینی پر داخل ہوتا ہے۔ اور حرف لو جملہ ثانی کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اس سبب سے کہ جملہ اولیٰ منتفی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لوکان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ یعنی آسمان وزمین فاسد نہیں ہوئے۔ اس سبب سے کہ ان میں صرف ایک ہی معبود ہے دو معبودوں کی نفی ہے۔

واذا وقع القسم۔ اور اگر کلام میں قسم مذکور ہو اور وہ شرط سے پہلے واقع ہو تو وہ فعل جس پر حرف شرط داخل کیا گیا اس کا ماضی ہونا واجب ہے لفظوں میں جیسے واللہ ان اتیتنی لاکرمتک۔ اس مثال میں

وَاَمَّا اِن وَقَعَ القَسَمُ فی وَسْطِ الکلام جَازَ اَن یُعْتَبَرَ القَسَمُ بِاَن یکونَ الجوابُ لَهٗ نحو اِن اَتَیتَنِی وَاللّٰهِ لَاٰتِیَنَّکَ وَجَازَ اَن یُلغیٰ نحو اِن تاتنی وَاللّٰهِ اٰتِکَ وَاَمَّا لتفصیل مَا ذُکِرَ مجملًا نحو الناسُ سعیدٌ وَّشقیٌّ اَمَّا الذین سُعِدُوا ففی الجنّة وَ اَمَّا الذین شقوا ففی النار ویجبُ فی جوابها الفاءُ وَاَن یکون الاوّلُ سببًا للثانی وَاَن یُحذَفَ فعلُها مَعَ اَنَّ الشرطَ لابُدَّ لَهٗ مِن فعلٍ وَذٰلکَ یکون تنبیهًا علٰی اَنَّ المقصودَ بهٖ حکمُ الاسمِ الواقعِ بعدها نحو اَمَّا زید فمنطلقٌ تقدیرهٗ مهما یکن من شیءٍ فزیدٌ منطلقٌ فحُذِفَ الفعلُ وَالجارُّ وَالمجرور واُقیم اَمَّا مقامهما حتّٰی بقی اَمَّا فزیدٌ منطلقٌ ولمّا لم یُناسِبْ دخولُ حرفِ الشرط علٰی فاءِ الجزاء نقلوا الفاءَ الی الجزءِ الثانی وَوَضَعُوا الجزءَ الاوّلَ بین اما والفاء عوضًا عن الفعل المحذوف ثم ذٰلکَ الجزءُ الاوّلُ ان کان صالحًا للابتداء فهو مبتدأ کما مرَّ وَالّا فعاملُهٗ مَا یکونُ بعدَ الفاءِ کاَمَّا یومَ الجمعةِ فزیدٌ منطلقٌ فمنطلقٌ عاملٌ فی یومِ الجمعةِ علی الظرفیة۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) شرط شروع کلام اور شرط سے مقدم واقع ہے۔ اس لئے ان کے مدخول فعل کو ماضی لائے۔ یا وہ فعل معنیً ماضی ہو۔ جیسے واللہ ان لم تاتینی لاہجر تک۔ اس مثال میں قسم شروع کلام میں اور شرط سے مقدم مذکور ہے اور فعل ماضی کے معنیٰ ہی ہے۔ کیونکہ مضارع پر جب لم داخل ہوتا ہے تو اس کو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتا ہے۔

وحینئذٍ تکون الجملۃ الثانیۃ۔ جملہ میں اولا قسم پھر شرط دونوں مذکور ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ جملہ ثانی کو جواب قسم بنایا جائے۔ یا شرط کی جزاء قرار دیا جائے۔ تو مصنفؒ نے فرمایا ایسے موقع پر جملہ ثانیہ قسم کا جواب واقع ہوگا شرط کی جزاء نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے جملہ ثانیہ میں وہ چیزیں ضروری ہوئیں جو جواب قسم میں واجب ہوتی ہیں۔ یعنی دخول لام، یا لام کی طرح دوسرے حروف مثلاً اِنَّ، جبکہ جواب قسم جملہ موجبہ ہو۔ اور "ما اور لا" لائیں گے جب کہ جواب قسم جملہ منفیہ ہو۔

ترجمہ بہر حال اگر واقع ہو قسم وسط کلام میں (درمیان میں) تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کر لیا جائے بایں طور کہ جملہ ثانی اس کا جواب واقع ہو۔ جیسے ان تاتینی واللہ لاتینک۔ اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں اللہ کی قسم تیرے پاس آؤں گا۔ اور جائز ہے کہ لغو کر دیا جائے جیسے اِنْ تاتینی واللہ آتک۔ اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں اللہ کی قسم تیرے پاس آؤں گا۔ اور حرف امّا تفصیل کے لئے آتا ہے جس کو مجملاً ذکر کیا گیا تھا۔ جیسے الناس سعید وشقی۔ امّا الذین سعدوا ففی الجنۃ واما الذین شقوا ففی النار۔ لوگ جو سعید اور شقی ہیں نیک و بد ہیں، بہر حال جو سعید ہیں تو وہ جنت میں جائیں گے اور بہر حال جو شقی ہیں تو وہ جہنم میں جائیں گے۔ اور اس کے (اما شرطیہ

کے) جواب میں فاء کا لانا واجب ہے۔ اور یہ بھی (ضروری ہے کہ) جملہ اول سبب ہو ثانی کے لئے اور یہ بھی کہ حذف کر دیا جائے اس کا فعل اُس اَنَّ کے ساتھ جو شرط کے لئے ہے تو ضروری ہے اس کے لئے ایک فعل کا ہونا۔ اور یہ (وجوب حذف فعل) تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اس کے (امّا) کے ذریعہ مقصود اس اسم کا حکم ہے جو اما کے بعد واقع ہے جیسے اما زید فمنطلق اس جملہ کی اصل یہ ہے لمایکن من شئی ءٍ فزید منطلق۔ پس فعل اور جار مجرور سب حذف کر دیئے گئے۔ اور اما کو مہما کی جگہ قائم کر دیا گیا یہاں تک کہ اما زید فمنطلق باقی رہ گیا اور جبکہ مناسب نہیں تھا حرف شرط کا داخل ہونا جزاء کی فاء پر تو فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا۔ (اور وہ منطلق ہے۔ اور جزء اوّل کو (یعنی زید کو) امّا اور فاء کے درمیان فعل محذوف کے عوض میں پھر یہی جزء اوّل (یعنی وہ اسم جو اما کے بعد واقع ہے) اگر ابتداء میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پس وہ مبتداء ہوگا۔ جیسا کہ گزر چکا۔ تو پس اسکا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد مذکور ہے جیسے امّا یوم الجمعۃ فزید منطلق پس منطلق عامل (ناصب) ہے یوم جمعہ میں ظرفیت کی وجہ سے۔

تشریح اما ان وقع الخ۔ قسم اول کلام میں ہوگی۔ یا درمیان کلام میں یا آخر کلام میں مذکور ہو گی۔ پس اگر قسم اول کلام میں مذکور ہو تو اسکا اعتبار کرنا واجب ہے کہ اس جملہ میں کوئی شرط مذکور ہو یا مذکور نہ ہو جیسے واللہ ان اتیتنی لآتینک اور واللہ انی اتیک۔ اور اگر دوسری صورت پر یعنی قسم درمیان کلام میں مذکور ہو تو اگر شرط مقدم اور قسم مؤخر ہے تو شرط کا اعتبار کرنا واجب ہوگا اور قسم کا اعتبار کرنا اور لغو کرنا دونوں جائز ہوگا خواہ شرط پر خبر مقدم ہو جیسے انا ان اتیتنی فو اللہ لآتینک اور وانا ان آتنی واللہ آتک یا نہ ہو جیسے ان اتیتنی فواللہ لآتینک اور وان اتیتنی واللہ آتک۔ اور اگر قسم متوسط سے شرط مؤخر مذکور ہو تو اگر تم قسم کا اعتبار کرو تو شرط کو لغو کردو جیسے انا فواللہ ان اتیتنی لآتیک۔ اور اگر قسم کو لغو کرو اور شرط کا اعتبار کرو۔ جیسے انا واللہ ان تاتنی آتک اور اگر قسم کے بعد شرط مذکور نہیں ہے تو اگر قسم جملہ ہو تو اعتبار قسم اور الغاء قسم دونوں جائز ہیں۔ جیسے واللہ لآتینک اور انا واللہ آتیک۔ اور اگر مفرد ہو تو قسم کا لغو کرنا واجب ہے۔ جیسے انا واللہ قائم۔ اور اگر تیسری صورت ہو یعنی قسم کلام سے مؤخر مذکور ہو تو اس صورت میں الغاء قسم واجب ہے جیسے انا قائم واللہ اور ان اتیتنی آتک واللہ۔

واما لتفصیل ما ذکر مجملاً۔ بہر حال حرف شرط امّا کلام میں جو پہلے مجمل ذکر کیا گیا امّا کے ذریعہ اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ جیسے الناس سعید وشقی۔ اس جملے میں اجمال تھا اس کے بعد اما الذین الخ سے اس کی تفصیل بیان کی گئی نیز امّا حرف شرط کے جواب میں فا کا لانا واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ جملہ اول ثانی جملہ کے لیئے سبب واقع ہو اور وہ فعل جس پر امّا داخل ہوا ہے مع ان شرطیہ کے حذف کرنا واجب ہے ضروری ہے اس کے لئے فعل ہونا۔

وذلک لیکون۔ فعل کے حذف کا واجب ہونا اس وجہ سے ہے تاکہ تنبیہ ہو جائے کہ امّا کے ذریعہ

فصل حرف الردع كلا وضعت لزجر المتكلم وردعه عما يتكلم به كقوله تعالى وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ كَلَّا أي لا يتكلم بهذا فإنه ليس كذلك هذا بعد الخبر وقد تجئ بعد الامر ايضاً كما اذا قيل لك اضرب زيداً فقلت كلا أي لا افعل هذا قط وقد تجئ بمعنى حقاً كقوله تعالى كلا سوف تعلمون وحينئذٍ تكون اسماً يبنى لكونه مشابهاً لكلا حرفاً وقيل تكون حرفاً ايضاً بمعنى إنَّ لتحقيق الجملة نحو كلا إنَّ الانسان ليطغى بمعنى إنَّ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مقصود اصل اس اسم پر حکم کرنا ہے جو اما کے بعد واقع ہے جیسے اما زید فمنطلق اس عبارت کی اصل مہما یکن من شئ فزید منطلق تھا۔ فعل اور جار مجرور سب کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مہما کی جگہ اما کو قائم کر دیا گیا اور صرف اما زید فمنطلق باقی رہ گیا اور فاء جزائیہ پر چونکہ حرف شرط کا داخل ہونا غیر مناسب تھا اس لئے اس کو جزء ثانی میں منتقل کر دیا گیا۔ اور فعل محذوف کے عوض میں اما اور فاء کے درمیان جزو اول کو رکھ دیا۔ اور وہ زید ہے۔ پھر اگر جزء اول صدر کلام میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کو مبتداء قرار دیں گے۔ ورنہ اس کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد مذکور ہوگا جیسے اما یوم الجمعۃ الخ۔ اس مثال میں منطلق عامل واقع ہے یوم الجمعہ کا کیونکہ یہ ظرف ہے۔

ترجمہ چودہویں فصل حرف ردع ہے اور وہ کلاّ ہے، وضع کیا گیا ہے متکلم کو زجر کرنے کے لئے اور اس کو واپس کرنے کے لئے اس مضمون سے جس کا وہ تکلم کر رہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے واَمّا اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ، فیقول ربی اھانن کلاّ۔ اور بہر حال اللہ نے اس کو آزمایا پس اس کا رزق اس پر تنگ کر دیا، تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کی ہے۔ ہرگز نہیں یعنی متکلم کو اسکا تکلم نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ اور (یعنی کلا کا زجر کے لئے آنا) خبر کے بعد ہوگا۔ اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے۔ جیسے کہ جب تم سے کہا جائے اِضرِب زیداً، زید کو مارو، تو تم نے کہا کلاّ ہرگز نہیں) یعنی میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ اور کبھی کلاّ بمعنیٰ حقاً بھی آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کلاّ سوف تعلمون، حق یہ ہے کہ تم عنقریب جان لوگے۔ اور اس وقت وہ اسم واقع ہوگا اور مبنی ہوگا اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کلاّ حرف کے۔ اور کہا گیا ہے کہ حرف ہوگا۔ اور اِنَّ کے معنیٰ میں ہوگا جو جملہ کی تحقیق کے لئے آئے گا جیسے کلاّ اِنَّ الانسان لیطغیٰ، حق یہ ہے کہ بے شک انسان البتہ سرکشی کرتا ہے۔

تشریح: حرف ردع کلاّ جمہور کے نزدیک بسیط ہے اور ابن یعیش نحوی کا قول ہے کہ کلاّ کاف تشبیہ اور لائے نفی سے مرکب ہے تشبیہ سے خارج کرنے کے لئے لام کو تشدید دی گئی ہے۔ وضعت لزجر المتکلم۔ سیبویہ اور دوسرے نحوی کلام کو زجر کے لئے مانتے ہیں اور کہتے ہیں ردع اور

فصل تاءُ التانیثِ السَّاکنۃ تلحقُ المَاضِیَ لتدُلّ علی تانیثِ مَا اسند الیہ الفعلُ نحوضُرِبَتْ ھِنْدٌ وقد عرفتَ مواضعَ وُجوبِ الحاقھا واذالقیھا ساکن بعدھا وَجَبَ تحریکھا بالکسر لان الساکن اذا حُرِّكَ حُرِّكَ بالکسر نحو قد قامت الصلوٰۃ وحرکتھا لاتوجب ردّمَا حُذِفَ لاجلِ سکونہا فلایقال رماتِ المرأۃ لانَّ حرکتھا عارضیۃٌ واقعۃ لرفع التقاء الساکنین فقولھم المرأتان رماتا ضعیفٌ وَامّا الحاقُ علامۃ التثنیۃ وجمع المذکروجمع المؤنث فضعیفٌ فلا یقال قاما الزیدان وَقاموا الزیدُون وَقمنَ النساء وَیعتقد بعض الالحاق لاتکون الضمائر لئلاّ یلزم الاضمار قبل الذکر بل علامَاتٍ دالّۃ علی احوال الفاعل کتاء التانیث ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

زجر کے علاوہ اس کے دوسرے معنی نہیں ہو سکتے ۔ دوسرے نحاۃ کا قول یہ ہے کہ زجر اور ردع کے معنی مستمرۃ ہیں ۔کیونکہ آیت کریمہ میں مذکور ہے ۔یوم یقوم الناس لرب العالمین کلاّ ۔اس جگہ زجراور ردع کے معنیٰ درست نہیں ہیں ۔اور اس کے معنی کی تعیین میں نحاۃ میں اختلاف ہے ۔بعض نحوی کہتے ہیں حقًا کے معنی ہیں بھی لسے اور نعم کے معنی کہتے ہیں ۔پس کلاّ ان دونوں حرف ایجاب میں سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کلا بمعنی سوف ہے ۔ ظاہر یہ ہے کہ مذکورہ معانی اس کے معانی مجازی ہیں قرینہ موجود ہونے کے وقت یہ معنیٰ لئے جائیں گے ۔

ھٰذا بعد الخبر ۔یعنی کلا کا ردع اور زجر کے لئے ہونا یہ جب ہے کہ کلاّ خبر کے بعد واقع ہو اور کبھی کلاّ امر کے بعد آتا ہے جیسے جب تم سے کہا جائے اِضرِب زیداً تو تم جواب دو کلاّ یعنی لا افعل ھٰذا قط ۔میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا اور کلاّ کبھی حقا کے معنیٰ میں بھی آتا ہے ۔جیسے حق تعالیٰ کا قول ہے کلا سوف تعلمون حق یہ ہے کہ تم مستقبل قریب میں جان جاؤ گے ۔اور کلاّ جب حقًا کے معنیٰ میں ہوگا تو کلاّ اسم ہوگا اور یعنی اس لئے کہ وہ مشابہ ہوگا اس کلا کے جو حرف ہے ۔اور کسائی نحوی کا قول ہے کہ کلا بمعنیٰ حقًا ہونے کی صورت میں بھی حرف ہی ہوتا ہے اور انَّ کے معنیٰ میں ہو کر جملہ کی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغیٰ ۔حق یہ ہے کہ یقیناً انسان بہت زیادہ سرکشی کرتا ہے اپنی حد سے گزر جاتا ہے ۔

ترجمہ پندرہویں فصل تاء تانیث کے بیان میں اور تاء تانیث ساکنہ ماضی میں لاحق ہوتی ہے تاکہ دلالت کرے تانیث پر اس کے جس کی طرف فعل مسند کیا گیا ہے جیسے ضربت ہند (ہندہ ماری گئی یا ہندہ نے مارا) اور تحقیق کہ اس کے لاحق کرنے کے وجوب کے مواضع کو آپ پہچان چکے ہیں (اور اس کے جواز کو بھی) اور جب تاء ساکنہ سے ملاقی ہو دوسرا ساکن اس کے بعد ہو تو اس کو کسرہ کی حرکت

دینا واجب ہے اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ اور اس کی حرکت رد کو واجب نہیں کرتی جس کو اس کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔ پس نہیں کہا جاتا اقامت المرأۃ کیونکہ اسکی حرکت عارضی ہے جو التقاء ساکنین کو دور کرنے کے لئے عارض ہوئی تھی ۔لہٰذا پس ان کا قول المرأتان رماتا ضعیف ہے اور بہر حال علامت تانیث کا لاحق کرنا اور جمع مذکر کی اور جمع مؤنث کی علامت کا لاحق کرنا تو پس وہ ضعیف ہے۔ پس نہیں کہا جائے گا قاما الزیدان اور قاموا الزیدون اور قمن النساء ۔ اور تاء ساکنہ لاحق کرنے کی تقدیر پر ضمیریں نہ آئیں گی ۔تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ وہ علامات ہیں جو فاعل کے احوال پر دلالت کرتی ہیں جیسے تاء تانیث ۔

تشریح تاء ساکنہ ۔کیونکہ تاء متحرکہ اسم کے ساتھ خاص ہے ۔اور تاء ساکنہ سے مراد یہ ہے کہ اصل میں سکون ہو ۔ اگرچہ کسی عارض کی بناء پر کسی جگہ متحرک بھی ہو جائے ۔ جیسے قامتا ۔اس لئے کہ اس کی تاء التقاء ساکنین کی وجہ سے متحرک ہوئی ہے ۔

قولہ، ما اُسند الیہ الفعل جس کی جانب فعل کی اسناد کی گئی ہو ۔ فاعل ہو یا مفعول مالم یسم فاعلہ، وقد عرفت مواضع وجوب حذفہا ۔بحث فعل میں آپ پہچان چکے ہیں جہاں تاء ساکن کا حذف کرنا واجب ہے دو جگہ سے زائد تاء تانیث لاحق نہیں کی جاتی ۔ ۱ فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو یا ضمیر ہو مطلق مؤنث کی یعنی خواہ مؤنث حقیقی ہو یا مؤنث لفظی ہو ۔فعل کی تانیث واجب ہے جیسے قالت ہند ۔ ہند قالت ۔

قولہ، و اما الحاق علامۃ التثنیۃ ۔ اور بہر حال تثنیہ کی ضمیر، جمع مذکر کی ضمیر اور جمع مؤنث کی ضمیروں کا لاحق کرنا تو پس وہ ضعیف ہے ۔جبکہ ان کا فاعل اسم ظاہر واقع ہو ۔پس قاما الزیدان الخ نہ کہا جائے گا ۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ تثنیہ اور جمع کی علامت فعل کے ساتھ لاحق کرنے میں ایسی ہی ہے جیسے کہ علامت تانیث کا لاحق کرنا لہٰذا مثنیٰ اور مجموع پر آگاہ کرنے کے لیے مسند الیہ کو لاحق کر دیا جائے ۔

الجواب: یہ الحاق ضعیف ہے کیونکہ شئی اور مجموع ان علامتوں کے محتاج نہیں ہیں ۔ اسلئے الزیدان الزیدون اور النساء تثنیہ اور جمع کا صیغہ ہونا معلوم ہے تو اس سے ان کا فاعل بھی معلوم ہو جائے گا اور الحاق علامت کی صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی ۔اول تعدد فاعل ۔ دوم اضمار قبل الذکر ۔ اس کے برخلاف مؤنث مسند الیہ کے لئے کبھی تانیث معنوی ہوتی ہے اور کبھی سماعی ہوتی ہے اس لئے جمیع اوقات میں تانیث معلوم نہ ہو سکے گی ۔

فصل التنوين نونٌ ساكنة تتبع حركةَ اٰخرِ الکلمة لا لتاکید الفعل وھی خمسة اقسامٍ الاوّل للتمکن وھو ما یدلُّ علٰی ان الاسم متمکن فی مقتضی الاسمیۃ ای انہ منصرفٌ نحو زیدٌ ورجلٌ والثانی للتنکیر وھو ما یدل علٰی ان الاسم نکرۃٌ نحو صہٍ ای اُسکت سکوتًا ما فی وقتٍ مّا وامّا صہْ بالسکون فمعناہ اُسکُتِ السکوتَ الاٰنَ والثالث للعوض وھو ما یکون عوضًا عن المضاف الیہ نحو حینئذٍ وساعتئذٍ ویومئذٍ ای حین اذا کان کذا والرابع للمقابلۃ وھو التنوین الذی فی جمع المؤنث السالم نحو مسلماتٍ وھٰذہِ الاربعۃ تختص بالاسم۔

ترجمہ سولھویں فصل تنوین کے بیان میں تنوین اصطلاح میں نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخر کی حرکت کے تابع ہوتی ہے۔ اور فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی۔ اور وہ پانچ ہیں۔ اول تمکن کے لئے اور تنوین تمکن وہ تنوین ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم اسمیۃ کے تقاضے میں راسخ ہے یعنی وہ منصرف ہے جیسے زید اور رجل۔ اور دوسری قسم تنکیر کے لئے ہے اور تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم نکرہ ہے جیسے صہٍ یعنی اُسکت کسی نہ کسی وقت میں خاموش ہو جا۔ اور بہر حال صہْ سکون کے ساتھ تو اس کے معنی ہیں اسوقت خاموش ہو جا۔ اور تیسری قسم عوض کے لئے ہے یہ وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے بدلے میں لائی جائے جیسے حینئذٍ اور ساعتئذٍ اور یومئذٍ یعنی جس وقت ایسا ہو۔ اور چوتھی تنوین مقابلہ کے لئے ہے۔ یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے جیسے مسلماتٌ اور یہ چاروں تنوین اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

تشریح حرف کی سولھویں فصل تنوین کے بیان میں تنوین اصطلاح میں اس نون ساکن کا نام ہے جو کلمہ کے آخری حرف کے بعد آتی ہے تاکید فعل کے لئے نہیں۔ تنوین نوّنتہ کا مصدر ہے یعنی میں نے نون کو داخل کیا یعنی نون کو کلمہ میں لایا۔ اور اب نون کا نام تنوین دے دیا گیا ہے۔ نونٌ ساکنۃ بعض نے کہا ہے کہ نون لفظ میں ثابت ہے مگر خط میں ثابت نہیں اور وہ بذاتِ خود ساکن ہوتا ہے لہٰذا عارضی حرکت اس کے لئے مضر نہیں ہے جیسے عادٌ الاولیٰ۔ تبع حرکت کی قید سے مِنْ اور لَدُنْ کا نون ساکن خارج ہو گیا اور آخر کلمہ سے مراد وہ حرف ہے کہ تکلم اس پر ختم ہو۔ لہٰذا اس قید سے قاضٍ کے ضاد کی تنوین بھی داخل ہو جائے گی۔ اس جگہ کلمہ سے مراد عام ہے خواہ حقیقۃً وہ کلمہ ہو یا حکمًا کلمہ ہو تاکہ قائمۃٌ اور بصریٌّ کی تنوین بھی شامل ہو جائے۔ اور آخر الکلمہ کہا، آخر الاسم نہیں کہا تاکہ تنوین ترنم جو اسم اور فعل دونوں کے آخر میں آتی ہے اس سے خارج نہ ہو۔

وھی خمسۃُ اقسامٍ۔ تنوین کی پانچ اقسام ہیں۔ اول تمکن دوم تنوین تنکیر سوم تنوین عوض چہارم

الخامسُ للترنم وَهُوَالذی یلحقُ اٰخرَ الأبیات وَالمصاریع کقولِ الشاعرِ شعر
اَقِلِّی اللّومَ عَاذِلُ وَالعِتَابَنْ ؛ وَقُولِی اِن اَصَبتُ لقد اَصَابَنْ ۔ وکقولہ ع یا
اَبَتَا عَلّکَ اوعَسَاکَنْ ۔ وقَدْ یُحذَفُ مِنَ العَلَمِ اذا کانَ موصوفًا بابن او ابنۃ
مُضَافًا الٰی عَلَمٍ اٰخرَ نحوجَاءَنی زیدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِندُ ابنۃُ بکرٍ ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تنوین مقابلہ، پنجم تنوین ترنم۔
بہر حال تنوین تمکن وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم متمکن ہے اسمیت کا تقاضا کرنے میں وہ راسخ ہے۔ یعنی وہ منصرف ہے یا منصرف کے حکم میں ہے جیسے زیدٌ۔ رجلٌ وغیرہ اسکا دوسرا نام تنوین صرف بھی ہے۔ اس لئے کہ یہ منصرف اور منع صرف کے درمیان فرق پیدا کردیتا ہے۔
الثانی للتنکیر۔ تنوین کی دوسری قسم تنوین تنکیر ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہٍ معنیٰ اسکت سکوتًا مَّا فی وقت ما کسی نہ کسی وقت کسی قدر خاموش ہو جا۔ بعض کے نزدیک یہ تنوین صوت اور اسم فعل کے ساتھ مخصوص ہے جیسے صہٍ مہٍ اور رُبَّ احمدٍ اور ابراہیمٍ میں تنوین تنکیر نہیں ہے بلکہ تنوین تمکن ہے۔ واما صَہْ اور لفظ صَہْ سکون کے ساتھ تو اس کے معنیٰ "اس وقت خاموش ہو جا" کے ہیں۔
وَالثالث للعوض تیسری قسم تنوین عوض ہے۔ یہ وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے بدلے میں آتی ہے جب اس کو اسم کے آخر میں لاحق کیا جائے۔ یا تنوین تعلیل بحذف صرف کے بعد جو تنوین آتی ہے اسکا نام بھی تنوین عوض ہے جیسے حینئذٍ وغیرہ۔ اس کی اصل حین اذ کان کذا تھی۔ کان کذا کو حذف کرکے اذ کو تنوین دے دی گئی ہے۔
والرابع للمقابلۃ۔ اور تنوین کی چوتھی قسم تنوین مقابلہ ہے۔ یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں آتی ہے جیسے مسلماتٍ۔ یہ تنوین مسلمون جمع مذکر سالم کے نون کے بدلے میں لائی گئی ہے۔
مذکورہ چاروں اقسام اسم کے ساتھ خاص ہیں۔ اس کے برخلاف پانچویں قسم ہے کہ وہ اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہے نیز حرف پر بھی آتی ہے۔

ترجمہ پانچویں قسم تنوین ترنم ہے۔ تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شاعر کا قول اقلی اللوم الخ اے ملامت کرنے والے ملامت کو کم کردے اور عتاب کو اور کہہ تو اگر میں نے ٹھیک کیا ہے تو کہہ دے کہ اس نے ٹھیک کیا ہے۔ اور اسی کا دوسرا قول ع اے میرے والد شاید تو رزق کو پائے یا ممکن ہے کہ تو اس کو پائے۔ شعر کی اصل عبارت اس طرح ہے یا ابی لعلک تجد رزقًا او عساک تجدہ۔ اس شعر میں مصرع عساک کے آخر میں نون ہے اس کو نون مصرعہ کہتے ہیں اور تنوین کو کبھی علم سے حذف کردیا جاتا ہے جب کہ وہ موصوف واقع ہو ابن یا ابنۃ کا اور ابن یا ابنۃ مضاف ہوں

فصل نون التاکید وھی وُضِعَت لتاکید الامر والمضارع اذا کان فیہ طلبٌ بازاء قد لتاکید الماضی وھی علی ضربین خفیفۃٌ ای ساکنۃٌ ابدًا نحو اِضرِبَنْ وثقیلۃ ای مُشَدَّدۃ مفتوحۃٌ ابدًا ان لم یکن قبلھا الفٌ نحو اضربَنَّ ومکسورۃ ان کان قبلھا الفٌ نحو اضربانِّ واضربنانِّ وتدخلُ فی الامر والنھی والاستفھام والتمنی والعرض جوازًا لانّ فی کلٍّ منھا طلبًا نحو اضربن ولا تضربن وھل تضربن ولیتک تضربن والا تنزلن بنا فتصیبُ خیراً وقد تدخل فی القسم وجوبًا لوقوعہ علی ما یکون مطلوبًا للمتکلم غالبًا فاراد ان لا یکون اٰخر القسم خالیًا عن معنی التاکید کما یخلو اوّلہ منہ نحو واللّٰہِ لافعلنَّ کذا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) دوسرے علم کی جانب جیسے جاء فی زیدُ بن عمرٍ و اور ہندُ ابنۃُ بکرٍ۔

تشریح: الخامس للترنم۔ تنوین کی پانچویں قسم تنوین ترنم ہے جو بیت یا مصرعہ کے آخر میں لاحق کی جاتی ہے۔ ترنم کے لغوی معنیٰ آواز کو ٹھیک کرنا، آواز کو کھینچنا اور تلاوت قرآن پاک میں آواز کو ٹھیک کرنا اور اصطلاح میں تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو مصرع اور بیت کے آخر میں تحسین شعر خوانی کے لئے لائی جاتی ہے۔

قولہ اقلی اللوم۔ یہ جریر بن عطیہ تمیمی کا شعر ہے۔ العتابن، اصل میں عتابا اور اصابن اصل میں اصابا تھا اور عاذل منادیٰ مرخم حرف ندا محذوف اصل میں عاذلۃ تھا اور لقد اصابن قولی کا مقولہ ہے۔ ترجمہ شعر "اے عتاب کرنے والے اور اے ملامت کرنے والے کہ جو ہمارے کاموں پر ملامت کرتا ہے اس کو کم کردے اور اگر میں کسی کام میں مصیب ہوں۔ درست کر رہا ہوں تو یہ کہہ کہ اس نے درست کام کیا ہے۔"

دوسرا شعر۔ یا ابتا الخ یا حرف ندا، ابتا منادیٰ مضاف بجانب یاءِ متکلم اور ابتا کا الف اور تا اس یاءِ متکلم کے عوض میں لایا گیا ہے اصل میں یا ابی تھا اے میرے والد۔ علک اصل میں لعلک اور عساکن دراصل عساک تھا۔ نون برائے ضرورتِ شعری لایا گیا ہے۔

ترجمہ سترہویں فصل نون تاکید کے بیان میں۔ نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کے لئے وضع کئے گئے ہیں جبکہ اس میں طلب کے معنیٰ ہوں قد کے مقابلے میں جو وضع کیا گیا ہے فعل ماضی کی تاکید کے لئے۔ اور وہ دو قسم پر ہے اول خفیفہ یعنی ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔ جیسے اِضرِبَنْ۔ دوسرا ثقیلہ ہے یعنی مشدّدہ ہے جو ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ اگر اس سے پہلے الف نہ ہو۔ جیسے اضربَنَّ۔ اور نون تاکید ثقیلہ مکسور ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اضربانِّ اور اضربنانِّ اور نون تاکید ثقیلہ داخل ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر جوازاً۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِي جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوفَةِ وَكَسْرُ مَا قَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوفَةِ وَفَتْحُ مَا قَبْلَهَا فِي مَا عَدَاهُمَا اَمَّا فِي الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهٗ لَوْ ضُمَّ لَالْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَالْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) طلب پائی جاتی ہے جیسے اضربنّ، لاتضربنّ اور ہل تضربنّ اور لیتک تضربنّ اور الاتنزلنّ بنا فتصیب خیراً۔ کیوں ضرور تو نیچے اتر نہیں آتا ہمارے پاس تاکہ تو بھلائی کو پا جائے۔ اور کبھی جواب قسم میں بطور وجوب داخل ہوتا ہے اس کے واقع ہونے کی وجہ سے اس چیز پر جو غالباً متکلم کا مطلوب ہوتا ہے۔ پس انہوں نے ارادہ کیا کہ نہ ہو قسم کا آخر خالی تاکید کے معنیٰ سے جس طرح اس کا اوّل اس سے خالی نہیں جیسے واللہ لافعلن کذا۔ اللہ کی قسم میں ایسا ضرور کروں گا۔

تشریح :۔ نون تاکید یعنی وہ نون جو تاکید کا فائدہ دیتا ہے مطلوب کے حاصل کرنے میں مضارع اور امر کی تاکید کے لئے اس کو وضع کیا گیا ہے جبکہ اس میں طلب کے معنیٰ موجود ہوں جس طرح قد فعل ماضی میں تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی کے مقابل مضارع اور امر میں نون تاکید کو وضع کیا گیا ہے۔

اقسام نون تاکید۔ پھر نون تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ نون خفیفہ اور نون ثقیلہ۔ نون خفیفہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اضربن وغیرہ۔ اور نون ثقیلہ ہمیشہ مشدد ہوتا ہے۔ اور نون ثقیلہ مشددہ مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضربنّ، اضربُنّ، اضربِنّ۔ اور اگر اس سے پہلے الف ہو تو مکسور ہوتا ہے جیسے اضربانِّ اور اضربنانِّ۔

وتدخل فی الامر۔ نون تاکید کہاں کہاں داخل ہوتا ہے۔ تو مصنف نے فرمایا کہ نون تاکید خواہ ثقیلہ ہو یا خفیفہ امر، نہی، تمنی، استفہام، عرض پر جوازاً داخل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ امر اور نہی اور استفہام میں طلب کے معنی پایا جانا تو ظاہر ہے۔ البتہ تمنی اور عرض تو یہ دونوں امر کے درجہ میں ہیں۔ اس جگہ نفی کو اس لئے ذکر نہیں کیا کیونکہ نفی کی مشابہت نہی کے ساتھ قلیل ہے اور اس میں طلب کے معنیٰ بھی نہیں پائے جاتے۔

قولہ، الاتنزلن۔ کے نون میں تخفیف و تشدید دونوں جائز ہیں۔ اس طرح کتاب میں جتنی مثالیں اسجگہ دی گئی ہیں سب میں تشدید اور تخفیف دونوں درست ہیں۔ وقد تدخل فی القسم۔ اس جگہ قسم سے جواب قسم مراد ہے۔ کیونکہ نون تاکید قسم میں داخل نہیں ہوتا۔ وجوباً اس وقت ہے جبکہ جواب قسم مثبت واقع ہو۔ (درایہ)

ترجمہ اور جان تو کہ بے شک واجب ہے اس کے ماقبل کو ضمہ جمع مذکر میں جیسے اضربُنّ تاکہ وہ واو پر دلالت کرے جس کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے ماقبل کا کسرہ مخاطبہ کے صیغہ

وَاَمَّا فِی الْمُثَنّٰی وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاضْرِبْنَانِّ وَزِیْدَتْ الْاَلِفُ قَبْلَ النُّوْنِ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِکَرَاهَۃِ اجْتِمَاعِ ثَلٰثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِیْرِ وَ نُوْنَا التَّاکِیْدِ وَنُوْنُ الْخَفِیْفَۃِ لَاتَدْخُلُ فِی التَّثْنِیَۃِ اَصْلًا وَلَا فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّہٗ لَوْحَرَّکْتَ النُّوْنَ لَمْ تَبْقَ خَفِیْفَۃً فَلَمْ تَکُنْ عَلَی الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَیْتَہَا سَاکِنَۃً یَلْزَمُ الْتِقَاءُ السَّاکِنَیْنِ عَلٰی غَیْرِ حَدِّہٖ وَھُوَ غَیْرُ حَسَنٍ ۔ تَمَّتْ بِالْخَیْر ۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) میں جیسے اضربِنَّ ۔ تاکہ کسرہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے اور اس کے ماقبل کو فتحہ ان دونوں کے علاوہ میں ۔ بہر حال مفرد میں تو اس لئے کہ اگر اس کو ضمہ دیا جائے تو البتہ جمع مذکر کے ساتھ مشابہ ہو جائے گا اور اگر کسرہ دیا جائے تو واحد مؤنث حاضر کے ساتھ التباس ہو گا ۔

تشریح : نون تاکید کے ماقبل کا اعراب ۔ صیغہ جمع مذکر غائب و حاضر میں نون تاکید سے پہلے والے حرف پر ضمہ دیا جائے گا تاکہ واو محذوفہ پر دلالت کرے ۔ مگر اخشوا اللّٰہ، ارضوا الرسول جمع مذکر کے صیغے میں واو کو ضمہ دیا گیا ہے خفت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اجتماعِ ساکنین محال ہے ۔

وکسر ماقبلها ۔ اور نون تاکید کے ماقبل کو واحد مؤنث حاضر کے صیغہ میں کسرہ دیا گیا ہے جیسے اضربِنَّ تاکہ یاء کے حذف ہونے پر دلالت کرے اور اس کے ماقبل کو فتحہ اس لئے دیا گیا ہے واحد مذکر غائب، واحد مذکر حاضر، واحد مؤنث غائب وغیرہ میں کیونکہ فتحہ کے علاوہ اگر ضمہ یا کسرہ دیا جائے تو التباس لازم آئے گا ۔ ضمہ کی صورت میں جمع مذکر سے اور کسرہ کی صورت میں واحد مؤنث حاضر سے ۔ اس لئے مذکورہ جگہوں پر فتحہ دے دیا گیا ہے ۔

ترجمہ اور بہر حال مثنّٰی اور جمع مؤنث میں (فتحہ دیا گیا ہے) پس اس لئے کہ ان کے ماقبل میں الف واقع ہے ۔ جیسے اضربانِّ اور اضربنانِّ اور نون سے قبل الف زیادہ کیا گیا ہے جمع مؤنث کے صیغہ میں تین نون کے اجتماع کی کراہت کی وجہ سے اوّل نون ضمیر اور دو نون تاکید اور نون خفیفہ تثنیہ میں داخل نہیں ہوتا (خواہ مذکر ہو یا مؤنث) اور نہ جمع مؤنث میں کیونکہ اگر تو نے نون کو حرکت دی تو وہ خفیفہ باقی نہ رہے گا ۔ پس نہ رہے گا اپنی اصل پر اور اگر اس کو ساکن باقی رکھا تو التقاءِ ساکنین علیٰ غیر حدہٖ لازم آئے گا اور وہ اچھا نہیں ہے ۔

تشریح کتاب کی آخری بحث ۔ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث غائب ہو یا حاضر میں اور جمع مؤنث کے صیغہ میں ماقبل نون تاکید کے فتحہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان صیغوں میں نون سے پہلے الف موجود ہے جیسے اضربانِّ اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے صیغہ میں نون سے پہلے الف کا اضافہ کر دیا گیا ہے ۔ اس لئے کہ تین نون کا مسلسل جمع ہونا مکروہ ہے ۔ کیونکہ زبان پر ثقیل ہوتا

ہے اور تاکید کے دونوں نون خواہ مدغم ہوں یا غیر مدغم ہوں۔ اور نون خفیفہ تثنیہ کے صیغہ میں مطلقًا
داخل نہیں ہوتا۔ خواہ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اسی طرح جمع مؤنث کے صیغہ میں بھی کیونکہ اگر تم نے
نون کو حرکت دے دی تو وہ خفیفہ نہ رہے گا۔ لہٰذا اپنی اصل پر باقی نہ رہے گا اور اگر تم نے اس
کو ساکن ہی باقی رکھا تو اجتماعِ ساکنین علیٰ غیر حدّہٖ لازم آئے گا۔ اور یہ ممنوع ہے۔

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ